فبای حدیث بعدہ یؤمنون (القرآن)

مقام حدیث

(جلد دوم)

حدیث کی دینی حیثیت کیا ہے؟ حدیثیں کس طرح بنیں اور کس طرح ہم تک پہنچیں؟ حدیثوں کے سامنے قرآن کی پوزیشن کیا رہ گئی ہے؟ ان تمام مباحث پر تفصیلی گفتگو اور جامع معلومات۔ دو جلدوں میں۔

قیمت مجلد ——— چار روپے

شائع کردہ

ادارہ طلوع اسلام

کراچی

Printed at Adabi Press, Karachi.
Permit No.1538 dated 21.11.53.
500 copies

فہرست مشمولات مقام حدیث

(جلد دوم)

عنوان		صفحہ
تفسیر بالروایت (علامہ حافظ محمد اسلم صاحب)	تفسیری روایات کا نمونہ۔ جو قرآن کے خلاف۔ دیگر روایات کے خلاف اور علم وعقل کے بھی خلاف ہیں۔	۵
سازش اور بہت بڑی سازش	سنی کتب روایات سے متعہ کا ثبوت اور اس سازش کا بیان جس کی رو سے نبی اکرم صلعم اور صحابہ کبار اور معزز صحابیات کو بدنام کیا گیا ہے۔	۳۷
تکملہ (علامہ تمنا عمادی)	متعہ کی تمام روایات شیعوں کی گھڑی ہوئی ہیں۔	۶۹
عورت سے غیر فطری مجامعت	عورت سے غیر فطری مجامعت کے جواز میں محدثین کی آراء امام مالکؒ و امام شافعیؒ کے بیانات	۷۷
آیۂ رجم	روایات کی رو سے قرآن میں ایک آیت رجم موجود تھی جو غائب کر دی گئی۔	۸۴
متاعِ بہشت	روایات کی رو سے بہشت کن آسائشوں سے مل سکتا ہے ان سہولتوں کا بیان۔	۹۰
مقام حدیث امام اعظمؒ ابو حنیفہ کی نظر میں	روایات کے متعلق امام اعظمؒ کا مسلک۔ حنیفہ کس طرح حالات کے ماتحت شافعیت سے مرعوب ہو کر عامل بالحدیث بن گئے۔	۱۲۶
قرآن کریم روایات کے آئینہ میں	روایات کو اگر صحیح تسلیم کیا جائے تو قرآن کریم کی حفاظت کس قدر مشکوک ہو جاتی ہے۔ قرآن کریم سے اس کا اثبات کہ قرآن کریم کو خود رسول اللہ صلعم نے اپنے سامنے مدون کر کے محفوظ کر دیا تھا۔	۱۸۵
ایک خط (محترم پرویز صاحب)	ان سوالات کا جواب کہ احادیث کی دینی حیثیت کا انکار کرنے کے بجائے موضوع اور غلط روایات کو الگ کیوں نہیں کر دیا جاتا۔ نیز قرآن کا مفہوم متعین کرنے کے لئے اگر روایات معیار نہ ہوں تو صحیح معیار کیا ہوگا۔	۲۸۲
نیابتِ الٰہی	نہ انسان خدا کا نائب ہے نہ خدا نے اسے اپنے اختیارات	۳۱۸

DATA ENTERED

Marfat.com

DATA ENTERED

عنوان		صفحہ
	تفویض کیے ہیں	
دوسرا خط	اس کا جواب کہ رسول اللہ صلعم نے دو چیزیں چھوڑیں ایک قرآن اور دوسرے سنت۔	۳۲۲
تیسرا خط	جو روایات قرآن کے خلاف ہیں ان کو الگ کرکے باقی احادیث کو شریعت کی حیثیت سے کیوں نہ تسلیم کر لیا جائے	۳۲۷
چوتھا خط	طلوع اسلام کا مقصد قرآنی نظام ربوبیت کا قیام ہے تو وہ احادیث کی بحث میں کیوں الجھتا ہے	۳۳۷
کوئی ہے جو اس سوال کا جواب دے	اگر قرآن وحدیث دونوں دین کا جزو تھے تو جس طرح رسول اللہ صلعم نے امت کو قرآن محفوظ شکل میں دیا احادیث کا مستند مجموعہ بھی کیوں نہیں دیا؟	۳۴۱
سوالنامہ (مولانا محمد یوسف صاحب صدر اہلحدیث کراچی)	طلوع اسلام سے سوالات کہ خود اس کا کیا ثبوت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے امت کو قرآن کریم بھی محفوظ شکل میں دیا تھا۔	۳۴۳
سوالنامہ کا قرآنی جواب (علامہ تمنا عمادی)	صدر اہل حدیث کراچی کے سوالات کے قرآنی جوابات۔	۳۴۶
حقیقت حدیث	طلوع اسلام کے مسلک کی وضاحت۔ وہ نہ منکر حدیث ہے نہ فرقہ اہل قرآن سے متعلق ہے بلکہ حدیث کے صحیح مقام اور پوزیشن کو متعین کرتا ہے۔	۳۸۲
رسول اللہ حنفی تھے یا شافعی؟	مجموعہ ہائے احادیث کن رجحانات کے ماتحت مرتب ہوئے؟ مشکوٰۃ المصابیح ایک شافعی المذہب کی تصنیف ہے لہٰذا ضرورت تھی کہ کوئی حنفی المذہب بھی اسی قسم کا مجموعہ مرتب کردے۔	۴۰۴
مودودی صاحب منکر حدیث ہیں	مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی صدر جمعیۃ علمائے اسلام پاکستان کا فتویٰ	۴۰۷
تنکوں کے پل	۳۰۰ھ کے مجموعۂ احادیث میں کل ۱۳۲ احادیث ہیں یہ لاکھوں حدیثیں کہاں سے آگئیں۔؟	۴۱۳

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

ہمیں خوشی ہوئی کہ "مقام حدیث" کی دوسری جلد، پہلی جلد کے فوری بعد شائع ہو گئی۔ ان دونوں جلدوں میں جو مضامین آپ کے سامنے آئے ہیں اُن سے آپ خود فیصلہ کر لیجئے کہ حدیث کی دینی حیثیت کیا ہے؟ اسکے بعد سوچئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرمؐ کی وساطت سے جو دین (قرآن کی رُو سے) دیا تھا وہ کیا تھا اور جس راستے پر ہم آج چل رہے ہیں وہ کیا ہے؟ ان مضامین کی اشاعت سے طلوعِ اسلام کا مقصد وحید یہ ہے کہ خدا کا عطا فرمودہ دین پھر سے اپنی اصلی شکل میں ہمارے سامنے آجائے اور جن باتوں سے رسول اللہ کی ذاتِ گرامی پر ذرا سا بھی حرف آتا ہے ان کی کھلے الفاظ میں تردید کی جائے۔ ہماری اس کوشش میں اگر ہمارے خلاف ہزار قسم کے لیبل بھی تراشے جائیں تو ہمیں اس کی قطعاً پرواہ نہیں۔ اس لئے کہ ہماری ہزار عزتوں کی قربانی سے اگر ذاتِ رسالتمآب کی طرف منسوب کردہ ایک غلط بات کا بھی ازالہ ہو جائے تو ہمارے نزدیک یہ سودا مہنگا نہیں۔ خدا ہماری اس کوشش کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔

والسلام

ناظم ادارہ طلوعِ اسلام۔ کراچی

دسمبر ۱۹۵۳ء

Marfat.com

تفسیر بالرّوایت

(علامہ حافظ محمد اسلم صاحب جیراجپوری مدظلہٗ)

روایات کو دین قرار دینے والے طبقہ میں ایک طبقہ تو متشدد دین کا ہے۔ انھوں نے یہ عقیدہ پھیلا رکھا ہے کہ روایات قرآن کے بالکل ہم پلّہ ہیں، مثلہٗ معہٗ قرآن کے ساتھ بالکل قرآن کی مثل، بلکہ بعض معاملات میں تو روایات قرآن کی ناسخ بھی قرار دی جاتی ہیں۔ روایات کو قرآن کی مثل قرار دینے کے لئے انھوں نے یہ عقیدہ پھیلا رکھا ہے کہ وحی کی دو قسمیں ہیں ایک وحی متلو (وہ جس کی تلاوت کی جاتی ہے یعنی قرآن) اور دوسری وحی غیر متلو (وہ جس کی تلاوت نہیں کی جاتی یعنی روایات) جو اہلِ بصیرت تھوڑے سے تدبر سے خدا اور اس کے رسول کے مقامات پر غور کرینگے وہ بلا تامل اس نتیجہ پر پہنچ سکیں گے کہ خدا خدا ہے اور اس کا رسول، رسول اور اس لئے خدا کا کلام اور رسول کی باتیں کبھی ہم پایہ نہیں ہو سکتیں۔ ان دونوں میں اتنا ہی فرق ہوگا جتنا عابد اور معبود میں ہوتا ہے کہ رسول کے لئے بلند ترین مقام عبدیت ہی کا ہے اور کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا

Marfat.com

جب تک وہ اشہد ان لا الہ الا اللہ کے ساتھ اشہد ان محمداً عبدہٗ و رسولہٗ کا اعلان نہ کرے لیکن اس کے باوجود وہ لوگ موجود ہیں جو خدا اور رسول کے کلام کو ہم پایہ قرار دیتے ہیں. اور کبھی نہیں سوچتے کہ کل قیامت کو جب رسول اللہؐ نے پوچھا کہ تم نے مجھے خدا کا ہم پایہ کس طرح قرار دیدیا تو یہ کیا جواب دیں گے۔ آپ حیران ہوں گے کہ اس قسم کا عقیدہ رکھنے والے ان پڑھ لوگ نہیں ہیں بلکہ وہ لوگ ہیں جو بڑے بڑے جید علما قرار دیئے جاتے ہیں اور بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں بھی رکھتے ہیں چنانچہ حیدرآباد (دکن) کے ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب جو آج کل ہماری کانسٹی ٹیوئنٹ اسمبلی کے تابع اس مجلس کے رکن ہیں جو پاکستان کے آئندہ دستور کو اسلامی میزان میں تولنے کے لئے وضع کی گئی ہے. وہ اپنی کتاب Muslim conduct of state مطبوعہ ۱۹۴۵ء میں لکھتے ہیں کہ قرآن اور رسول اللہ صلعم کے الفاظ ہم پایہ (on a. par) ہیں!

On the basis that What the Messenger uttered on behalf of the sender is Taken as the senders words.

ذرا سوچئے کہ بات کہاں تک پہنچتی ہے۔ یعنی کچھ باتیں ایسی ہیں جو خدا نے خود اپنے الفاظ میں پیغمبرؐ سے کہہ دیں اور پیغمبرؐ نے

Marfat.com

انھیں لوگوں تک پہنچا دیا اور کچھ باتیں ایسی ہیں جو پیغمبرؐ نے خدا کے Behalf پر کہیں، لہٰذا یہ بھی خدا ہی کی باتیں ہوگئیں یعنی یا تو معاذ اللہ، اللہ میاں میں اتنی صلاحیت نہیں تھی کہ وہ اپنی پوری بات اپنے الفاظ میں کہہ دے اور یا جو کچھ خدا نے کہا وہ نا تمام تھا اور اس کی تکمیل رسولؐ نے کر دی اور یہ تکمیل رسول نے اپنی طرف سے نہیں کی بلکہ On behalf of the sender کی On Behalf کا ٹکڑہ قابلِ غور ہے اور اس لئے ہم اس ٹکڑے کو اصل الفاظ میں لکھ رہے ہیں، اس کا ترجمہ نہیں کر رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ جو خدا کو اس کا اہل ہی نہیں سمجھتے کہ وہ انسانوں کے لئے مکمل ہدایت از خود دے سکتا ہے۔ ان کے نزدیک اس کی ہدایت کہیں مبہم ہوتی ہے کہیں نا تمام اور کہیں (معاذ اللہ) غلط بھی۔ ہدایتِ خداوندی کے ابہام کی وضاحت روایات کرتی ہیں۔ مثلاً خدا نے کہا کہ ہر شخص کو اپنے ترکہ کے لئے وصیت کرنی چاہئے۔ روایات کہتی ہیں کہ یہ حکم مبہم ہے، وصیت صرف ایک تہائی میں کرنی چاہئے اور وہ بھی وارث کے حق میں نہیں۔ خدا کی ہدایت کے ناتمام ہونے کی مثال یہ لیجئے کہ خدا نے کہا کہ زانی اور زانیہ کو سو سو کوڑے لگاؤ اور روایات کہتی ہیں کہ یہ حکم غیر شادی شدہ کے لئے ہے، شادی شدہ زانی اور زانیہ کو سنگسار کر دو۔ اور خدا کی ہدایت کے غلط ہونے کی مثال

Marfat.com

واضح ہے کہ روایات کی رُو سے سینکڑوں آیات ایسی ہیں جو پڑھی تو جاتی ہیں لیکن ان کا حکم منسوخ ہو چکا ہے، کہیں دوسری آیات سے اور کہیں خود روایات سے۔

ایک دوسرا طبقہ ہے جو روایات کے متعلق یہ کہتا ہے کہ وہ قرآن کی تفسیر بیان کرتی ہیں اور چونکہ رسول اللہؐ سے بہتر کوئی اور شخص قرآن کو نہیں جان سکتا تھا اس لئے جو تفسیر روایات بیان کرتی ہیں وہی قرآن کا صحیح مفہوم ہے۔

اس میں کوئی کلام نہیں کہ رسول اللہ صلعم سے بہتر کوئی شخص قرآن کو نہیں سمجھ سکتا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ قرآن کی جو تفسیر رسول اللہؐ نے فرمائی وہ آج ہے کہاں؟ اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ وہ تفسیر احادیث کے مجموعوں میں ہے۔ یہ دلیل بظاہر بڑی خوش آئند نظر آتی ہے لیکن جس شخص نے احادیث کے مجموعوں کو دیکھا ہے وہ اس بات کو بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ اوّل تو ان مجموعوں میں تفسیر کے متعلق بہت تھوڑا سا حصہ ہے اور جتنا کچھ ہے وہ خود بتا رہا ہے کہ میں رسول اللہؐ کا نہیں ہوں۔

ہم نے جو کچھ لکھا ہے اگر آپ از خود اس کی تصدیق چاہتے ہیں تو اس کا نہایت آسان ذریعہ یہ ہے کہ آپ زیادہ نہیں صرف ایک صحیح بخاری کو لے لیجئے۔ (اگر آپ عربی نہیں جانتے تو اس کا اردو ترجمہ ہی منگا لیجئے) پھر اس میں سے تفسیر سے متعلق

Marfat.com

باب نکالئے اور خود دیکھئے کہ کیا آپ کا دل گواہی دیتا ہے کہ اس ذات گرامیؐ نے جو علمِ انسانی کے بلند ترین افق پر فائز المرام تھی کیا قرآن کے متعلق اس قسم کی تفسیر فرمائی ہو گی؟ ان لوگوں کے لئے جنھوں نے از خود ان تفسیری روایات کا مطالعہ نہیں کیا علامہ اسلم جیراجپوری مدظلہ العالی نے اپنے اس مختصر سے مضمون میں چند روایات بطور نمونہ درج فرمائی ہیں آپ انھیں دیکھئے اور پھر خود فیصلہ کیجئے کہ کیا اس تفسیر کو رسول اللہ کی تفسیر قرار دیا جا سکتا ہے؟ معلوم ہیں کس کس نے ان روایات کو وضع کیا اور پھر کتنی دلیری سے انھیں حضورؐ کی ذات گرامی کی طرف منسوب کر دیا۔ اب مسلمان ہیں کہ ان روایات کو منسوب الی الرسول کی بجائے خود رسول اللہؐ کی تفسیر قرار دے رہے ہیں اور نہیں سوچتے کہ ان روایات کی رو سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو تصور ذہن میں قائم ہوتا ہے شانِ نبویؐ اس سے کس قدر ارفع اور اعلیٰ ہے۔ علامہ اسلم صاحب نے اپنے مضمون میں صرف چند ایک روایات بیان فرمائی ہیں ورنہ صرف ایک بخاری سے اس قسم کے موضوع پر مشتمل بسوط مضمون لکھا جا سکتا ہے۔

ان مضامین سے آپ سمجھ سکیں گے کہ روایات کو ان کے صحیح مقام پر رکھنے کی جو کوشش طلوعِ اسلام کر رہا ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ دینِ خالص مسلمانوں کے سامنے آ جائے اور

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے خلاف عجمی سازش نے
جو افترا پردازیاں کر رکھی ہیں انھیں الگ ہٹا کر حضورؐ کی سیرت طیبہ
کو اس کے صحیح مقام بلند پر دنیا کے سامنے پیش کیا جا سکے[1]۔

طلوع اسلام

ائمہ حدیث نے حدیثوں کی رُو سے تفسیر بالرائے کو تو حرام قرار دیا ہے لیکن تفسیر بالروایت کے طریق کو محفوظ خیال کیا ہے حالانکہ روایت سوائے تواتر کے کسی درجہ کی ہو ظن سے آگے نہیں بڑھتی۔ علاوہ بریں تفسیر میں جو روایتیں ہیں ان کے متعلق خود ائمہ حدیث کی شہادت ہے کہ وہ بالعموم ضعیف بلکہ موضوع ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جو امیر المومنین فی الحدیث کہے جاتے ہیں ان کا قول ہے کہ

تین کتابیں ہیں جن کی کوئی اصلیت نہیں، ملاحم، مغازی اور تفسیر

عام خیال یہ ہے کہ "صحاح ستہ" میں جو روایات ابواب التفسیر میں آتی ہیں وہ صحیح ہیں مگر ان پر نظر ڈالنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ بھی امام موصوف کے اس قول سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ چنانچہ میں صحاح ستہ سے تفسیر بالروایت کی چند مثالیں نکال کر پیش کر سکتا ہوں، جن میں سے کچھ

---

[1] اس باب میں پہلی کوشش محترم پرویز صاحب کی کتاب معراجِ انسانیت ہے جو حضورؐ کی سیرتِ طیبہ کو قرآنی آئینہ میں پیش کرتی ہے۔

Marfat.com

تو خود قرآن کے مخالف ہیں، کچھ دوسری حدیثوں سے متعارض اور بعض علم و عقل کے خلاف جن سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ تفسیریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہرگز نہیں ہو سکتیں۔

(۱) وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰى
قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ۔ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّیَطْمَىٕنَّ قَلْبِیْ (۲-۲۶)

اور جب کہا ابراہیمؑ نے کہ اے میرے رب! مجھے دکھلا دے کہ تو کس طرح مُردوں کو زندہ کرتا ہے اللہ نے فرمایا کہ کیا تو ایمان نہیں لایا ہے۔ ابراہیمؑ نے کہا کہ بیشک (میں ایمان لایا ہوں) لیکن چاہتا ہوں کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔

اس کی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہؓ سے صحیح بخاری میں یہ روایت درج کی گئی ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم ابراہیمؑ سے زیادہ شک کرنے کا حق رکھتے ہیں جبکہ انھوں نے کہا کہ اے رب! مجھے دکھلا دے کہ تو کس طرح مُردوں کو زندہ کرتا ہے۔

یہ روایت قرآن کے بھی خلاف ہے اور عقل کے بھی۔ کیونکہ قرآن نے حضرت ابراہیمؑ کے ایمان کی تصریح کر دی ہے اور وہ بھی "بلٰی" کے لفظ کے ساتھ۔ یعنی بیشک میں مومن ہوں اور ایمان نام ہے علم الیقین کا جس میں

Marfat.com

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا۔ (۴۹/۱۵)

مومن تو بس وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے۔ پھر انھوں نے شک نہ کیا۔

چہ جائے کہ حضرت ابراہیمؑ جیسے اولوالعزم رسول کا ایمان اللہ کے مُردوں کے زندہ کرنے پر جو بادشاہ سے اسی مسئلہ پر بحث کر چکے تھے جس کا ذکر اس سے پیشتر کی آیات میں ہے۔ ان کو اس کے اوپر علم الیقین اور ایمان کامل حاصل تھا۔ وہ چاہتے تھے صرف اطمینان اور عین الیقین نہ کہ کسی شک کا ازالہ مگر یہ روایت ظاہر کرتی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو شک تھا۔

اور عقل کے خلاف اس وجہ سے ہے کہ جب دنیا کے دو سب سے بڑے پیغمبروں میں سے ایک کو اللہ کی صفتِ احیاءِ اموات میں شک ہو اور دوسرا اپنے آپ کو ان سے بھی زیادہ شک کا حقدار سمجھے تو پھر ایمان اور یقین کس کے اندر تلاش کیا جائے گا؟

(۳) اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا (۲۲/۲۰۱)

بیشک قیامت کا زلزلہ بڑی چیز ہے۔ جس دن تم اس کو دیکھو گے

Marfat.com

کہ اس دن ہر دودھ پلانے والی اپنے بچّے کو جسے اس نے دودھ پلایا
ہے بھول جائے گی اور ہر حمل والی اپنا حمل جن دے گی۔

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ قیامت کا زلزلہ اس قدر ہولناک ہوگا کہ اس کو دیکھتے ہی دودھ پلانے والیاں اپنے بچّوں کو بھول جائیں گی اور حمل والیوں کے حمل مارے خوف کے گر جائیں گے۔ لیکن اس کی تفسیر روایت میں یوں ہے کہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجلّ قیامت کے دن
آدم سے کہے گا کہ تم اپنی ذرّیت میں سے جہنم کا حصّہ نکالو، وہ
کہیں گے کہ کس قدر؟ جواب ملیگا کہ ایک ہزار میں سے ۹۹۹
اس وقت حمل والیوں کے حمل گر جائیں گے۔

یہ خلاصہ ہے بخاری کی روایت کا اور یہی ترمذی میں بھی ہے مگر یہ تفسیر قرآن کے بالکل منافی ہے کیونکہ قرآن میں ذہول اور وضع حمل کی علت زلزلہ کی ہولناکی ہے اور اس روایت میں جہنم کا حصّہ نکالنے کے حکم کی گرانی۔ قرآن میں اس کا وقت ہے "یوم ترونہا" جس دن تم زلزلہ کو دیکھو گے اور روایت میدانِ قیامت میں محاسبہ کا وقت اس کے لئے معیّن کرتی ہے جہاں کسی زلزلہ کا ثبوت نہیں۔

پھر یہ میدانِ قیامت میں ہر قسم کے مونث جان داروں میں حمل کس وقت کے ہوں گے جو گریں گے اور وہاں ان کے اسقاطِ حمل کی غرض وغایت

Marfat.com

کیا ہوگی؟ اس کو مجازاً محض شدتِ خوف کا استعارہ سمجھا جائے تو جب حقیقی معنی بن سکتے ہیں تو مجازی معنی لینے کی کیا ضرورت ہے؟

آیت سے ذہن جس امر کی طرف متبادر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ حالت دنیا میں نفخ صورِ اوّل کے وقت ہوگی، جب آسمان پھٹ جائے گا، ستارے ٹوٹ پڑیں گے، زمین میں بھونچال آئے گا اور شور برپا ہوگا، لیکن یہ روایت اس کو نفخِ صورِ دوم کے بعد میدان قیامت کا حال قرار دیتی ہے جو آیت کے سراسر خلاف ہے، اس لئے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہرگز نہیں ہو سکتا۔

(۳) وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ (۱۷:۱۰۱)

اور ہم نے موسیٰ کو نو کھلی ہوئی نشانیاں دیں۔

اس کی تفسیر روایت کے ساتھ اس طرح کی گئی ہے:

ایک دفعہ آنحضرت تشریف فرما تھے۔ سامنے سے دو یہودی گذرے ایک نے دوسرے سے کہا کہ چلو اس پیغمبر سے کچھ سوال کریں۔ دوسرے نے کہا کہ پیغمبر نہ کہو، سن لیگا تو اس کی چار آنکھیں ہوجائیں گی (یعنی خوش ہوگا) اس کے بعد وہ آپ کی خدمت میں آئے اور دریافت کیا کہ موسیٰ کو نو آیتیں کونسی دی گئی تھیں؟ آپ نے فرمایا وہ یہ ہیں کسی[1] کو خدا کا شریک نہ بناؤ، زنا[2] نہ کرو، کسی[3] بے گناہ کو قتل نہ کرو، چوری[4] نہ کرو، جادو[5] نہ کرو، کسی[6] حاکم کے پاس بے جرم کی چغلی نہ کھاؤ۔

Marfat.com

سود نہ کھاؤ، کسی پاک دامن پر تہمت نہ لگاؤ اور میدانِ جہاد سے
نہ بھاگو (اس نویں حکم میں راوی کو شک ہے) اور خاص تمہارے
لئے اے یہود! دسواں حکم یہ ہے کہ سبت کے دن زیادتی نہ کرو۔ یہ
سن کر دونوں یہودیوں نے آپ کے دست و پا کو بوسہ دیا۔

یہ حدیث جامع ترمذی، مسند امام احمد، نسائی، ابن ماجہ اور ابن جریر میں ہے۔

حضرت موسیٰ کے تسع آیات کی تفسیر توریت کے احکامِ تسعہ کے ساتھ جو اس حدیث میں کی گئی ہے اور جس کو امام ترمذی نے "حسن صحیح" کہا ہے، نہ صرف یہ کہ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ قرآن کی رو سے اس کا صحیح ہونا ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ یہ نو نشانیاں حضرت موسیٰ کو اس وقت ملی تھیں جب مدین سے مصر جاتے ہوئے اللہ نے ان کو فرعون اور اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا تھا اور اس وقت تک نہ توریت نازل ہوئی تھی اور نہ اس کے احکام عشرہ تھے۔ ان دونوں باتوں کی تصریح قرآن میں موجود ہے۔ سورۂ نمل میں ہے:

فِي تِسْعِ آيَاتٍ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهِ (۲۷/۱۲)

نو نشانیاں لے کر فرعون اور اس کی قوم کی طرف

پھر سورۂ اعراف میں حضرت موسیٰ کا قصہ تفصیل کے ساتھ بیان کر کے ان نشانیوں کو گنا دیا ہے، یعنی عصا[۱]، یدِ بیضا[۲]، قحط[۳]، نقصِ ثمر[۴]، طوفان[۵]، ٹڈی[۶]

جوئیں، مینڈک اور خون۔

اس کے مدتوں بعد حضرت موسیٰؑ اللہ کے حکم سے بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر نکلتے ہیں۔ فرعون معہ اپنے لشکر کے ان کا پیچھا کرتا ہے اور سمندر میں غرق ہوتا ہے اور حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کو لئے ہوئے کوہِ طور کی طرف آتے ہیں۔ وہاں اللہ ان کو میقات پر بلاتا ہے اور بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے توریت عطا کرتا ہے۔

یٰمُوسٰی اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ عَلَی النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَبِكَلَامِیْ فَخُذْ مَآ اٰتَیْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ۔ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِی الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِیْلًا لِّكُلِّ شَیْءٍ۔ (۷/۱۴۴-۱۴۵)

اے موسیٰ! میں نے تجھ کو اپنے پیغامات اور اپنی ہم کلامی کے لئے لوگوں پر چن لیا، سو جو کچھ میں تجھ کو دیتا ہوں لے اور شکر کر اور ہم نے اس کے لئے تختیوں پر ہر قسم کی نصیحت اور ہر شے کی تفصیل لکھ دی۔

علاوہ بریں اس روایت میں سود نہ کھاؤ، جادو نہ کرو، میدانِ جہاد سے نہ بھاگو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے احکامِ عشرہ میں سے گنائے گئے ہیں حالانکہ ان تینوں میں سے ایک بھی ان میں سے نہیں ہے۔ احکامِ عشرہ یہ ہیں:

Marfat.com

تیرے آگے تیرا کوئی دوسرا خدا نہ ہو، تو خداوند اپنے خدا کا نام بے سبب نہ لے (جھوٹی قسم نہ کھا) سبت کے دن کو یاد رکھ، اپنے باپ اور ماں کو عزت دے، خون نہ کر، زنا نہ کر، چوری نہ کر، اپنے ہمسایہ کی جورو کو مت چاہ، اپنے ہمسایہ پر جھوٹی گواہی نہ دے، اپنے ہمسایہ کے کسی مال کا لالچ نہ کر (تورات سفر استثنا ۵-۶)

---

(۴) بدقسمتی سے مسلمانوں میں عہدِ صحابہ ہی میں ابوبکرؓ و علیؓ کے جھگڑے پیدا ہو گئے تھے جس کی وجہ سے اشخاص کے مناقب قرآنی آیات سے بھی نکالنے کی کوشش ہونے لگی تھی۔ چنانچہ بہت سی آیتوں کی تفسیر ایسی روایتوں کے ذریعہ سے کی گئی ہے جن سے معتقد علیہ شخصیتوں کے فضائل ثابت ہوں۔ سورۂ حج میں ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ (۲۲/۱۸-۱۹)

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں وہ اللہ ہی

کو سجدہ کرتے ہیں اور سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور
درخت اور جاندار اور بہت سے آدمی اور بہتوں پر عذاب کا
فیصلہ ہو چکا ہے اور جس کو اللہ ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے
والا نہیں۔ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ یہ دو فریق ہیں جنھوں نے
اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا ہے۔

آیت میں "ھٰذانِ" کا مشارٌ الیہ موجود ہے کہ بنی نوع انسان میں بہت سے ایسے ہیں جو اپنے رب کو سجدہ کرتے ہیں اور بہت سے نہیں کرتے۔ یہ دو فریق ہیں کہ ان میں باہمی نزاع رب کے بارے میں ہے مگر روایت یہ کہتی ہے کہ

یہ آیت جنگِ بدر میں حضرت علیؓ اور حمزہؓ اور عبیدہؓ کے متعلق
نازل ہوئی جو شیبہ اور عتبہ اور ولید کے مقابلے کے لئے گئے تھے۔

مشکل یہ ہے کہ سورۂ حج مکی ہے اور جنگِ بدر مدینہ میں ہوئی۔ اس لئے یہ شانِ نزول کیسے ہو سکتا ہے، لیکن چونکہ یہ روایت بخاری میں ہے اس وجہ سے علامہ جلال الدین سیوطی کو "ھٰذان" سے تین اور جامع البیان کو چھ آیتوں کو مدنی قرار دینا پڑا۔ متاخرین نے پورے سورہ کو مدنی کہہ دیا چنانچہ وہ مصاحف میں مدنی ہی لکھا جاتا ہے۔

اذنِ قتال سے جو اس سورہ میں مسلمانوں کو دیا گیا ہے یہ خیال

Marfat.com

ہوسکتا تھا کہ یہ مدنی ہے۔ کیونکہ یہ اجازت مدینہ ہی میں مل سکتی تھی مگر جامع ترمذی میں روایت ہے کہ یہ اجازت مکہ سے نکلتے وقت ملی۔ اس لئے اس بنیاد پر بھی اس سورہ کو مدنی کہنا صحیح نہ ہو گا۔ بالفرض اگر یہ آیات مدنی بھی ہوں تو قرآن سے عدول کرنا جس میں "ھذان" کا مشارالیہ مذکور ہے۔ کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟

(۵) "کَمَا بَدَأْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُہٗ" کے تحت میں صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میری امت کے کچھ لوگ لائے جائیں گے، جن کو فرشتے بائیں جانب لے جائیں گے (یعنی جہنم میں) میں کہوں گا کہ اے میرے رب! یہ تو میرے اصحاب ہیں۔ جواب ملے گا کہ تم نہیں جانتے کہ تمہارے بعد انھوں نے کیا کچھ کیا ہے۔ تب میں وہی کہوں گا جو نیک بندے (عیسیٰؑ) نے کہا تھا کہ میں جب تک ان میں رہا ان کا نگراں تھا۔ جواب ملے گا کہ جب سے تم نے ان کو چھوڑا یہ برابر مرتد رہے۔

یہ روایت صحیح نہیں ہوسکتی کیوں کہ

(۱) اس تفسیر کا آیت سے کوئی تعلق ظاہر نہیں ہوتا۔

(۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو غائر نظر سے دیکھنے کے بعد ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے صحابہؓ کے متعلق اس قسم کی غیر ضروری

Marfat.com

پیشین گوئی کریں۔

(۳) عہدِ صدیقی میں بدوی عربوں میں جو ردّت منع زکوٰۃ کی پھیلی تھی وہ اس سے مراد نہیں ہو سکتی، کیونکہ وہ ایک فوری ہنگامہ تھا جس کو صحابہ کرام نے چند مہینوں میں دبا دیا اس کی نسبت یہ نہیں کہا جا سکتا کہ "ما زالوا مرتدین علےٰ اعقابھم منذ فارقتہم" جب سے تم نے ان کو چھوڑا ہے یہ برابر آخر دم تک مرتد رہے۔

اصلیت یہ ہے کہ حضرت علیؓ کو خلیفہ بنانے کی وجہ سے ان کے طرف دار صحابہ کرامؓ کے مخالف ہو گئے، یہاں تک کہ ان کے یہاں یہ روایت موجود ہے کہ "جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا تو بجز پانچ کے جملہ مرتد ہو گئے" اور ان کا اعتقاد ہے کہ وہ ہمیشہ مرتد رہے۔ بخاری کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنی زندگی ہی میں ان کے ارتداد کی پیشین گوئی فرما دی تھی جس سے دشمنانِ صحابہؓ کی مزید تائید ہو رہی ہے۔ اس لئے ہم اس روایت کو جس کی وجہ سے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کو مرتد اور جہنمی قرار دینا پڑتا ہے صحیح نہیں مان سکتے۔

(۴) قَالُوٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ ھٰذَا بِاٰلِھَتِنَا يٰٓاِبْرٰھِيْمُ۔ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُھُمْ ھٰذَا فَاسْئَلُوْھُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ (۲۱/۶۲-۶۳)

Marfat.com

بُت پرستوں نے پوچھا کہ اے ابراہیمؑ! کیا تو نے ہمارے بتوں کے
ساتھ یہ کیا ہے؟ (ابراہیمؑ نے) کہا بلکہ اس بڑے (بُت) نے کیا ہے
ان (ٹوٹے ہوئے بتوں) سے پوچھو اگر بول سکتے ہوں

اس کی تفسیر میں حضرت ابوہریرہؓ سے امام ترمذی نے روایت کی ہے کہ
ابراہیمؑ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا مگر تین بار۔ انھوں نے کہا کہ میں بیمار
ہوں حالانکہ بیمار نہ تھے اور (اپنی بیوی) سارہؓ کو بہن بتایا۔ پھر
بتوں کو خود توڑا اور جب بُت پرستوں نے پوچھا تو کہا کہ اس بڑے
بُت نے توڑا ہے۔

یہ روایت قرآن کریم کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ اس میں حضرت ابراہیمؑ کے
متعلق ہے:

إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا۔ (۱۹/۴۱)

حقیقت یہ ہے کہ وہ نہایت سچے نبی تھے۔

اللہ جس کو تحقیق کے ساتھ سچا قرار دے یہ کیسے ممکن ہے کہ رسولِ اعظم صلی اللہ
علیہ وسلم جو اسی کی اولاد اور اسی کی ملت کے پیرو تھے، اس کو کاذب کہیں؟
یہ تین کذب ابراہیمؑ کے جو بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے حضرت سارہ کو بہن
بتلانے کا واقعہ قرآن میں نہیں ہے اور جس طرح پر یہ قصہ بیان کیا
جاتا ہے اس سے صاف طور پر اس کا مجعول ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ دوسرا

Marfat.com

جھوٹ کہ انہوں نے کہا کہ میں بیمار ہوں تو کیا بیماری کوئی ایسی چیز ہے جو انسان میں نادر و نایاب ہے؟ ہزارہا قسم کی چھوٹی بڑی بیماریاں ہیں جن سے کمتر کوئی انسان خالی ہوتا ہے۔ اگر اس وقت جبکہ مشرک ان کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتے تھے، انھوں نے اپنی بیماری کا عذر کیا تو اس کو کذب قرار دینے کی کیا دلیل ہے؟ تیسرا جھوٹ کہ انھوں نے بتوں کو خود توڑا اور الزام لگایا بڑے بت پر۔ تو یہ طریق معرض بحث میں مخالفوں کو ساکت کرنے کے لئے اختیار کیا تھا جس سے بہتر احقاقِ حق کی اور کوئی صورت نہ تھی۔ چنانچہ اس کو مشروط کرکے اس طرح فرمایا کہ یہ بڑے بت کا فعل ہے۔ اگر یہ بت بول سکتے ہوں تو ان سے پوچھ دیکھو۔ جس کو سُنکر مشرکوں نے کچھ دل میں سمجھا اور سر جھکا لیا اور کہا کہ تمہیں تو یہ معلوم ہے کہ یہ بولتے نہیں، اس لئے اس قول کو دنیا میں کوئی صاحبِ عقل جھوٹ نہیں کہہ سکتا۔ امام رازیؒ نے اس کو اپنی تفسیر میں اصولِ مناظرہ کے لحاظ سے معارضہ قرار دیا ہے اور پانچ وجوہ سے ثابت کیا ہے کہ یہ جھوٹ نہیں ہے۔ آخر میں یہ بھی کہا ہے کہ بجائے ایک صدیق نبی کے اس روایت کے راویوں کو جھوٹا کہنا زیادہ آسان ہے۔

(۷) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَىٰ فَبَرَّأَهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا۔ (۳۳/۶۹)

۵۰۸۸

Marfat.com

اے مومنو! تم ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جنھوں نے موسیٰؑ کو اذیت دی، سو اللہ نے اس کو ان کی تہمت سے بری کر دیا۔

اس کی تفسیر میں جامع ترمذی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰؑ بڑے حیادار تھے، اس طرح جسم کو چھپاتے رکھتے تھے کہ کوئی حصہ اس کا دکھائی نہیں دیتا تھا۔ بنی اسرائیل کے لوگوں نے ان کو ستانا شروع کیا اور کہا کہ یہ اس قدر جو اپنے بدن کو چھپاتے رکھتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو برص یا اسی قسم کی کوئی بیماری ہے۔ اللہ نے چاہا کہ موسیٰؑ کو ان کی تہمت سے بری کرے۔ سو موسیٰؑ ایک دن تنہائی میں اپنے کپڑوں کو ایک پتھر پر رکھ کر غسل کرنے لگے۔ جب فارغ ہوتے اور کپڑے لینے کو اس کی طرف بڑھے تو پتھر ان کے کپڑوں سمیت بھاگا۔ موسیٰؑ لٹھ لے کر اس کے پیچھے دوڑے یہ کہتے ہوئے کہ اے پتھر! میرے کپڑے، اے پتھر! میرے کپڑے یہاں تک کہ بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں پہنچ گئے۔ انہوں نے ان کو برہنہ دیکھ لیا اور ان پر ظاہر ہو گیا کہ وہ ساخت میں سب سے بڑھ کر حسین تھے۔ اس طرح اللہ نے ان کے الزام سے موسیٰؑ کو بری کر دیا۔ اس جگہ پر پہنچکر پتھر رُک گیا۔ موسیٰؑ نے اپنے کپڑے لے کر پہنے۔ پھر پتھر کو لٹھ سے مارنے لگے۔ اللہ کی قسم اس میں ان کی لاٹھی کے نشانات ہیں۔ تین، چار یا پانچ۔

اس روایت میں غور کرنے کے قابل یہ امر ہے کہ راوی قسم کھا کر بیان کرتا ہے

Marfat.com

کہ پتھر میں ان کی ضرب کے نشانات ہیں، اس جزم ویقین کے ساتھ کہ گویا اس نے خود مارتے دیکھا ہے اور یہ اس کے سچے ہونے کی نشانی نہیں ہے۔ علاوہ بریں پتھر بے جان، بے ارادہ اور غیر متحرک شے ہے۔ اس کا کپڑوں کو لے کر بھاگنا ایک معجزانہ امر ہوگا، جو منجانب اللہ ہی ہوسکتا ہے اور یہ چیز حضرت موسیٰؑ جیسے اولوالعزم رسول پر مخفی نہیں رہ سکتی تھی۔ پھر اس کو لٹھ مارنے کے کیا معنی؟ غرض امارات کذب اس روایت میں واضح ہیں۔

(۸) "وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ" کی تفسیر میں

جامع ترمذی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ کسی نے سوال کیا کہ وہ کون لوگ ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ پھر اپنا ہاتھ سلمان (فارسی) کے اوپر رکھا اور فرمایا کہ قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر ایمان ثریا پر بھی معلق ہو تو اس کی قوم میں ایسے لوگ ہوں گے جو اس کو پالیں گے۔

پھر آیت ذیل کی تفسیر میں ہے:

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ (۴۷ ۳۸)

اور اگر تم پیٹھ موڑو گے تو تمہارے سوا کسی اور قوم کو اللہ تمہارے عوض میں بدل لے گا۔

Marfat.com

یعنی اے اہلِ عرب! اگر تم اللہ کے اُن فرائض کی تبلیغ وغیرہ میں جو اس نے تمہارے ذمے عائد کئے ہیں اور جن کی ادائیگی کی وجہ سے تم کو "خیر اُمت" کا لقب دیا ہے، کوتاہی کرو گے تو وہ تم کو چھوڑ کر کسی دوسری قوم کو امام الاقوام بنا دے گا جو ان فرائض کو اچھی طرح ادا کر دے گی۔ امام ترمذی حضرت ابوہریرہؓ کی روایت لکھتے ہیں کہ

لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ کس قوم کو اللہ ہماری جگہ چن لیگا۔

آپ نے سلمانؓ کے مونڈھے پر ہاتھ مار کر فرمایا "اس کی قوم کو،

اس کی قوم کو"

ان روایات سے اہلِ فارس کے ایمان کی پختگی، ان کی دماغی برتری اور ذہنی فوقیت کی سند رسول اللہؐ کی زبان سے مہیّا کرنا مقصود ہے کیونکہ وہی خلافتِ عباسیہ میں جملہ مناصبِ حکومت پر قابض تھے اور رواۃِ حدیث بھی زیادہ تر عجم ہی سے تھے۔

(۹) جب یہ آیت نازل ہوئی: یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ (۳۳/۵۶) اے مومنو! نبی پر درود بھیجو اور سلام تو حضرت بشیر بن سعدؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہم کس طرح آپ کے اوپر درود بھیجا کریں؟ آپ نے دیر تک سکوت کیا۔ پھر فرمایا کہ کہو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی

Marfat.com

اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ (اِلیٰ آخرہ) یہ وہی درود ہے جس کو مسلمان نمازوں میں پڑھا کرتے ہیں۔

ہر چند کہ یہ روایت صحیح بخاری اور جامع ترمذی دونوں میں ہے لیکن بوجوہِ ذیل قرآن اور اسلام دونوں کے سراسر منافی ہے اور کبھی قولِ رسول نہیں ہو سکتی۔

(۱) قرآن میں صرف نبیؐ پر درود بھیجنے کا حکم ہے نہ کہ ان کی آل پر۔

(۲) اللہ نے فرمایا ہے:

ھُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُہٗ لِیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَکَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا (۳۳/۴۳)

وہی ہے جو تمہارے اوپر درود بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی، تاکہ تم کو تاریکیوں سے روشنی میں نکالے اور وہ ایمان والوں پر مہربان ہے۔

جب اللہ اور اس کے فرشتے تمام مومنوں پر درود بھیجتے ہیں تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ اس کا نبی جو رحمۃ للعٰلمین ہے، صرف اپنی ہی آل پر درود بھیجے اور اُمت کو اسی کی تعلیم دے جائے۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود حکم دیا گیا ہے کہ وہ صدقہ دینے والے مومنوں پر درود بھیجیں۔ اس میں کسی خاندان کی تخصیص نہیں ہے۔

وَصَلِّ عَلَیْھِمْ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ (۹/۱۰۳)

Marfat.com

(تو ان کے اوپر درود بھیج کیونکہ تیرا درود اُن کے لئے سکون (قلب) ہے)

(۴) اس درود میں "آلِ محمدؐ" کوئی استثنا نہیں ہے، حالانکہ ان میں بیشتر ایسے لوگ ہیں جو اپنے اماموں کو معصوم سمجھتے ہیں اور صحابہ کرام پر جن کے اوصاف قرآن میں اور جن کے اسلامی کارنامے دنیا میں روشن ہیں، تبرا بھیجتے ہیں۔ یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ ایسے تبرائیوں پر ہم درود بھیجیں۔

(۵) یہ درود سراسر خاندان پرستی ہے جس سے اسلام کا دامن بالکل پاک ہے اللہ نے مقبولیت کی بنیاد نسل اور خون پر نہیں بلکہ ایمان اور عملِ صالح پر رکھی ہے جس کے لئے کوئی کنبہ یا قبیلہ مخصوص نہیں۔ یہود جو اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہتے تھے، ان کا گھمنڈ توڑنے کے لئے صاف کہہ دیا کہ تم نہ اس کے بیٹے ہو نہ محبوب، بلکہ اس کے پیدا کئے ہوئے جیسے اور انسان ہیں ویسے ہی تم بھی ہو۔

قرآن کے حکم کی تعمیل صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے سے ہو جاتی ہے۔ اس میں آلِ محمدؐ کا اضافہ یقیناً اس وقت ہوا ہے جبکہ بنی اُمیہ کے تغلب سے بنی ہاشم سلطنت سے محروم ہو کر دین کی راہ سے مسلمانوں کے دلوں میں اپنی عظمت قائم کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

بعض سادہ دل مسلمانوں نے آل کے معنی کو وسعت دے کر تمام اُمت

Marfat.com

پھیلانے کی کوشش کی ہے اور قرآن کریم کے لفظ "آلِ فرعون" نیز ایک حدیث سے جس کو وہ روایت کرتے ہیں کہ "من اتبعنی فھو اٰلی" (جو بھی میری پیروی کرے وہ میری آل ہے) سند لاتے ہیں لیکن امام شافعیؒ نے حرملہ کی روایت سے آل کے معنی کو صرف بنی ہاشم و بنی مطلب پر محدود کر دیا ہے نیز دوسری حدیث لَا تَحِلّ صَدقۃ لمحمد ولا لِاٰل محمد (کوئی صدقہ نہ محمدؐ کے لئے حلال ہے نہ آلِ محمدؐ کے لئے) سے دیگر فقہا نے بھی اسی کی تائید کی ہے کیونکہ ان کے نزدیک صدقہ جن لوگوں پر حرام کیا گیا ہے وہ اولادِ ہاشم اور اولادِ مطلب ہی ہیں۔

ازواجِ مطہرات کو بھی اس میں داخلہ نہ ملتا، مگر حضرت عائشہؓ کی ایک حدیث مل گئی جس کی بدولت وہ ان میں شامل سمجھی گئیں یعنی کنا اٰل محمد نمکث شھر الا نستوقد نارًا۔ ہم آلِ محمدؐ پر مہینہ کا مہینہ گذر جاتا تھا کہ آگ جلانے کی نوبت نہیں آتی تھی۔ (بوجہ فقر کے)

الغرض آلِ محمدؐ کا مفہوم اس درود میں جمہور اہلِ اسلام کے خیال میں بنی ہاشم و بنی مطلب پر محدود ہے اسی لئے آلہ کہنے کے بعد وہ اصحابہ و ازواجہ وغیرہ کے الفاظ بڑھاتے ہیں۔ اگر آل سب کو شامل ہوتا تو اس کی کیا ضرورت تھی؟

(۱۰) قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ

Marfat.com

فِی الْقُرْبٰی (۴۲/۲۳)

کہہ دے کہ اس (تبلیغ) پر میں کوئی اجر تم سے نہیں مانگتا بجز رشتہ کے سلوک کے۔

حضرت ابن عباس نے اس کی تفسیر کی ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت جملہ بطون قریش میں تھی۔ اللہ نے آپ کی زبان سے اعلان کرایا کہ کہدو کہ میں تبلیغ قرآن اور تعلیم دین پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں، صرف رشتہ داری کا برتاؤ میرے ساتھ رکھو۔

امام ترمذی نے اس کو درج کرنے کے باوجود سعید بن جبیر سے نقل کیا ہے کہ:

"قربٰی" کے معنی اس آیت میں "آل محمدؐ" کے ہیں، یعنی میری تبلیغ کا اجر کچھ نہیں سوائے اس کے کہ میری اولاد کے ساتھ محبت رکھو۔

یہ بھی دراصل وہی پروپیگنڈا ہے اور قرآن کی سراسر تحریف۔ کیونکہ قرآن میں "اِلَّا الْمَوَدَّۃَ لِاَقْرَبَائِیْ" نہیں ہے بلکہ "اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی" ہے اور قربٰی کے معنی رشتہ کے ہیں، رشتہ داروں کے نہیں۔ عترت کی محبت لازمی گردانئے سے ان کو خلافت دینا بھی اُمت کا فریضہ ہو جاتا ہے اور یہی ان کا مقصود تھا۔

جامع البیان میں اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ کسی شخص کے دل میں ایمان اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ تم (یعنی عباس اور ان کی اولاد) کو اللہ و رسول کے لئے محبوب نہ رکھے۔

امام ترمذی نے ابواب التفسیر میں تو نہیں مگر کتاب المناقب میں اس کو درج کیا ہے۔ یہ روایت عباسی خلفاء کی محبت کو لازم گردانتی ہے جو بغداد میں حکمراں تھے۔ سوال یہ ہے کہ کیا اس مہبطِ وحی سے جو توحید کا منارہ دنیا میں بلند کرنے کے لئے آیا تھا، ایسا شرکیہ قول ممکن بھی ہے کہ جب کسی کے دل میں اپنے ہی جیسے دوسرے بے بس انسان کی محبت نہ ہو، اس وقت تک ایمان کا داخلہ ہی اس میں نہیں ہو سکتا؟ تعجب ہے کہ اُمتِ اسلامیہ کے بہترین افراد حضرات عشرہ مبشرہ و اصحاب بدر کے دلوں میں کیسے ایمان داخل ہو گیا کیونکہ اس وقت تک تو حضرت عباس جن کی محبت شرطِ ایمان کہی گئی ہے خود ہی ایمان نہیں لاتے تھے۔

(۱۱) ترمذی میں حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل کہتے تھے کہ جب فرعون غرق ہونے لگا اور ایمان لانا چاہتا تھا۔ کاش اس وقت اے محمدؐ تم مجھے دیکھتے کہ میں سمندر کی مٹی لئے ہوتے اس کے منہ

Marfat.com

میں ٹھونس رہا تھا اس خوف سے کہ کہیں یہ کلمہ نہ پڑھ دے اور
اس پر اللہ کی رحمت نہ آجائے۔

یہ روایت قرآنی تعلیمات کے خلاف ہے اس وجہ سے اس کا صحیح ہونا ممکن نہیں ہے کیونکہ

(۱) جبریلؑ ہر جگہ اللہ کی طرح موجود نہیں رہتے۔ قرآن میں صاف کہہ دیا گیا ہے کہ فرشتے بلا حکمِ الٰہی نہیں اُترتے (وما نتنزل الا بامر ربك)

(۲) جبریلؑ روح القدس ہیں، جن کا وظیفہ یہ ہے کہ انبیاءِ کرام کے پاس اللہ کے پیغامات پہنچائیں، نہ کہ کلمۂ حق سے روکنے کے لئے کسی کے منہ میں مٹی ٹھونسیں۔

(۳) فرشتے اپنے ارادہ یا جذبہ سے کوئی کام نہیں کرتے بلکہ "یفعلون ما یؤمرون" وہی کرتے ہیں جس کا ان کو حکم دیا جاتا ہے۔ اگر جبریلؑ کا یہ فعل بحکمِ الٰہی تھا تو پھر فرعون ان کے اوپر غالب کیوں رہا۔

کیونکہ قرآن میں تو تصریح ہے کہ اس نے کلمہ پڑھ دیا:

قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ (پ۱۱)

فرعون نے کہا کہ میں ایمان لایا کہ کوئی معبود نہیں بجز اس معبود کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لاتے ہیں اور میں مسلمان ہوں۔

Marfat.com

اور جبرئیلؑ کی ساری محنت اکارت گئی۔

(۱۲) وَإِنَّا لَنَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَنَحْنُ الْوَارِثُونَ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِينَ وَإِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ (۱۵/۲۳-۲۵)

اور ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہم ہی وارث ہیں اور ہم اگلوں کو بھی جانتے ہیں اور پچھلوں کو بھی جانتے ہیں۔ یہ تیرا رب ہی ہے جو ان کو حشر میں لائے گا۔

اس آیت کے سیاق وسباق پر نظر ڈالنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس میں اگلوں سے مُراد وہ لوگ ہیں جو پہلے گذر گئے اور پچھلوں سے وہ لوگ جو اُن کے بعد مرے یا مریں گے یہ سب کے سب اللہ کے علم میں ہیں جو ان کو قیامت کے دن میدانِ حشر میں جمع کرے گا۔ اسی مفہوم کی دوسری آیت میں ہے:

قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ لَمَجْمُوعُونَ إِلَىٰ مِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ (۵۶/۴۹-۵۰)

کہہ دے کہ اگلے اور پچھلے ضرور متعینہ دن کی میعاد پر جمع کئے جائینگے

لیکن جامع ترمذی میں روایت ہے حضرت ابن عباسؓ سے کہ:

ایک حسین ترین عورت (مسجد میں) رسول اللہؐ کے پیچھے نماز پڑھنے آیا کرتی تھی۔ صحابہ میں سے کچھ لوگ تو آگے کی صف میں بڑھ جاتے

Marfat.com

تھے تاکہ ان کو نہ دیکھیں، مگر کچھ لوگ پیچھے کی صف میں شریک ہوتے

تھے اور رکوع کی حالت میں بغل کے نیچے کی طرف سے اس کی طرف

جھانکتے تھے. اس پر اللہ نے یہ آیت اتاری کہ ہم تم میں سے اگلوں کو

بھی جانتے ہیں اور پچھلوں کو بھی جانتے ہیں۔

مستقدمین اور متاخرین کی ایسی تشریح اور صحابہ کرام پر ایسا الزام نہ صرف قرآن بلکہ عقل کے بھی منافی ہے۔

(۱۴) دو ایک مثالیں تفسیر بالروایت کی ایسی لکھتا ہوں جن کی خود دوسری حدیث مخالفت کرتی ہے۔ اسرار کی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ہم بیت المقدس میں

آئے تو جبریلؑ نے اپنی انگلی سے پتھر کی طرف اشارہ کیا۔ اس میں

سوراخ ہو گیا۔ براق کو اسی میں (غالباً رسی ڈال کر) باندھ دیا۔

اس کے دو ہی صفحہ کے بعد پھر امام ترمذی حضرت حذیفہ بن الیمان سے یہ روایت لکھتے ہیں کہ

لوگ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے براق کو باندھ دیا تھا۔ کیوں؟ کیا

اس لئے کہ بھاگ نہ جاتے، حالانکہ اس کو تو اللہ نے ان کے لئے مسخر

کر دیا تھا (یعنی نہ وہ بھاگ سکتا تھا نہ اس کو بھاگنے کی ضرورت تھی۔

Marfat.com

یہ دونوں حدیثیں امام ترمذیؒ کے بیان کے مطابق "صحیح" ہیں۔

(۱۴) جامع ترمذی میں حضرت ابوہریرہؓ سے ایک طویل روایت بیان کی گئی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمین سے آسمان تک پانچسو سال کی راہ ہے۔ پھر ہر آسمان سے دوسرے آسمان تک بھی اسی قدر فاصلہ ہے اور آسمان سات ہیں جن کے اوپر عرش ہے اس کا فاصلہ بھی ساتویں آسمان سے پانچسو سال کی راہ ہے۔ اسی طرح اس زمین کے نیچے زمین ہے پانچسو سال کی مسافت پر اور زمینیں بھی سات ہیں جن میں سے ہر ایک سے دوسری کا فاصلہ اسی قدر ہے۔ قسم ہے اللہ کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے کہ اگر تم میں سے کوئی رسّی زمین کے اسفل ترین طبقہ میں لٹکاتے تو وہ ٹھیک اللہ کے اوپر جا گرے گی۔ پھر آپ نے فرمایا ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ (الآیہ)

ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ کی یہ تفسیر کہ اللہ اُدھر سب سے اوپر عرش پر ہے اور اِدھر سب سے نیچے تحت الثریٰ میں، رسول اللہؐ کی نہیں ہو سکتی۔ رواۃ کو تو نہیں لیکن اس حدیث کے شارحین کو یہ احساس ہوا کہ اس سے اللہ کا تعدد لازم آتا ہے۔ چنانچہ خود امام ترمذی نے ان کی یہ توجیہ نقل کی ہے کہ وہ رسّی جو لٹکائی جائے گی، اللہ کی ذات پر نہیں بلکہ اللہ کے علم پر گرے گی، کیونکہ اللہ کی ذات تو ایک ہی ہے اور وہ قرآن کی تصریحات

Marfat.com

کے مطابق عرش پر ہے۔

مگر پھر بھی یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ کیا جب وہ رسّی لٹکائی جائیگی اور طبقہ در طبقہ زمینوں میں لٹکتی ہوئی گرے گی تو اللہ کا علم اس کو محیط نہ ہوگا؟ پھر تحت الثریٰ میں پہنچکر علمِ الٰہی پر گرنے کے کیا معنی؟

اب اس کے برخلاف ایک دوسری حدیث سُنئے کہ وہ بھی ترمذی میں ہے۔ حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک ۱۷یا ۲۷ یا ۳۷ سال کی راہ ہے اور سات آسمان ہیں جن میں سے ہر ایک سے دوسرے کا فاصلہ اسی قدر ہے۔ ساتویں آسمان کے اوپر ایک سمندر ہے جس کی گہرائی بھی اتنی ہی ہے۔ اس کے اوپر سات پہاڑی بکرے ہیں جن کے کھُروں سے گھٹنوں تک اسی قدر فاصلہ ہے۔ ان بکروں کی پشت پر عرش ہے جس کی موٹائی اسی قدر ہے۔

غالباً یہ "کَانَ عَرْشُہٗ عَلَی الْمَآءِ" کی تفسیر ہے اور چونکہ قرآن میں قیامت کے ذکر میں ہے کہ اس دن حاملینِ عرش آٹھ ہوں گے اس وجہ سے بکرے بھی سات ہی ہیں۔ یہ بکرے کس پہاڑ کے ہیں؟ ہم نے شروح حدیث میں اس کا نام بہت ڈھونڈا مگر نہ پایا۔

یہاں افسوس کے ساتھ اس حقیقت کا اظہار کرنا پڑتا ہے کہ یہ

Marfat.com

رواۃِ حدیث بجز روایت کشی کے اور کوئی علم کمتر جانتے تھے۔ امام ترمذیؒ نے ۲۷۹ھ میں وفات پائی جس سے تقریباً ایک صدی پہلے سے مسلمانوں میں ہیئت اور جغرافیہ کے فن رائج ہو چکے تھے۔ اگر انھوں نے ان کا مطالعہ کیا ہوتا تو ایسی روایتوں کو صحیح قرار دے کر درج کرنے کی جُرأت نہ کرتے۔

یہ ہے "مشتے نمونہ از خروارے" ان روایات کا جو تفسیر قرآن کے متعلق صحاح ستہ میں وارد ہوتی ہیں جن پر اہلِ سنت اگر ایمان نہیں تو اذعان ضرور رکھتے ہیں۔ اس سے نہ صرف تفسیری بلکہ ان کی دیگر روایات کے پایۂ اعتبار کا بھی اہلِ نظر اندازہ لگا سکتے ہیں۔

آخر میں یہ عرض ہے کہ دین ایک حقیقتِ ثابتہ ہے اور اس کو افسانہ بنا لینا روحانی موت۔ کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اہلِ تقویٰ اور اربابِ بصیرت انسانی باطل آرائیوں سے مُنہ موڑ کر قرآنِ حکیم کی طرف رُخ کریں جو سرتاسر زندگی ہے اور خالص حق نورِ مبین ہے اور انسانی تشریحات سے بے نیاز اور ہر زمانے میں ایک نیا عالم پیدا کر سکتا ہے:

مصلحت دیدِ من آنست کہ یاراں ہمہ کار
بگزارند و خمِ طرۂ یارے گیرند

Marfat.com

سازش

اور ــــــ بہت بڑی سازش

اسلام اپنے ساتھ ایک پیغامِ انقلاب لایا جس سے مفہوم یہ تھا کہ کوئی انسان کسی دوسرے انسان کا غلام بن کر نہ رہے۔ نہ جسمانی حیثیت سے نہ ذہنی اعتبار سے۔ اس انقلاب کا فطری نتیجہ دنیا سے ملوکیت اور پیشوائیت کی ہر نوع کا مٹ جانا تھا۔

محمد رسول اللہ والذین معہٗ کی انقلابی جماعت اس پیغام کو لے کر اٹھی اور ان قوتوں کی بدولت جو قرآنی نظام نے پیدا کر دی تھیں وہ چاروں طرف پھیل گئی اور جہاں تک ان کے قدومِ سعادت لزوم پہنچے ملوکیت اور پیشوائیت کی ہر نوع کی غلامی کا خاتمہ ہو گیا۔

ان خطوں میں جو اس انقلاب کی آماجگاہ بنے، سرزمینِ ایران کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ اس زمانے کے ایران کا شمار دنیا کی ممتاز ترین مملکتوں میں ہوتا تھا اور اُسے ایک قدیم تہذیب کا گہوارہ تصور کیا جاتا تھا۔ وہاں کے عوام کے لئے یہ انقلاب آیۂ رحمت تھا لیکن جن طبقات

Marfat.com

کے مفاد، ملوکیت اور پیشوائیت کے دامنوں سے وابستہ تھے، ان کے لئے یہ انقلاب پیغامِ موت تھا۔ وہ اس تبدیلی میں جس میں ان کا ایک ادنیٰ غلام ہمدوشِ کسریٰ ہو جاتا تھا، اپنی انتہائی ذلّت محسوس کرتے تھے اور پھر یہ ذلّت بھی اُن عربوں کے ہاتھوں جنھیں وہ ابھی تک "اونٹ کا دودھ پینے والے اور سوسمار کھانے والے" کہکر انتہائی نفرت کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے۔

اس تذلیل و تحقیر کے تصور سے ان کے سینوں میں انتقام کی آگ بھڑک اٹھی۔ انھوں نے تہیہ کر لیا کہ وہ اپنی ذلتوں کا بدلہ لے کر چھوڑینگے انھوں نے اچھی طرح محسوس کر لیا تھا کہ وہ میدانِ جنگ میں مسلمانوں کے حریف ہو نہیں سکتے۔ اس لئے انھوں نے اس انتقام کے لئے دوسرے میدان تلاش کرنے شروع کئے۔

انھوں نے سمجھ لیا تھا کہ مسلمانوں کی ساری قوت کا راز اس نظام میں پوشیدہ ہے جو قرآن نے قائم کیا تھا۔ لہٰذا انھوں نے فیصلہ کر لیا کہ کسی نہ کسی طرح اس نظام کو درہم برہم کر دیا جائے اور ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں کو قرآن سے مہجور کر دیا جائے تاکہ یہ دوبارہ اس نظام کی طرف آ ہی نہ سکیں۔ مسلمانوں سے الگ تھلگ رہ کر اس منصوبے میں کامیاب نہیں ہو سکتے تھے۔ لہٰذا وہ تسبیح بدست اور خرقہ بدوش ان کے اندر آئے۔ کوئی مساجد و مکاتب میں کوئی خانقاہوں اور ریاضت گاہوں میں۔

Marfat.com

ان کی خفیہ تدبیر یہ تھی کہ مسلمانوں میں پہلے یہ عقیدہ عام کر دیا جائے کہ اسلام کا سرچشمہ قرآن ہی نہیں بلکہ اس کے علاوہ بہت کچھ اور بھی ہے۔ اس سے ان کے لئے غیر اسلامی عناصر کو اسلام میں داخل کرنے کی راہیں کشادہ ہو جاتی تھیں۔ انھوں نے اس عقیدہ کو عام کیا اور اس کے ساتھ ہی روایات وضع کر دیں۔ ادھر روایات کو پھیلایا اور اُدھر انھیں مدوّن شکل میں جمع کرنا شروع کیا تاکہ یہ کتابیں آسانی سے قرآن کی جگہ لے لیں[1]۔

جب روایات کے یہ مجموعے دین قرار پا گئے تو انہی کی رو سے قرآن کی تفسیریں ہونی شروع ہو گئیں (ان سے پہلے قرآن کی کوئی مدوّن تفسیر مسلمانوں میں موجود نہ تھی) اور انہی سے مسلمانوں کی تاریخ مرتب ہونے لگی۔ تھوڑے عرصے کے بعد ہو یہ گیا کہ ہر غیر اسلامی عنصر کی سند "دین کے سرچشموں" سے ملنے لگی۔ جو کچھ تفاسیر میں لکھا تھا وہ خدا کا حکم قرار پا گیا۔ جو روایات میں تھا وہ سنتِ رسول اللہ بن گیا اور جو کچھ تاریخ نے پیش کیا وہ مسلکِ صحابہ کبارؓ و تابعینؒ وغیرہ کی شکل میں پیش ہو گیا۔ اس سے دین کے بنیادی تصورات کے ساتھ کیا کچھ ہوا اسے تو چھوڑیئے، خود نبی اکرمؐ کی سیرتِ طیّبہ اور صحابہ کبارؓ کی زندگیوں کے متعلق ان "مستند

---

[1] یہ سازش کا صرف ایک شعبہ تھا لیکن سب سے بڑا راستہ یہی تھا جس سے غیر اسلامی عناصر کو دین بنایا گیا۔

Marfat.com

اور مقدس" صحیفوں میں وہ کچھ بھر دیا گیا جس سے ہر دور میں بیسیوں نابکار نزدیم اور سینکڑوں دریدہ دہن راجپال پیدا ہوتے رہے۔ چونکہ ہمارے ہاں عام طور پر لوگوں نے ان کتابوں کو پڑھا نہیں ہوتا اور ان کی عقیدت صدیوں سے متوارث چلی آرہی ہے اس لئے جو کچھ ہم نے لکھا ہے وہ آسانی سے سمجھ میں نہیں آسکتا (بلکہ یوں کہئے کہ باور نہیں کیا جاسکتا) جب تک کوئی نمایاں مثال نہ پیش کر دی جائے۔ ہم محض اس مقصد کی خاطر دل پر ہزار جبر کر کے، ایک مثال پیش کرنے کی جرأت کرتے ہیں، ان تمام مقدس روحوں سے ہزار ہزار معذرت کے ساتھ، جو اس عجمی سازش کا نشانہ بنائی گئیں۔ اگرچہ واقعہ یہ ہے کہ ــــ ہمہ عالم گواہِ عصمتِ اوست!

کسی معاشرہ کی صلاحیت کے لئے جنسی تعلقات Sex.- RELaTions کا صحیح خطوط پر متشکل ہونا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ قرآن نے اس ضمن میں ایسے واضح اور غیر مبہم حدود مقرر کر دیئے جن سے جنسی لاقانونیت Sex-Anarchi کی جگہ معاشرہ میں صحیح اور متوازن نظم وضبط Order پیدا ہوگیا۔ اس نے جنسی تعلق کی ایک ہی صورت کو جائز قرار دیا جسے نکاح کہتے ہیں۔ اس کے سوا تمام دوسری شکلوں کو روک دیا۔ نکاح کے متعلق بھی ایسے ہی واضح خطوط اور حدود متعین کر دیئے

Marfat.com

جس سے نکاح اور عدم نکاح کی تمیز میں کوئی دشواری نہ رہے۔ قانونی طور پر نکاح ایک معاہدہ ہے جس کا انفساخ Cancellation صرف طلاق سے ہو سکتا ہے جس کی تمام تفاصیل قرآن میں موجود ہیں۔ معاشرتی طور پر یہ ایک اقرار نامہ ہے جس کی رو سے دو افرادِ انسانیہ ایک جوڑا (زوج) بنکر باہمی رفاقت اور توافق سے زندگی کی گاڑی کھینچنے کا تہیہ کرتے ہیں اور ایک چھوٹے سے پیمانے پر ایک محدود "مملکت" کے اندر قرآن کے نظامِ ربوبیت کو جاری و ساری کرنے کی ذمہ داری اپنے اوپر لیتے ہیں۔ یہ اہم فریضہ ادا ہو نہیں سکتا جب تک میاں بیوی کے تعلقات ایسے گہرے نہ ہوں کہ ان میں کوئی تیسری شخصیت حائل نہ ہو اور ایک دوسرے کا پورا پورا راز داں و ہمرنگ نہ ہو۔ قرآن نے اس کیفیت کو هن لباس لكم وانتم لباس لهن (وہ تمہارے لئے بمنزلہ لباس کے ہیں اور تم ان کے لئے) کے جامع الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ دوسری جگہ نفسیاتی طور پر اسے مودت اور رحمت کا نام لے کر پکارا ہے۔

ومن اٰیٰته ان خلق لكم من انفسكم ازواجا
لتسكنوا اليها وجعل بينكم مودة ورحمة ان
في ذالك لاٰيٰت لقوم يتفكرون (۳۰/۲۱)

اللہ کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تم ہی میں سے

Marfat.com

تمہارے رفیقِ حیات بنائے تاکہ تمہاری زندگی امن وسکون سے گذرے۔
اور اس کیلئے تم میں باہمی مودت اور رحمت پیدا کردی۔ ان سب باتوں میں
ایک صاحب فکر وتدبر قوم کے لئے (زندگی کے پُرسکون وکامران راستوں
کی) علامات ہیں۔

یہی ہے نقشہ اس گھر کا جس کے متعلق کہا ہے کہ وہ تمہارے لئے گوشۂ امن اور کاشانۂ
سکون ہونا چاہیے۔

وجعل منها زوجها لیسکن الیها (۷/۱۸۹)
(اسی نفس واحد سے) تمہارے رفیقِ زندگی بنائے تاکہ تمہیں سکون و
طمانیت حاصل ہو

حیاتیاتی نقطۂ نگاہ سے Biologically نکاح سے مقصود افزائشِ نسل
ہے جس کے لئے بیویوں کو حرث (کھیتی ۲/۲۲۳) سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اور
معاشی نظام کے سلسلہ میں میاں اور بیوی کو ایک دوسرے کے ترکہ میں حصہ دار
ٹھہرایا گیا ہے اور ایسا حصہ دار کہ سب سے پہلے انہی کا حصہ تقسیم ہوتا ہے ورنہ
حصصِ وراثت کی چُولیں ٹھیک نہیں بیٹھتیں[1]

---

[1] یہ ایک فنی سا مسئلہ ہے جس کے حل کا یہ مقام نہیں۔ اس وقت صرف اتنا بتا دینا کافی ہوگا کہ اس
اہم نکتہ کو نظر انداز کر دینے کا نتیجہ ہے کہ ہمارے مروجہ قانونِ وراثت میں مختلف حصّوں کی
حاصل جمع ایک (۱) نہیں آتی اور اس کیلئے انھیں "عول" کا مسئلہ وضع کرنا پڑا ہے۔

Marfat.com

یہ ہیں وہ حدود و قیود جن کے اندر جنسی تعلقات کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ ان کے باہر محض جذباتِ شہوانیہ کی تسکین کا ذریعہ۔ فلہٰذا ناجائز۔ ان حدود و قیود کو مختصراً پھر سامنے لے آئیے۔

(۱) تراضیٔ مابین سے۔

(۲) ایک ایسا معاہدہ جو صرف طلاق / خلع سے فسخ ہو سکتا ہے (یا موت سے)

(۳) جس کا مقصد افزائشِ نسل۔ عائلی زندگی میں "من تو شدم تو من شدی" کی کیفیت، باہمی محبت اور مودت، ایک دوسرے کی رفاقت باعثِ سکون و طمانیت اور اس طرح ایک چھوٹی سی وحدت Jnit میں قرآنی نظام کو مرتسم کرنا۔

(۴) جس میں اولاد کی تمام ذمہ داریاں اپنے سر لی جاتی ہیں۔

(۵) جس میں میاں بیوی ایک دوسرے کے ترکہ میں حصہ پاتے ہیں۔

اس کے برعکس جنسی تعلق کی ایک دوسری شکل ہے جس میں ایک آدمی اور ایک عورت باہمی رضامندی سے کسی قسم کے معاوضہ کے ساتھ ایک وقت یا ایک سے زیادہ اوقات کے لئے مباشرت کا معاملہ طے کر لیتے ہیں۔ اسے زنا کہا جاتا ہے۔ قرآن نے ان دونوں قسم کے تعلقات کو دو لفظوں میں بیان کیا ہے اور اس حُسن و خوبی اور جامعیت کے ساتھ کہ انسانی ذوق اور بصیرت اس ایجاز و اعجاز پر وجد کرنے لگ جاتے ہیں۔ اس نے کہا کہ مرد اور

Marfat.com

عورت کے جنسی تعلقات

محصنین غیر مسافحین (۴/۲۴)

ہونے چاہئیں یعنی محصنین نہ کہ مسافحین۔

حِصن کے معنی ہیں مستحکم چار دیواری سے گھری ہوئی محفوظ جگہ (قلعہ) لہٰذا محصنین کے معنی ہوتے قانونِ خداوندی کی مقرر کی ہوئی حدود وقیود سے گھرے ہوتے تعلقاتِ زناشوئی۔

سفح کے معنی ہیں "بہانا" پانی بہانا (دمِ مسفوح۔ بہتا ہوا لہو) لہٰذا مسافحین کے معنی ہیں وہ جنسی تعلق جس سے مقصود محض مادۂ شہوت کا بہانا ہو۔

احصان اور مسافحت کے اس بیّن فرق کو پیشِ نظر رکھئے اور پھر دیکھئے کہ قرآن نے کس خوبصورتی سے نکاح (مع اس کی تمام ذمہ داریوں کے) اور زنا میں واضح خط کھینچکر رکھ دیا ہے" محصنین غیر مسافحین" حدود وقیود میں گھرے ہوتے نہ کہ محض شہوانی مادہ کے بہانے کے لئے۔ حقیقت یہ ہے کہ نکاح اور زنا میں فرق ہی اتنا ہے ورنہ جہاں تک عملِ طبعی Physical Action کا تعلق ہے دونوں میں کچھ فرق نہیں۔

نبی اکرمؐ ساری دنیا کو مکارمِ اخلاق کی تعلیم دینے کے لئے مبعوث ہوتے تھے۔ صحابہؓ کی جماعت دستِ نبویؐ کی تربیت یافتہ تھی۔ لہٰذا اُس

Marfat.com

معاشرہ میں جنسی تعلقات کی ایک ہی صورت ممکن تھی، یعنی احصان کی شکل۔ وہاں مسافحت کی شکل تصور میں بھی نہیں آسکتی تھی۔ اس معاشرہ کے افراد وہ تھے جنہیں خود اللہ تعالیٰ ھم لفروجھم حافظون ([۲۳/۴]) کا سارٹیفکٹ عطا کرتا ہے[1]۔ لیکن اب دیکھئے کہ ہماری کتب احادیث و تفسیر ان حضرات (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے متعلق اس باب میں کیا بیان کرتی ہیں۔

شیعہ حضرات ایک مسئلہ کے قائل ہیں جسے متعہ کہا جاتا ہے۔ اسکے معنی ہیں کسی مرد اور عورت کا وقتی طور پر مباشرت کے لئے نکاح کر لینا اور اس عورت کو اس جنسی تعلق کا معاوضہ دے دینا۔ اس وقتِ معینہ کے گذر جانے کے بعد (خواہ وہ ایک ہی مباشرت کے لئے ہو) یہ "نکاح" خود بخود فسخ ہو جاتا ہے۔ اہل سنت والجماعت کے ہاں متعہ جائز نہیں ہے

سُنّی اور شیعہ (یا مسلمانوں کے دوسرے فرقوں) کے متعلق طلوعِ اسلام کا مسلک بالکل واضح ہے۔ وہ فرقہ بندی کو از رُوئے قرآن شرک سمجھتا ہے اور اس کی بنیاد شخصیت پرستی قرار دیتا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے خالص قرآن کی بنیادوں پر دین کا نظام قائم فرمایا تھا تو اُمت میں کسی فرقے کا وجود نہ تھا۔ آپ دیکھیں گے کہ ہر فرقہ کسی نہ کسی شخصیت تک جا کر رُک جاتا ہے۔

---

[1] اسی طرح مومن عورتوں کو بھی (والحافظات [۲۳/۴])

قوانینِ خداوندی (یعنی قرآن) تک نہیں پہنچیا[1]۔ لہٰذا طلوعِ اسلام کو اس سے بحث نہیں کہ اس باب میں سُنّی کیا کہتے ہیں اور شیعہ کیا! جس مقصد کے لئے ہم نے متعہ کا ذکر کیا ہے وہ کچھ اور ہے۔ ہم نے کہا یہ ہے کہ سُنّی حضرات متعہ کو ناجائز قرار دیتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک اس میں اور زنا میں صرف لفظی فرق ہے حقیقت دونوں کی ایک ہے۔ لہٰذا سُنّی اس امر کا تصور تک بھی نہیں کر سکتے کہ (معاذ اللہ) رسول اللہؐ متعہ کا حکم دے سکتے تھے یا صحابہ کبارؓ متعہ کیا کرتے تھے۔

لیکن دیکھئے کہ خود سُنّیوں کے ہاں کے مستند احادیث کے مجموعے اور تفسیر کی کتابیں اس باب میں کیا کہتی ہیں! شیعہ حضرات کے مجتہد سیّد علی نقی صاحب کا تصنیف فرمودہ ایک رسالہ ہے "متعہ اور اسلام" اس میں انھوں نے شروع سے اخیر تک سُنّیوں کی احادیث اور تفاسیر سے ثابت کیا ہے کہ متعہ کی اجازت خود رسول اللہؐ نے دی۔ صحابہؓ کا اس پر عمل رہا اور تابعین اور فقہائے مکہ اس کو بدستور جائز قرار دیتے رہے۔

پہلے وہ روایات دیکھئے جن میں بتایا گیا ہے کہ رسول اللہؐ نے خود متعہ

---

[1] جنھیں "اہلِ قرآن" کہا جاتا ہے وہ اس غلطی میں مبتلا ہیں کہ قرآن پر عمل انفرادی طور پر کیا جا سکتا ہے اس لئے وہ بھی قرآن کی تشریح و تفسیر کیلئے کسی نہ کسی فرد کی طرف ہی رجوع کر سکتے ہیں۔ حالانکہ قرآن ایک اجتماعی نظام قائم کرتا ہے جس میں قرآنی احکام کا نفاذ مرکزِ ملت کی طرف سے ہوتا ہے۔ ایسے نظام میں اطاعت قانون کی ہوتی ہے اشخاص کی نہیں۔

Marfat.com

کی اجازت دی تھی! کسے اجازت دی تھی؟ خود صحابہؓ کو!

سُنیوں کی سب سے معتبر کتاب بخاری شریف ہے جسے اصح الکتب بعد کتاب اللہ کا درجہ دیا جاتا ہے۔ اس میں (جلد دوم ص۷۵۹ مطبوعہ کرزن گزٹ پریس دہلی۔ وجلد سوم ص۱۴۶ مطبوعہ مصر) حسب ذیل حدیث آتی ہے۔

عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ ہم رسول اللہؐ کے ساتھ لڑائیوں پر جایا کرتے تھے اور ہمارے پاس کوئی سامان (اپنے مقتضائے فطرت کے پورا کرنے کا) نہ ہوتا تھا تو ہم نے کہا کہ ہم اپنے اعضائے شہوانی کو قطع نہ کرا دیں؟ حضورؐ نے ہمیں اس سے منع فرمایا پھر ہمیں اجازت دی کہ ہم عورتوں سے کسی کپڑہ (وغیرہ) کے عوض میں "نکاح" کر لیا کریں

بخاری کے بعد صحیح مسلم کا مرتبہ ہے۔ اس میں یہ روایت تین طریقوں سے آئی ہے۔ اس میں ایک جگہ "الی اجل" کا اضافہ ہے "یعنی رسول اللہؐ نے ہمیں اجازت دی کہ ہم ایک میعاد مقررہ کے لئے عورتوں سے کپڑے وغیرہ کے عوض نکاح کر لیا کریں۔" دوسری جگہ لکھا ہے کہ اس میں لڑائیوں کے زمانے کی تخصیص نہ تھی۔ (صحیح مسلم مطبوعہ مجتبائی دہلی۔ جلد ا ص۴۵۰)

جمع الفوائد (شیخ محمد بن محمد سلیمان سوسی مالکی مطبوعہ میرٹھ جلد ا ص۲۲۲) میں اس روایت میں اتنا فرق ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے کہا کہ ہم رسول اللہؐ کے ساتھ لڑائیوں پر جاتے تھے اور ہمارے ساتھ عورتیں

Marfat.com

نہیں ہوتی تھیں۔ اس پر حضورؐ نے مذکورہ بالا اجازت دی تھی۔ (یعنی ایک وقت معین کے لئے نکاح کی اجازت)

یہی روایت مسند امام ابی عبداللہ محمد بن ادریس شافعی مطبوعہ مصر صفحہ ۱۴۵ میں بھی ہے۔ نیز شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ نے منتقی الاخیار میں اس روایت کو متفق علیہ قرار دیا ہے اور صاحب کنز العمال (صفحہ ۲۹۵ ج ۸) نے لکھا ہے کہ امام طبری نے تہذیب الآثار میں اس کی تخریج کی ہے۔

دوسری حدیث صحیح بخاری (مطبوعہ دہلی جلد ۲ صفحہ ۷۶۷ و مصر جلد ۳ صفحہ ۱۵۰) میں یوں درج ہے:۔

> جابر بن عبداللہ اور سلمہ بن الاکوع کا بیان ہے کہ ہم ایک لشکر میں تھے کہ حضورؐ کا فرستادہ شخص ہمارے پاس آیا اور اس نے کہا کہ تمہیں اجازت دی گئی ہے کہ تم متعہ کرو۔ پس اب تم متعہ کر سکتے ہو۔

صحیح مسلم (صفحہ ۴۵۰) میں اس روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ حضورؐ کے منادی کرنے والے نے آکر اعلان کیا کہ تم لوگوں کو متعہ کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ دوسری روایت (مسلم صفحہ ۴۵۱) میں ہے کہ حضورؐ نے خود تشریف لا کر متعہ کی اجازت کا اعلان فرمایا۔

تیسری حدیث بخاری (مطبوعہ دہلی جلد ۱ صفحہ ۷۶۷ و مصر صفحہ ۱۵۰) میں

Marfat.com

یوں ہے:۔

سلمہ بن اکوع کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جو مرد و عورت آپس میں قرار داد کر لیں تو تین راتوں تک ان کی معاشرت کی میعاد ہونی چاہئے۔ اس کے بعد اگر وہ چاہیں تو اس مدت میں اضافہ کر لیں اور اگر چاہیں تو جُدائی اختیار کر لیں۔

صحیح مسلم (مطبوعہ دہلی ص۴۵۱) میں ہے کہ حضورؐ نے جنگ اوطاس والے سال تین دن کے میعادی متعہ کی اجازت دی۔ یہی روایت جمع الفوائد، سنن دارقطنی اور کنز العمال میں بھی ہے۔

اب ذرا اس کی تفصیل سُنئے۔ صحیح مسلم (مطبوعہ دہلی صفحہ نمبر ۴۵۱) میں ہے:۔

سبرۃ جہنی کی روایت ہے کہ حضورؐ نے متعہ کی اجازت دی تو میں اور ایک اور شخص بنی عامر کی ایک عورت کے پاس اکٹھے گئے اور اس سے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ اس نے اپنی اجرت کے متعلق دریافت کیا۔ میں نے کہا کہ میں اپنی چادر دوں گا۔ میرے ساتھی نے کہا کہ وہ اپنی چادر دے گا۔ اس کی چادر میری چادر سے اچھی تھی لیکن میں اس کی بہ نسبت جوان تھا۔ وہ عورت جب اس کی چادر کی طرف دیکھتی تھی تو اس کی طرف مائل ہو جاتی تھی اور جب میری طرف دیکھتی تو مجھے پسند کرتی۔ بالآخر اس نے کہا کہ تم اور تمہاری چادر میرے لئے کافی ہے۔ چنانچہ تین روز تک میں

Marfat.com

اس کے پاس رہا۔

غور فرمایا آپ نے کہ جناب امام مسلم نیشاپوری صحابہ کبارؓ کا کیا نقشہ کھینچ رہے ہیں! (استغفر اللہ، استغفر اللہ)

کنز العمال (جلد ۸ صفحہ ۲۹۴) میں سبرہ کی روایت ان الفاظ میں ہے کہ حجۃ الوداع میں

> جب ہم مکہ معظمہ پہنچے تو خانہ کعبہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی۔ پھر حضورؐ نے ہمیں عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی۔ ہم نے آکر عرض کیا کہ عورتیں متعہ کے لئے راضی نہیں ہوتیں جب تک کوئی میعاد مقرر نہ کی جائے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میعاد مقرر کر کے متعہ کر لو۔

آپ نے دیکھا کہ ہمارے راویوں کے بیان کے مطابق نبی اکرمؐ اپنے آخری حج میں صحابہؓ کو کیا تعلیم دے رہے ہیں۔ (اللہم اغفرلنا۔ اللہم اغفرلنا)

اہل سنت والجماعت حضرات کی مدافعت Defence یہ ہوتی ہے کہ حضورؐ نے بیشک متعہ کی اجازت دی تھی لیکن بعد میں اس کی ممانعت فرما دی تھی۔ یہ کہہ کر وہ اپنے جی میں خوش ہو لیتے ہیں کہ ہم نے اسلام کے ماتھے سے ایک بہت بڑے کلنگ کے ٹیکے کو دھو دیا، لیکن یہ سادہ لوح اتنا نہیں سمجھتے کہ جو رسولؐ (ان راویوں کے بیان

Marfat.com

کے مطابق) اپنی نبوت کے آخری سالوں تک متعہ جیسے فعل کی اجازت دیتے رہے، اس رسولؐ کے متعلق (معاذ اللہ معاذ اللہ) دنیا کیا رائے قائم کرے گی؟

ایک دلچسپ بات یہ بھی ہے کہ متعہ کی ممانعت کی جس قدر روایات ہیں ان میں ایسا تضاد رکھ دیا گیا ہے کہ سوچنے والا اُلٹے مخمصے میں پھنس جائے کہ یہ کیا پریشان کُن روایات ہیں۔ مثلاً کنز العمال (جلد ۸ صفحہ ۲۹۵) میں ایک ہی راوی (سبرہ جہنی) سے (جن کی روایت اوپر گذر چکی ہے کہ حضورؐ نے متعہ کی اجازت حجۃ الوداع میں دی تھی) تین مختلف روایات ہیں۔ جن میں سے

ایک میں ہے کہ حضورؐ نے خیبر کے دن متعہ سے ممانعت فرمائی۔

دوسری میں ہے کہ حضورؐ نے فتح مکہ کے دن ممانعت فرمائی۔ اور

تیسری میں ہے کہ آپؐ نے حجۃ الوداع میں ممانعت فرمائی۔

لیکن شرح مسلم نووی (مطبوعہ دہلی جلد ا صفحہ ۴۵) میں اسحٰق بن راشد کی روایت ہے کہ حضورؐ نے جنگ تبوک میں متعہ سے منع فرمایا۔

اندازہ فرمایا آپ نے کہ کس طرح کثرتِ تعبیر سے خواب کو پریشان کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس کا حل یہ سوچا گیا کہ یوں سمجھنا چاہیئے کہ متعہ ایک سے زیادہ مرتبہ جائز قرار دیا گیا اور ایک سے زائد مرتبہ اس کی ممانعت

Marfat.com

کی گئی ہے۔ چنانچہ امام مسلمؒ نے اس باب کا عنوان ہی یہ قائم کیا ہے۔

باب نکاح المتعۃ وبیان انہ ابیح ثم نسخ
واستقر تحریمہ الی یوم القیامۃ

باب نکاح متعہ اس امر کے بیان میں کہ وہ مباح تھا پھر منسوخ ہوا۔
پھر مباح ہوا اور اس کے بعد پھر منسوخ ہوا اور پھر قیامت تک کے
لئے اس کی حرمت قائم رہی۔

چلئے! ایک بات تو طے ہوئی کہ حضورؐ نے جب آخری بار متعہ کی ممانعت فرمادی تو پھر وہ قیامت تک کے لئے حرام ہوگیا۔

لیکن ٹھہریئے! اسی صحیح مسلم کے (جس نے اوپر لکھا ہے کہ حضورؐ کی زندگی میں متعہ قیامت تک کے لئے حرام ہوگیا) کچھ اوراق آگے اُلٹئے اور دیکھئے ان میں کیا نظر آتا ہے۔ جلد ۱ ص ۴۵۱ پر درج ہے:۔

عطا کی روایت ہے کہ جابر بن عبداللہؓ عمرہ کے ارادے سے مکہ معظمہ آئے تو ہم ان کی ملاقات کو گئے اور مختلف لوگوں نے ان سے سوالات دریافت کئے۔ پھر متعہ کا ذکر آیا۔ تو انھوں نے کہا کہ ہاں! ہم لوگوں نے عہد رسول اللہؐ اور عہد ابوبکرؓ اور عہد عمرؓ میں برابر متعہ کیا ہے۔

لیجئے! رسول اللہؐ اسے قیامت تک کے لئے حرام قرار دے چکے ہیں لیکن

Marfat.com

صحابۂ کبار رضؓ حضرت عمرؓ کے زمانے تک برابر متعہ کرتے جا رہے ہیں (معاذ اللہ!)

اسی مسلم میں دوسری روایت یوں ہے:-

ابوالزبیر کا بیان ہے کہ میں نے جابر بن عبد اللہؓ کو کہتے ہوتے سنا کہ ہم لوگ برابر ایک مٹھی بھر جو یا آٹے کے عوض میں متعہ کرتے رہے ہیں جناب رسالتمآبؐ کے زمانے میں اور پھر حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے عمرو بن حریث والے واقعے میں اس کی ممانعت کی۔

کنز العمال میں اس کی اجرت "ایک پیالہ بھر ستو" لکھی ہے۔ اس کی تائید فتح الباری (شرح صحیح بخاری) جلد ۹ ص۱۳۵ نے بھی کی ہے۔

کنز العمال (ص۲۹۴) میں اس کی تفصیل بھی ملاحظہ فرمائیے۔ تحریر ہے:-

ام عبد اللہ بنت ابی فتیحہ کی روایت ہے کہ ایک آدمی شام سے آیا اور ان کے مکان میں قیام کیا۔ اس نے کہا کہ بغیر عورت کے مجھے تکلیف ہے تم میرے لئے کوئی عورت تلاش کرو جس سے میں متمتع ہو سکوں۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نے اسے ایک عورت کا پتہ دیا اور اس نے اس سے متعہ کیا اور اس پر کچھ عدول لوگوں کی گواہیاں قرار دیں۔ پھر ایک طویل زمانے تک وہ اس کے ساتھ رہا اور اس کے بعد شام واپس چلا گیا۔ کسی نے حضرت عمرؓ کو اطلاع دی۔ انھوں نے مجھے بلوایا اور دریافت کیا کہ کیا یہ واقعہ صحیح ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ انھوں نے فرمایا کہ جب وہ پھر آئے تو مجھے اطلاع دینا جب وہ آیا تو میں نے حضرت عمرؓ کو اطلاع دی۔ انھوں نے اسے بلوا بھیجا

Marfat.com

اور کہا کہ یہ تم نے کیا کیا تھا؟ اس نے کہا کہ میں نے ایسا رسول اللہؐ کے سامنے کیا۔ انھوں نے منع نہیں کیا یہاں تک کہ حضورؐ کا انتقال ہو گیا۔ پھر حضرت ابا بکرؓ کے زمانے میں ایسا ہوا۔ انھوں نے بھی منع نہیں کیا۔ پھر خود آپ کے زمانے میں بھی ایسا ہوتا رہا۔ آپ نے بھی کوئی ممانعت نہیں فرمائی۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر میں پہلے ممانعت کر چکا ہوتا تو تمہیں سنگسار کر دیتا۔ اچھا اب جدائی اختیار کر لو تا کہ نکاح اور مسافحت (زنا) میں تمیز ہو سکے۔

ابھی تک تو صرف صحابہؓ (مردوں) ہی کا ذکر تھا۔ مندرجہ بالا روایت میں ایک صحابیہؓ کا ذکر بھی آ گیا کہ انھوں نے اس "کارِ خیر" میں کس قدر مدد کی! (یا اللہ! توبہ) لیکن اسی پر اکتفا تھوڑا ہے؟ ان "بزرگوں" کو ایران کی جنگ کے میدانوں میں جو چرکے لگے تھے ان کی آتشِ انتقام اس سے تھوڑی فرد ہو سکتی تھی اور جب تک اسلامی معاشرہ کے مردوں کے ساتھ ان کی عصمت مآب خواتینِ محترمہ کو بھی (معاذ اللہ، معاذ اللہ) سرِ بازار رسوا نہ کر لیتے انھیں کب چین پڑ سکتی تھی۔ دیکھئے کہ ان کے انتقام کا ہاتھ کہاں تک پہنچا ہے! لیکن اسے دیکھنے سے پہلے حیا سے کہتے کہ وہ آنکھیں بند کر لے۔ غیرت سے کہیے کہ وہ نگاہوں سے اوجھل ہو جائے۔ شرم سے کہیے کہ وہ اپنا منہ چھپا لے کہ اب ذکر آ رہا ہے حضرت ابو بکرؓ کی صاحبزادی، حضرت

Marfat.com

عائشۃ الصدیقہؓ کی بہن، حضرت زبیرؓ کی رفیقۂ حیات حضرت اسماء ذات النطاقین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا۔ یہ ذکر ہے قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی تفسیر مظہری (صلاکے) پر۔ وہاں لکھا ہے (توبہ۔ توبہ۔ نقل کفر کفر نباشد)

روی النسائی والطحاوی عن اسماء بنت ابی بکر

قالت فعلناها علیٰ عھد رسول اللہؐ

حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ رسول اللہؐ کے زمانے میں ہمارے ساتھ متعہ ہوا۔

اسی بناء پر جب حضرت اسماء کے بیٹے (عروہ) نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ "تم کو خدا کا خوف نہیں کہ تم متعہ کی اجازت دیتے ہو"۔ تو حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ اسئل امك یا عروہ "ذرا جاکر اپنی والدہ سے پوچھو"۔ (زاد المعاد ابن قیم۔ جلد ا صلا۲۱۹)

(یلیتنی مت قبل ھذا وکنت نسیًا منسیًا)

بہر حال۔ یہاں سے یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہؐ نے متعہ کی ممانعت کی تھی یا نہیں کی تھی لیکن حضرت عمرؓ نے اسے ضرور بند کر دیا۔ چنانچہ زاد المعاد (ابن قیم) جلد ا صلا۲۴۳) میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ "دو متعہ تھے جو رسول اللہؐ کے زمانے میں رائج تھے لیکن میں انھیں بند کرتا ہوں۔ ایک متعہ حج اور دوسرا عورتوں کے ساتھ متعہ" آپ کو اطمینان ہو گیا ہو گا کہ چلئے! حضرت عمرؓ

Marfat.com

کے زمانے ہی میں سہی۔ یہ لغویت تو ختم ہوئی۔ لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ سازش ہی کیا جو اس طرح ختم ہو جائے! ابھی سلسلہ آگے بھی چلتا ہے۔ چنانچہ فتح الباری (شرح صحیح بخاری) جلد ۹ صفحہ ۱۳۸ پر ہے۔

ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ ابن عباس کے تمام اصحاب جو اہل مکہ اور یمن سے تھے، جواز متعہ کے قائل تھے۔ ابن حزم نے کہا ہے کہ تابعین میں سے طاؤس اور سعید بن جبیر اور عطاء اور تمام فقہائے مکہ اسے جائز سمجھتے تھے۔

یہ ہیں وہ احادیث مقدسہ اور ہمارے ائمہ کے اقوال اُس متعہ کے متعلق جسے (اس روایت کی رو سے جو درج کی جا چکی ہے) خود حضرت عمرؓ نے مسافحت (زنا) قرار دیا تھا۔ ہمیں اس سے غرض نہیں کہ سُنّی حضرات مناظروں اور مباحثوں میں ان اعتراضات کا کیا جواب دیتے ہیں ہمیں تو صرف اس قدر دیکھنا ہے کہ یہ تمام روایات اور ان کی شرحیں سُنّیوں کی اپنی کتابوں کے اندر موجود ہیں۔ اور کتابیں وہ ہیں جنہیں رسول اللہ کی غیر متلو وحی کہا جاتا ہے جنہیں قرآن کے ساتھ قرآن کی مثل (مثلہٗ معہٗ) ٹھہرایا جاتا ہے۔ جن کی تعلیم سے ہمارے "علمائے کرام" کو سندِ فضیلت ملتی ہے۔ جن کے درس نمازوں کے بعد مسجدوں میں باعثِ سعادتِ کونین تصور کئے جاتے ہیں جنہیں مسلمان اس لئے سینے سے لگائے لگائے

Marfat.com

بھرتے ہیں کہ ان کے ذریعے سنت رسول اللہؐ اور سنتِ صحابہ کبارؓ کی اطاعت کی جاتی ہے۔ یہ سب کچھ ان کتابوں میں ہے!

لیکن ٹھہریئے۔ ابھی تک صرف روایات ہی ذریعۂ انتقام گیری تھا۔ قرآن سامنے نہیں آیا تھا۔ اب دیکھئے کہ اس سازش نے کس طرح قرآن کو بھی ساتھ ہی لپیٹنے کی کوشش کی۔ قرآن کے معاملے میں دشواری یہ تھی کہ اس کی حفاظت کا ذمّہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا تھا۔ نبی اکرمؐ نے سینکڑوں حفّاظ کو پورے کا پورا قرآن حفظ کرا لیا۔ انھیں خود قرآن سنایا۔ ان کا حفظ کردہ سنا۔ حفظ کردہ میں خصوصیت یہ تھی کہ ترتیب کے علاوہ اعراب اور تلفظ تک کی بھی جانچ پڑتال ہو جاتی تھی۔ حفظ کے ساتھ ہی قرآن کو باقاعدہ لکھوایا۔ اور اس طرح اسے مکمل کتاب کی صورت میں اور حافظوں کے سینے میں محفوظ کر کے امّت کو دیا۔ اور حجۃ الوداع میں ایک لاکھ صحابہ سے اس کی شہادت لے لی کہ قرآن ان تک پہنچ چکا ہے۔ لہٰذا ان سازش کرنے والوں کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ قرآن میں کسی قسم کا ردو بدل یا حک و اضافہ کر سکتے۔ اسی مشکل کے پیشِ نظر تو انھیں روایات کو دین بنانے کی ضرورت پڑی!

یہ لوگ قرآن میں ردو بدل تو نہیں کر سکتے تھے لیکن انھوں نے اس امر کی پوری پوری کوشش کی کہ کم از کم دلوں میں شبہ تو پیدا کر دیا جائے کہ قرآن بھی محفوظ شکل میں نہیں رہا۔ چنانچہ اس قسم کی روا

Marfat.com

اہل سنت والجماعت کے مستند مجموعہ ہائے احادیث ہیں موجود ہیں، کہ رسول اللہؐ کی وفات کے وقت قرآن کسی مدون شکل میں موجود نہ تھا حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں ایک کمیٹی بٹھائی گئی جس نے مختلف شہادات کی بناء پر قرآن کو کتابی شکل میں مدون کیا۔ کچھ یہاں سے لے کر، کچھ وہاں سے لے کر بعض آیات کے متعلق تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ کھجور کے پتوں پر لکھی ہوئی تھیں۔ ایک دن حضرت عائشہؓ کی بکری اندر چلی گئی اور ان پتوں کو کھا گئی۔ کہیں حضرت عثمانؓ کو جامع القرآن قرار دیا گیا اور قرآن کا نام مصحفِ عثمانی رکھ دیا۔ یہ اور اسی قسم کی اور کہانیاں وضع کر کے احادیث کے مقدس صحیفوں میں بھر دی گئیں۔ لیکن اس سے بھی یہ گنجائش نہیں نکلتی تھی کہ قرآن میں کہیں ردو بدل کیا جا سکے۔ لہٰذا اس کے لئے ایک اور تدبیر اختیار کی گئی۔ ایک حدیث وضع کی گئی کہ اُنزِلَ القراٰن علےٰ سبعۃ احرف (قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے) سات حرف یعنی چہ؟ اس کا مطلب یہ لیا گیا کہ قرآن سات قراتوں کے مطابق نازل ہوا ہے۔ بات پھر بھی صاف نہ ہوئی۔ اگر قرات سے مراد "قرآن پڑھنے کا انداز" تھا تو سات قراتوں کے نزول سے کیا مطلب ہوا؟ لیکن یہ سازش اتنی سطحی نہیں تھی کہ اس کی لم یونہی سامنے آجاتی۔ اس روایت کو جان بوجھ کر ایسا مبہم رکھا گیا تھا تاکہ اسے مختلف معانی

Marfat.com

پہنانے کی گنجائش رہے۔ اس کے ابہام کا یہ عالم ہے کہ امام سیوطیؒ نے اتقان میں لکھا ہے کہ اختلف فی معنی سبعۃ احرف علیٰ اربعین قولا "ان سات حرفوں کے معنی سمجھنے میں چالیس اقوال وارد ہوتے ہیں" ان "سات حرفوں" کو یہاں تک کھینچ کر لے گئے کہ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ "یہ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے۔ لہٰذا تم شوق سے خاطر خواہ پڑھو۔ کچھ مضائقہ نہیں۔ بیشک رحمت اور عذاب کی آیتوں میں ادل بدل نہ کرو"۔ یہ لوگ اس طرح زمین ہموار کرنے کے بعد آگے بڑھے۔ آپ نے تفسیر کی کتابوں میں دیکھا ہوگا متعدد آیات کے بعد لکھا ہوتا ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کی قرآت کی رو سے یہ آیت یوں آتی ہے اور حضرت ابن عباسؓ اس آیت کو یوں پڑھا کرتے تھے۔ یہ فرق قرآت کا نہیں ہوتا بلکہ الفاظ کا ہوتا ہے۔ قرآن میں ردو بدل کرنے کی یہ تدبیر بڑی لطیف اور غیر محسوس تھی اس لئے یہ فریب چل گیا

دام ہمرنگِ زمیں بود گرفتار شدیم

اس تمہید کے بعد دیکھئے کہ مسئلہ زیرِ نظر (یعنی متعہ) کے سلسلہ میں قرآن سے کس طرح سند لی گئی۔ سورۃ نساء میں نکاح کے تفصیلی احکام مذکور ہیں۔ وہاں ان عورتوں کا ذکر کرنے کے بعد جن سے نکاح حرام ہے فرمایا کہ ان کے علاوہ اور سب عورتوں سے نکاح جائز ہے بشرطیکہ تم ان کا مہر

Marfat.com

مقرر کرو اور انھیں نکاح میں لاؤ "محصنین غیر مسافحین" ان تمام حدود و قیودِ کے ساتھ جن کا ذکر پہلے آچکا ہے نہ کہ محض شہوت رانی کے لئے۔ اس کے بعد ہے فما استمتعتم بہ منھن فاتوھن اجورھن فریضۃ ان میں سے جن عورتوں کو تم نکاح میں لاکر ان سے متمتع ہو تو ان کا مہر ادا کرنا ضروری ہے۔

جیسا کہ پہلے لکھا جاچکا ہے، نکاح دائمی معاہدہ ہوتا ہے جس کا فسخ طلاق یا موت کی صورت میں ہی ہو سکتا ہے۔ اس کے برعکس متعہ ایک مقررہ مدت کے لئے جنسی تعلقات کا نام ہے۔ قرآن سے متعہ کی دلیل اسی صورت میں مل سکتی تھی کہ اس میں کہیں یہ لکھا مل جاتا ؟ کہ یہ جنسی تعلقات ایک مقررہ مدت (اجل مسمی) کے لئے بھی قائم ہو سکتے ہیں۔ قرآن میں ایسا کہیں نہیں مل سکتا تھا۔ اب دیکھئے کہ اس کے لئے "اختلافِ قرآت" کی تدبیر سے کس طرح فائدہ اٹھایا گیا۔

امام طبری کی تفسیر اہل سنت والجماعت کے ہاں ام التفاسیر کہلاتی ہے۔ یہ سب سے پہلی مدون تفسیر ہے۔ بعد کی تمام تفسیریں قریب قریب اسی کے تتبع میں لکھی گئی ہیں۔ دیکھئے کہ حضرت امام طبری متعہ کی سند کس طرح لاتے ہیں۔ آیۂ مذکورہ صدر کی تفسیر میں ارشاد ہے:۔

ابو ثابت کا بیان ہے کہ ابن عباسؓ نے مجھے ایک مصحف دیا اور کہا کہ

Marfat.com

یہ ابی بن کعب کی قرآت کے مطابق ہے۔ یحییٰ بن عیسیٰ جو اس روایت کے ناقل ہیں، نصیر بن ابی الاشعث سے ان کا بیان ہے کہ اس مصحف کو نصیر کے پاس دیکھا اس میں یہ لکھا تھا کہ فما استمتعتم به منهن الیٰ اجل مسمیٰ (یعنی تم عورتوں سے متعہ کرو ایک میعاد مقررہ کے لئے)

ابو نضرہ کی روایت ہے کہ میں نے ابن عباسؓ سے متعہ کے متعلق دریافت کیا انھوں نے کہا کہ کیا تم سورۃ نساء کی تلاوت نہیں کرتے۔ میں نے کہا کیوں نہیں؟ کہا پھر اس میں یہ آیت نہیں پڑھا کرتے کہ فما استمتعتم به منهن الیٰ اجل مسمیٰ۔ میں نے کہا نہیں۔ میں اگر اس طرح پڑھتا ہوتا تو آپ سے دریافت کیوں کرتا۔ انھوں نے کہا اچھا۔ تو معلوم ہونا چاہیے کہ اصلی آیت یونہی ہے۔ عبدالاعلیٰ کی روایت میں بھی ابونضرہ سے اسی طرح کا واقعہ منقول ہے۔ تیسری روایت میں بھی ابونضرہ سے نقل ہے کہ میں نے ابن عباسؓ کے سامنے یہ آیت پڑھی فما استمتعتم به منهن۔ ابن عباسؓ نے کہا الیٰ اجل مسمیٰ۔ میں نے کہا کہ میں تو اس طرح نہیں پڑھتا۔ انھوں نے تین مرتبہ کہا خدا کی قسم خدا نے اسی طرح نازل کیا ہے ــــ ابو اسحٰق کی روایت ہے کہ ابن عباسؓ نے پڑھا فما استمتعتم به منهن الیٰ اجل مسمیٰ۔ پانچویں روایت شعبہ کی ہے اس میں بھی ابو اسحٰق سے ایسی ہی روایت ہے۔ قتادہ کا بیان ہے کہ ابی بن کعب کی قرآت میں یوں ہے۔ فما استمتعتم به منهن الیٰ اجل مسمیٰ

Marfat.com

عمر بن مرہ کی روایت ہے کہ میں نے سعید بن جبیر کو پڑھتے سُنا

فما استمتعتم بہ منھن الیٰ اجل مسمیٰ۔

یہ اقتباس کسی شیعہ بزرگ کی کتاب کا نہیں بلکہ سنیوں کے جلیل القدر امام طبری کی تفسیر کا ہے اور جن حضرات کی طرف یہ روایات منسوب ہیں وہ بلند پایہ صحابی ہیں جو خدا کی قسمیں کھا کھا کر کہہ رہے ہیں کہ یہ آیت اس طرح نہیں نازل ہوئی تھی جس طرح قرآن میں درج ہے بلکہ اس اضافہ کے ساتھ نازل ہوئی تھی جس سے متعہ کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ غور کیا آپ نے کہ "سات حرفوں" والی روایت نے بات کہاں سے کہاں پہنچا دی؟ یعنی پہلے یہ عقیدہ پیدا کر دیا کہ قرآن سات قرأتوں کے ساتھ نازل ہوا ہے اور اس کے بعد جس آیت کے متعلق جی چاہا کہہ دیا کہ فلاں صحابی کی قرأت میں یوں آیا ہے اور فلاں کی قرأت میں یوں اور اس طرح جو جی چاہا قرآن سے ثابت کر دیا۔ (لیکن اس کے باوجود قرآن کا یہ اعجاز اپنی جگہ ہے کہ اس کے متن میں کسی قسم کی تبدیلی یا اضافہ کی جرأت نہیں کی جا سکی۔ اس کا ایک ایک لفظ اپنی جگہ پر محکم ہے۔ اس لئے کہ اس کی حفاظت کا ذمہ خدا نے لے رکھا ہے۔ باطل اس کے پاس نہیں پھٹک سکتا۔

ہم نے اس عجمی سازش کی صرف ایک مثال پیش کی ہے۔ اس سے

Marfat.com

دیکھئے کہ سُنیوں کی نہایت معتبر کتب روایات اور مستند تفاسیر میں خدا، رسول، صحابہ، تابعین وغیرہ کی کس قسم کی تصویریں سامنے آتی ہیں۔ ان روایات اور تفاسیر کی رو سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ:

(i) جو آیات قرآن میں درج ہیں وہ اسی شکل میں نازل نہیں ہوتی تھیں بلکہ مختلف صحابہؓ کی قرآتوں کی رُو سے ان کی تنزیلی شکلیں کچھ اور تھیں۔

(ii) خود رسول اللہؐ نے صحابہؓ کو مٹھی بھر جو یا آٹے کے عوض میں عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دے رکھی تھی اور یہ اجازت نبوت کے آخری دَور تک جاری رہی۔

(iii) عہد رسالتمآبؐ اور عہد صحابہؓ کے اسلامی معاشرہ میں متعہ عام تھا اور اس میں کسی قسم کی جھجک محسوس نہیں ہوتی تھی۔ نہ مردوں کو نہ عورتوں کو۔

(iv) رسول اللہؐ نے اپنے آخری زمانہ میں متعہ کو حرام قرار دے دیا تھا لیکن اس کے باوجود عہد حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی زمانہ تک متعہ برابر جاری رہا۔

(v) حضرت عمرؓ نے متعہ کو بند کر دیا لیکن اس کے باوجود صحابہ، تابعین اور فقہا نے مکہ اسے جائز سمجھتے رہے۔

(vi) اور جنھوں نے اسے طوعاً و کرہاً ناجائز سمجھا وہ بھی یہ کہتے رہے کہ عمرؓ نے خدا کی ایک بہت بڑی رحمت کو روک دیا۔ چنانچہ قاضی

Marfat.com

ثناء اللہ پانی پتی اپنی تفسیر مظہری (ص۵۷۲) میں لکھتے ہیں کہ:-

محدث عبدالرزاق نے اپنی کتاب میں ابن جریج سے اور انھوں نے عطا سے روایت کی ہے کہ ابن عباسؓ کہا کرتے تھے کہ متعہ کو جائز ہونا خدا کی طرف سے اپنے بندوں پر رحمت کی حیثیت رکھتا تھا۔ اگر عمرؓ نے اس کی ممانعت نہ کر دی ہوتی تو کبھی کسی کو زنا کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔

اس ایک مثال سے آپ اندازہ لگا لیجئے کہ عجمی سازش کے عناصر کن کن راہوں سے اسلامی معاشرہ میں آکر گھسے تھے اور کیسے کیسے مقدس نقابوں میں غارت گر دین و دانش ہوتے تھے۔ اس بات کی البتہ داد دینی پڑتی ہے کہ یہ سازش اس قدر سادگی و پُرکاری سے بروئے کار لائی گئی کہ ہزار برس سے یہ اسی کامیابی کے ساتھ بدستور چلی جا رہی ہے اور اس وقت تک اس کی سحر کاریوں اور ابلہ فریبیوں میں کوئی فرق نہیں آیا۔ نہ جانے اس میں کیا جادو بھر کر رکھ دیا گیا ہے کہ ان تمام لغویات و خُرافات کو ہم ہر روز اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود انھیں اپنے سینے سے لگاتے لگاتے پھرتے ہیں۔ آغا حشر نے جس محبوب کے متعلق کہا تھا کہ

کسے معلوم تھا عشق اس طرح لاچار کرتا ہے
دل اس کو جانتا ہے بے وفا اور پیار کرتا ہے

عجمی سازش کے یہ لنظر فریب عناصر کسی صورت میں بھی اس سے کم سحر کار

Marfat.com

نہیں۔ اس سازش کی زندگی اور قوت کا راز "مولویت" میں پوشیدہ ہے۔ اور "مولویت" درحقیقت ایک معاشی مسئلہ ہے۔ یہی وہ کتابیں ہیں جنھیں پڑھ کر ایک شخص مستند مولوی بنتا ہے اور یہی "علم" اس کے معاش کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اس کے سوا اُسے کوئی ہنر نہیں آتا جس سے وہ اپنی روٹی کما سکے۔ اس لئے وہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ ان کتابوں میں کس قدر لغویت بھری ہے، انھیں الگ نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ ان کے الگ کرنے سے اس کے رزق کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ آپ نے کسی مداری کو نہیں دیکھا ہوگا کہ وہ اپنے تھیلے کو یہ کہہ کر پھینک دے کہ یہ سب فریب کا جال اور دھوکے کا پٹارہ ہے۔ وہ یہ سب کچھ جانتے ہوئے اسے سر پر اٹھائے پھرتا ہے کیونکہ اس سے اس کا رزق وابستہ ہے "مولویت" کے ساتھ تو رزق کے علاوہ تعظیم و تکریم بھی ہوتی ہے۔ لوگ پیسے بھی دیتے ہیں اور ہاتھ بھی چومتے ہیں۔ بھلا کہئے کہ کون بے وقوف ایسے ذریعۂ معاش پر لات مارے گا درآنحالیکہ اسے یہ بھی معلوم ہو کہ اس کے بعد وہ ایک وقت کی روٹی کما سکنے کی بھی استعداد نہیں رکھتا۔ یہ مسندیں، یہ منبر، یہ مکتب، یہ دارالعلوم، یہ علماء کی جمعیتیں، یہ اسلامی جماعتیں غرضیکہ عجمی سازش کی یہ تمام پرورش گاہیں، سب معاش کے دھندے ہیں اس ہزار سالہ سازش کے ختم کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ بیکاروں کے اس موجودہ طبقہ (یعنی مولوی صاحبان) کے معاش کا

Marfat.com

بندوبست کر دیا جائے۔ آئندہ کے لئے اس تعلیم کو یکسر بند کر دیا جائے ہمارے اسکولوں اور کالجوں میں دیگر علوم کے ساتھ ساتھ خالص قرآن کی تعلیم دی جائے اور تاریخ کو صرف تاریخ کی حیثیت دی جائے نہ کہ دین کی۔ اس کے ساتھ ہی اپنے معاشرہ کو قرآن کے خطوط پر از سرِ نو متشکل کیا جائے۔ قرآنی نظام ہی نے ملوکیت اور پیشوائیت کا پہلے خاتمہ کیا تھا اور قرآنی نظام ہی اب بھی جسدِ انسانیت کے اس جذام کا علاج کر سکتا ہے۔ اس کے سوا اس کے علاج کی کوئی صورت نہیں۔ اس طریقِ علاج سے فائدہ یہ ہوگا کہ عجمی سازش کے یہ مسموم اثرات ختم ہو جائیں گے اور اس کے ساتھ ہی صحیح قرآنی معاشرہ کا قیام عمل میں آجائے گا جو انسانیت کو ہر نوع کی غلامی سے نجات دینے کا ضامن ہے۔ لیکن اگر یہ طریقِ علاج اختیار نہ کیا گیا تو پھر زمانے کا سیلاب ان فرسودہ اور دُور از کار لغویات کو خود بخود بہا کر لے جائے گا۔ اس سے ہوگا یہ کہ اس غلط مذہب پرستی کی جگہ صحیح دینی نظام کا وجود عمل میں نہیں آسکے گا بلکہ کھلا ہوا الحاد اور لادینی انسانی معاشرہ پر چھا جائے گی۔ اس لئے کہ سیلاب جہاں خس و خاشاک کو بہا کر لے جاتا ہے، وہاں کھیتوں کو بھی تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ اب یہ چیز ارباب فکر و نظر کے سوچنے کی ہے (اگر ان کا وجود ہمارے معاشرہ میں کہیں ہے تو) کہ وہ اول الذکر صورت پیدا کرنا چاہتے ہیں یا حالات کو اپنے رُخ

Marfat.com

پر جانے دینا چاہتے ہیں کہ زُود یا بدیر وہ سیلاب بے پناہ آئے اور مُردوں کی قبروں کے ساتھ زندہ انسانوں کی بستیاں بھی بہا کر لے جائے۔ یہی وہ سیلاب ہے جس کے متعلق قرآن نے کہا ہے کہ واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ (۸:۲۵) "اپنے آپ کو اس فتنہ سے بچاتے رکھو جو صرف انہی لوگوں تک محدود نہیں رہا کرتا ہے جو بالخصوص ظلم پر کاربند ہوں" بلکہ اس کا دائرہ اثر و نفوذ بہت وسیع ہوتا ہے اور وہ خس و خاشاک کے ساتھ لالہ زاروں کو بھی برباد کر دیا کرتا ہے۔

اگر خدا نکردہ ایسا ہی ہوگیا اور وہ سیلاب آ پہنچا تو وہ دن عجمی سازش کے عفاریت کے لئے انتہائی مسرت کا دن ہوگا۔ وہ اس دن غول بیابانی کی طرح ناچیں گے کہ اس سے ان کے انتقام کی آگ ٹھنڈی ہوگی۔ اس دن وہ کہیں گے کہ یہ اس انقلابِ عظیم کا انتقام ہے جس نے ان کی کلاہِ خسروی کو خاک میں ملا دیا تھا اور ان کی قبائے پیشوائیت کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی تھیں۔ اس دن ہر قلبِ حسّاس وقفِ اضطراب اور ہر چشمِ اعتبار مصروف خونفشانی ہوگی لیکن اُس دن اس اضطراب و خونابہ فشانی سے کچھ نہیں ہوگا۔ اس کے لئے اگر کچھ کرنا ہے تو اس کا وقت آج ہے۔ فھل من مدکر! کوئی ہے جو اس سے نصیحت حاصل کرے؟؟

Marfat.com

اس دلخراش داستان کو ختم کرنے سے پہلے ایک بار پھر دیکھ لیجئے کہ صرف ایک (SEX۔ جنسی تعلقات) کے معاملے میں اس عجمی سازش نے اسلام کے ساتھ کیا کچھ کیا ہے۔ اس باب میں ہماری "معتبر کتب احادیث" کی رُو سے

(۱) چار بیویوں تک کے لئے اذن عام ہے[1]۔

(۲) لونڈیوں کی کوئی تعداد ہی مقرر نہیں۔ جتنی جی چاہے گھر میں ڈال لیجئے۔

(۳) لونڈیوں سے مباشرت کی صورت میں عزل کر لینے کی اجازت ہے تاکہ انھیں حمل نہ قرار پا جائے اور اس طرح ان کی قیمت کم ہو جائے (صحیح بخاری کی حدیث)

(۴) ان کے علاوہ جو عورت رضامند ہو جائے اس سے اُجرت طے کر کے وقتی مباشرت کی اجازت کم از کم عہدِ رسالتمآبؐ سے لے کر اولیں عہد حضرت عمرؓ تک ضرور تھی اور اس کے بعد بھی فقہائے مکہ اسے جائز سمجھتے تھے۔

اب آپ خود ہی سوچئے کہ جس قوم میں (SEX) کے متعلق یہ کچھ پایا جائے وہ قوم دنیا میں شریف انسانوں میں منہ دکھانے کے قابل رہ سکتی ہے؟

---

[1] اس باب میں قرآن کا کیا حکم ہے اسکے متعلق طلوعِ اسلام کے صفحات میں بحث ہو چکی ہے۔

Marfat.com

یہ حالت ہماری کرچھوڑی ہے بخارا اور نیشاپور اور طبرستان کے ان "ائمہ کرام" نے اور ہم ہیں کہ ان کے کارناموں کو وحی خفی اور "قرآن کے ساتھ قرآن کی مثل" قرار دے رہے ہیں۔

چنیں دور آسماں کم دیدہ باشد!

تکملہ

[اس مضمون کے شائع ہونے کے بعد علامہ تمنا عمادی کا حسب ذیل مراسلہ موصول ہوا۔ طلوع اسلام]

مذکورہ بالا عنوان سے جو مضمون طلوع اسلام مورخہ ماہ اگست ۱۹۵۱ء میں شائع ہوا ہے اس کے پڑھنے کے بعد یہ خیال ہوا تھا کہ کاش ہجوم مشاغل سے فرصت ہوتی اور صحت بھی اچھی رہتی تو میں اس مضمون کے متعلق کچھ لکھتا۔ پرسوں میرے عزیز احمد صاحب جعفری پروفیسر قائداعظم کالج ڈھاکہ آئے تو انھوں نے باصرار کہا کہ میں اسی لئے آیا ہوں کہ آپ بھی اس موضوع پر کچھ لکھئے اور متعہ کی حقیقت پر روشنی ڈالئے۔ دیوانہ را ہوئے بس است۔ باوجود صحت کی خرابی کے کل دوسرے کاموں کو ایک حد تک پہنچا کر آج طلوعِ اسلام کے اس مضمون اور نفس متعہ پر قلم اٹھا رہا ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ۔ ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وکفیٰ باللہ شہیدا۔

Marfat.com

طلوع اسلام میں شائع شدہ مضمون کا اصل موضوع متعہ نہیں ہے بلکہ منافقین و ملاحدۂ عجم کی کوشش تخریب دین اور اس کے لئے ان کی گہری سازش کا حال بیان کرنا ہے۔ متعہ کا ذکر اس میں مثال کے طور سے پیش کیا گیا ہے مگر میں اس گہری سازش کا حال اپنے متعدد مضامین میں آج سے پہلے بیان کر چکا ہوں۔ اس لئے مجھے اس وقت نفس سازش پر مزید بحث کرنا نہیں ہے بلکہ اس وقت متعہ کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے۔ مگر تخریب دین کی سازش جو روایات سازی کے ذریعے اس زمانے میں جاری تھی تھوڑی بہت روشنی اس کی نوعیت پر بھی ڈالتا جاؤں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

سب سے پہلی بات تو یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ روایت احادیث کا کام سب سے پہلے ملاحدۂ عجم نے شروع کیا تھا اور یہی ملاحدۂ عجم کوفہ، بصرہ اور تقریباً شام و عراق کے اکثر علاقوں میں پھر مصر و حجاز میں بھی کم و بیش پھیلے ہوتے تھے اور عجم میں خراسان و نیشاپور ان کے خاص مراکز میں سے تھے اور ان سبھوں نے خاندان نبویؐ کی حمایت کا ایک شور مچا رکھا تھا اور حضرت علیؓ کے طرف دار بن کر ان کی فضیلت کی حدیثیں بنا بنا کر پہلے سے مشہور کر رہے تھے۔ انہی میں کے بعض ایسے بھی تھے جو مصلحتہً خارجی بن کر حضرت علیؓ پر سب و شتم

Marfat.com

بلکہ لعنت تک کیا کرتے تھے، مگر درحقیقت وہ تھے انہی میں سے جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، صرف تقیہ وکتمان کے ذریعہ خارجی بنے ہوتے تھے اور اپنے کو خارجی مشہور کئے ہوتے تھے۔ جامعین حدیث جن سے حدیثیں لے لے کر جمع کرتے تھے ان میں زیادہ تر یہی لوگ تھے۔

وہ زمانہ بٹوارے سے پہلے کا تھا جب شیعہ وسنی کی فرقہ وارانہ تقسیم وتفریق نہیں ہوئی تھی اور نہ کوئی فرقہ صرف اپنے ہی فرقے کے راویانِ احادیث سے حدیثیں لے لے جمع کرتا تھا۔ شیعوں میں سب سے پہلے ابوجعفر کلینی متوفی ۳۲۸ھ نے اصول وفروع کافی لکھی جس میں صرف شیعہ راویانِ حدیث ہی سے حدیثیں لیں اور جن کی روایتیں عموماً حضرت جعفر صادق رضؓ ہی تک منتہی ہوتی ہیں۔ ان سے آگے بڑھنے کی انھوں نے کوئی خاص ضرورت ہی نہیں سمجھی۔ شیعہ مذہب کی سب سے پہلی کتاب یہی ہے۔ ابن جریر طبری نے بھی بعض کتابیں خاص شیعہ مذہب والوں کے لئے لکھیں، مگر ان میں اپنے دادا کا مجوسی نام "رستم" ہی بتایا اور تفسیر وتاریخ میں اپنے دادا کا اسلامی نام "یزید" لکھا۔ بعد والوں کو جس سے دھوکا ہوا کہ محمد بن جریر بن رستم ابوجعفر الطبری کوئی اور تھا، اور محمد بن جریر بن یزید ابوجعفر الطبری کوئی اور ہے۔ پہلا پکا رافضی تھا اور دوسرا معمولی درجہ کا شیعہ تھا۔ جیسا کہ امام ذہبی سمجھے اور ان کی

Marfat.com

تفسلیدمیں ابن حجر اور اسمعانی وغیرہما بھی ایسا ہی لکھ گئے۔ حالانکہ دراصل دونوں ایک ہی ہیں۔

غرض شیعوں نے بعض بعض تصنیفیں تیسری صدی کے اواخر بلکہ چوتھی صدی سے اپنے خاص لوگوں سے روایتیں لے کر لکھیں۔ مگر اہلِ سنّت نے ایسا کبھی نہیں کیا۔ چنانچہ آپ اہل سنت کی حدیث کی ہر کتاب میں شیعہ راویانِ حدیث کی روایت کردہ حدیثیں کثرت سے پائیں گے بلکہ بعض شیعہ راویانِ حدیث کی بڑی اہمیت دیکھیں گے۔ اعمش، ابواسحاق السبیعی کی روایتوں سے قطع نظر کر لیجئے تو اہل سُنّت کی حدیثوں کا نصف سے زیادہ ذخیرہ ختم ہوجائے گا اور اگر سُدّی وکلبی کی روایتیں ٹھکرا دیجئے جن دونوں کے وضّاع وکذّاب ہونے پر محدّثین کا اجماع ہے، تو تفسیری روایتوں کا دوثلث غائب ہوجائے گا۔ اس لئے اہلِ سُنّت کی کتابوں میں متعہ یا "وطی فی الدبر" اور اس قسم کی بے حیائی کی حدیثیں جتنی ہیں وہ اہلِ سنّت کی حدیثیں نہیں ہیں بلکہ شیعوں کا حصّہ رسدی ہے جنھیں اہل سنّت جامعین نے اپنی کتابوں میں لکھ لیا تھا چنانچہ متعہ کی تمام حدیثوں کو یکجا کرکے دیکھئے تو صاف معلوم ہوجائے گا کہ یہ حدیثیں کوفے کی سب سے بڑی ٹکسال میں یا بصرے کی ٹکسال میں گھڑی گئی ہیں اور ان کے راوی عموماً شیعہ ہی آپ کو ملینگے۔

Marfat.com

بلکہ زیادہ ایسے ہی ملیں گے جن کی شیعیت کا ائمہ رجال نے اعتراف کیا ہے اور کچھ ایسے بھی ملیں گے جن کا تشیع تو ائمہ رجال پر کھلا نہیں مگر ائمہ رجال نے ان پر دوسری جرحیں ضرور کی ہیں۔ اگر ضرورت پڑی تو کم سے کم صحاح کی جتنی حدیثیں متعہ کے متعلق ہیں ان شاء اللہ ان کی تنقید کر کے دکھا دونگا۔

طریق کار روایتیں گھڑنے والے بڑے چالاک اور نفسیات کے ماہر ہوتے تھے۔ وہ کسی موضوع پر کوئی حدیث بنا کر اس کی روایت و اشاعت ہی پر بس نہیں کرتے تھے بلکہ کبھی تو نفس مضمون ہی میں کچھ اختلاف پیدا کر کے مختلف طرح سے مختلف راویوں کے ذریعہ اس مضمون کو پھیلاتے تھے اور پھر نفس مضمون کی صحت و عدم صحت پر بحث کی جگہ اس کے مختلف عنوانوں پر بحثیں شروع کر دیتے تھے "تاکہ نفس مضمون کی صحت بہر حال متفق علیہ ہو جائے۔ بعض مضامین کے متعلق بقائے حکم یا نسخ حکم کا اختلاف پیدا کر کے اسی پر بحثیں شروع کر دیں "تاکہ نفس حکم متفق علیہ ٹھہر جائے۔

متعہ متعہ کے متعلق بھی دو قسم کی حدیثیں بنائی گئیں ایک میں کسی خاص وقت تک اس کی اجازت اور اس کے بعد اس کے منسوخ ہونے کا ذکر ہے۔ دوسری قسم کی حدیثوں میں تنسیخ کا کوئی ذکر نہیں بلکہ بقائے حکم کی تصریح بھی بعض روایتوں میں موجود ہے۔ اس کی بھی روایت

Marfat.com

ہے کہ فلاں فلاں صحابہ اس کے حکم کو منسوخ سمجھتے تھے اور فلاں فلاں اس کے حکم کو قیامت تک کے لئے باقی رہنا صحیح سمجھتے تھے

اس اختلاف کے پیدا کر دینے سے اس مفسد جماعت نے یہ فائدہ اٹھایا کہ شیعوں نے تو متعہ کے قیامت تک کے لئے حلال و جائز والی روایتوں کی سند پکڑ لی اور سنیوں نے منسوخ والی حدیثوں کو صحیح مان کر متعہ کے حکم کو منسوخ قرار دیا۔ مگر سنیوں کے یہ مان لینے سے کہ متعہ کی اجازت وقتی طور سے خیبر کے دن یا اوطاس کے دن دی گئی تھی اور پھر منسوخ کر دی گئی متعہ کی شناعت اور اس کے فحش و منکر ہونے کا جو اثر ذہنوں پر پڑ سکتا تھا وہ باقی نہ رہا۔ کوئی سنی جو ان حدیثوں کو صحیح تسلیم کرتا ہے جن میں متعہ کی اجازت اور پھر نسخ کا ذکر ہے متعہ کو بے حیائی کا کام بالکل شنیع و فحش نہیں کہہ سکتا۔ اس لئے کہ اگر یہ بالکل زنا ہوتا اور بے حیائی کا کام ہوتا اور فحش و منکر ہوتا تو رسول اللہ صلعم وقتی ہی طور سے سہی مگر اس کی اجازت نہ دیتے تو جو چیز وقتی طور سے جائز ہو سکتی ہے وہ ہمیشہ بھی جائز ہو سکتی ہے۔ غایت سے غایت اس میں یہ شرط لگا دی جائیگی کہ جب اسی قسم کے مواقع پیش آجائیں تو اس وقت جائز سمجھا جاتے گا۔

غزوہ میں مدتِ قیام عہد نبویؐ میں کوئی ایسا غزوہ نہیں ہوا جس میں صحابہ کو سال دو سال تو کیا پانچ چھ

مہینے تک بھی گھر میں سے باہر رہنا پڑا ہو۔ اور مہینے ڈیڑھ مہینے کی مدت ایسی نہیں ہو سکتی جتنے دنوں تک کوئی جوان مرد ضبط نفس نہ کر سکے۔ بالفرض اگر کسی خاص شخص کو اس قسم کی بے صبری پیدا بھی ہوتی تو اس فعل شنیع کی جو بالکل زنا ہی ہے اجازت تو کبھی نہیں دی جا سکتی تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ جنگ خیبر و اوطاس وغیرہ کسی موقعہ پر بھی صحابہ کو کبھی گھروں سے اتنے دنوں تک علیحدہ رہنے کی نوبت نہیں آئی کہ وہ اتنے بے صبر ہو جاتیں کہ خصی ہونے کی اجازت رسول اللہ صلعم سے مانگیں یہ واقعہ ہی سرے سے جھوٹا اور من گھڑت ہے۔

خصی ہونے کی درخواست

علاوہ بریں صحابہؓ یہ ضرور سمجھتے ہونگے کہ اگر ہم خصی ہو گئے تو پھر گھر جانے کے بعد اپنی بیویوں کے کام کے بھی نہ رہیں گے اور زندگی بھر کے لئے بیکار ہو جائیں گے تو پھر ایک وقتی بے صبری دُور کرنے کے لئے وہ اس کا ایسا طریقہ اختیار کرنے کا خیال کس طرح پیدا کر سکتے تھے جس کی وجہ سے وہ زندگی بھر کے لئے بیکار ہو جاتے۔ ان روایتوں کی صحت پر یقین کرنے والے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے نفسیات مطہرہ سے اور جہاد فی سبیل اللہ کی سرشارانہ کیفیت سے بالکل بے خبر ہیں۔ میدان جہاد جہاں ہر مجاہد جام شہادت کا ہر دم منتظر رہتا ہے اور شہوانی خواہشوں کا اس قدر غلبہ کہ

Marfat.com

وہ بالکل بے خبر ہو جاتے؟ اس سے ظاہر ہے کہ نہ ان حدیثوں کے بنانے والے اس عالم سے واقف تھے نہ ان پر یقین کرنے والے اس کیفیت سے آشنا!

مختصر یہ ہے کہ متعہ کے وقتی یا دائمی حکم اور اس حکم کے نسخ یا اجراء و بقاء کے متعلق جتنی روایتیں ہیں بلا استثناء سب کی سب شیعوں کی من گھڑت ہیں اور اہل سنت کی کتابوں میں شیعہ راویوں کا حصہ رسدی ہیں، جن کو ان لوگوں نے سنی جامعین احادیث سے ان کی کتابوں میں لکھوایا اور بعض زیادہ حدیثیں ایسی بھی ہو سکتی ہیں جن کو اُن جامعین احادیث کے شیعہ تلامذہ نے ان کی کتابوں میں ان کو غافل پاکر ان کی زندگی ہی میں یا ان کے بعد داخل کر دیا۔ ایسی کتابیں جن میں یہ جماعت اپنی خود ساختہ حدیثیں داخل کر دیتی تھی اپنی سازش کے ماتحت اس کی جلد ہی جلدی سینکڑوں خوشخط نقلیں اپنے لوگوں سے کرا کے دُور دُور ممالکِ اسلامیہ میں پھیلا دیتی تھی اور اس طرح وہ مغشوش کتابیں مستند سمجھی جاتی تھیں اور جن اصل اور صحیح نسخوں میں وہ حدیثیں نہیں ہوتی تھیں ان کو ناقص قرار دیا جاتا تھا۔ اسلئے بعد والے ان صحیح نسخوں میں بھی دوسری کتابوں سے وہ دخل کردہ حدیثیں اس میں ملا کر اپنے خیال میں ناقص کتاب کو بھی مکمل کر لیتے تھے ورنہ کم سے کم اس صحیح کتاب کو ناقص سمجھ کر وہ اہمیت نہیں دیتے تھے جو ان مغشوش نسخوں کو کامل سمجھ کر دیتے تھے۔

Marfat.com

عورت سے غیر فطری مجامعت

ایک صاحب پوچھتے ہیں کہ یہ کہاں تک درست ہے کہ بعض محدثین کے نزدیک عورت سے غیر فطری مجامعت بھی جائز ہے؟ کیا کسی جگہ اس کی تصریح مل سکتی ہے یا یہ لغو بات ہے۔

طلوعِ اسلام یہ بات بالکل لغو نہیں، صحیح ہے۔ بخاری کی ایک حدیث ہے جس کی شرح بیان کرتے ہوئے علامہ بدرالدین عینی اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس پر تفصیلی بحث کی ہے۔ بہتر ہے کہ وہ بحث بجنسہٖ نقل کر دی جائے۔ بخاری میں ہے:۔

باب قوله تعالیٰ نساءکم حرث لکم فأتوا حرثکم انی شئتم وقدموا لانفسکم الآیۃ[1]۔

حدثنا اسحٰق قال اخبرنا النضر بن شمیل قال اخبرنا ابن عون عن نافع قال کان ابن عمر اذا قرأ القرآن لم یتکلم حتی یفرغ منه فاخذت علیه یوما فقرأ

---

[1] اس آیت کا ترجمہ عام طور پر یہ کیا جاتا ہے کہ "تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں پس تم اپنی کھیتی میں جس طرح چاہے جاؤ"۔ لیکن اس کا صحیح ترجمہ ہے کہ "تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں۔ تم اپنی کھیتی میں جب چاہو آؤ"۔

Marfat.com

سورۃ البقرۃ حتی انتہی الی مکان قال تدری فیما انزلت قلت لا قال نزلت فی کذا وکذا ثم مضی وعن عبد الصمد قال حدثنی ابی قال حدثنی ایوب عن نافع عن ابن عمر فأتوا حرثکم انی شئتم قال یاتیہا فی.... رواہ محمد بن یحییٰ ابن سعید عن ابیہ عن عبید اللہ عن نافع عن ابن عمر

(بخاری کتاب التفسیر ج ۲ ص ۶۴۹ مطبوعہ مجتبائی)

حق تعالیٰ کے اس قول کا باب کہ نساء کو حرث لکم فأتوا حرثکم انی شئتم وقدموا لانفسکم الآیہ

ہم سے اسحٰق نے بیان کیا کہ ہمیں نضر بن شمیل نے خبر دی کہ ہمیں ابن عون نے نافع سے خبر دی کہ ابن عمرؓ جب قرآن پڑھا کرتے تھے تو فارغ ہونے تک بولتے نہیں تھے۔ بس ایک روز قرآن کریم ہاتھ میں لے کر ان کے سامنے بیٹھا اور انھوں نے سورہ بقرہ پڑھی حتیٰ کہ کسی مقام تک پہنچے اور پوچھنے لگے "جانتے بھی ہو کس بارہ میں نازل ہوتی تھی؟" میں نے جواب دیا کہ نہیں تو ابن عمرؓ نے فرمایا فلاں فلاں بارہ میں نازل ہوتی تھی۔ پھر آگے چل دیے۔ اور عبد الصمد سے مروی ہے کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا کہ مجھ سے ایوب (سختیانی) نے بیان کیا نافع سے انھوں نے ابن عمرؓ سے کہ فأتوا حرثکم انی شئتم کی تفسیر ابن عمرؓ نے بیان کی

Marfat.com

کہ اپنی بیوی سے .... میں جماع کرے۔ اس کو محمد بن یحییٰ
ابن سعید نے بھی بیان کیا ہے اپنے باپ سے انھوں نے
عبید اللہ سے انھوں نے نافع سے انھوں نے ابن عمرؓ سے۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ حدیث کے متن اور ترجمہ دونوں میں اس مقام پر.... دیئے گئے ہیں جہاں سے اصل بات واضح ہونی تھی۔ بخاری میں اس مقام پر جگہ خالی چھوٹی ہوتی ہے اور یہیں سے اس بحث کا آغاز ہوتا ہے۔ چنانچہ اس باب میں علامہ بدرالدین عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں:-

یہاں اصل کتاب (بخاری) میں خالی جگہ چھوٹی ہوتی ہے یعنی لفظ
فی کے بعد حمیدی نے الجمع بین الصحیحین میں کہا ہے
فِیْ قُبُلِھَا یعنی اپنی بیوی کی شرمگاہ میں۔ مگر یہ صحیح نہیں
ہے۔ اس روایت کو ابن جریر نے اپنی تفسیر میں ابو قلابۃ الرقاشی
سے انھوں نے عبدالصمد بن عبدالوارث سے نقل کیا ہے کہ مجھ سے
میرے باپ نے بیان کیا اور وہاں انھوں نے یاتیھافی الدبر
(اپنی بیوی سے دبر میں جماع کرے) کے لفظ سے بیان کیا ہے۔

(عمدۃ القاری)

اسی ضمن میں حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:-

ابن العربی نے سراج المریدین میں نقل کیا ہے کہ بخاری نے اس
حدیث کو تفسیر میں نقل کیا ہے اور کہا ہے یاتیھافی ......

Marfat.com

اور خالی جگہ چھوڑ دی ہے اور یہ مسئلہ مشہور ہے۔ اس موضوع پر محمد بن شعبان نے ایک پوری کتاب تصنیف کی ہے اور محمد بن سحنون نے ایک جزو لکھا ہے اور ثابت کیا ہے کہ ابن عمرؓ کی حدیث عورت سے دبر میں مجامعت کرنے ہی کے بارہ میں ہے۔

مازری نے کہا ہے کہ اس مسئلہ میں علماء کے اندر اختلاف ہے جو لوگ اس کے حلال ہونے کے قائل ہیں انھوں نے اسی آیت سے استدلال کیا ہے اور جو لوگ اس کے حرام ہونے کے قائل ہیں وہ یہ کہہ کر اس سے الگ ہو گئے ہیں کہ یہ آیت اس سبب کے بارہ میں نازل ہوئی تھی جو جابر کی حدیث میں آرہا ہے یعنی یہودیوں پر رد کرنے کے لئے جیساکہ دوسری حدیث میں آرہا ہے۔ انھوں نے کہا ہے کہ عموم جب کسی خاص سبب پر وارد ہوتا ہے تو بعض اصولیوں کے نزدیک وہ اسی پر محصور رہتا ہے اگرچہ اکثر اصولیوں کے نزدیک عموم لفظ کا اعتبار ہوا کرتا ہے نہ کہ خصوص سبب کا۔ یہ اصول اس بات کو مقتضی ہے کہ یہ آیت جواز میں حجت ہو لیکن بہت سی حدیثیں اس کی ممانعت کے بارہ میں وارد ہوتی ہیں لہٰذا وہ حدیثیں آیت کے عموم کے لئے مخصص ہو جائیں گے اگرچہ عموم آیت کی کسی خبر واحد سے تخصیص کرنے کے بارہ میں بھی علماء کے اندر اختلاف ہے اور ائمہ حدیث میں سے ایک بڑی جماعت اس طرف گئی ہے جیسے امام بخاری، ذہلی، بزار، نسائی اور ابو علی نیشاپوری وغیرہ کہ اس بارہ میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہوتی۔ (فتح الباری)

Marfat.com

یہاں سے آپ نے دیکھ لیا کہ حافظ ابن حجرؒ کے نزدیک اس مسئلہ میں علماء میں اختلاف ہے بعض اس کو حرام قرار دیتے ہیں اور بعض اس کے حلال ہونے کے قائل ہیں۔ اب علامہ عینی کی مزید تصریح ملاحظہ کیجئے:۔

ابن العربی نے اپنی کتاب احکام القرآن میں کہا ہے کہ اس کو بہت بڑی جماعت نے جائز کہا ہے۔ ان سب اقوال کو ابن شعبان نے اپنی کتاب "جماع النسواں" میں جمع کر دیا ہے اور اس کے جواز کو صحابہ اور تابعین کی ایک بڑی جماعت کی طرف منسوب کیا ہے اور بہت سی روایتوں سے امام مالک کی طرف بھی نسبت کی ہے اور ابوبکر الجصاص نے اپنی کتاب احکام القرآن میں کہا ہے کہ امام مالکؒ سے اس کی اباحت مشہور ہے اور امام مالکؒ کے اصحاب اس کا انکار محض اس کی شناعت اور قبح کی وجہ سے کر دیتے ہیں مگر امام مالکؒ کی یہ بات اس قدر مشہور ہے کہ ان لوگوں کے انکار سے اس کی نفی نہیں ہو سکتی

محمد بن سعد نے ابو سلیمان جوزجانی سے نقل کیا ہے کہ میں امام مالک بن انس کی خدمت میں حاضر تھا۔ ان سے مجامعت فی الدبر کے بارہ میں سوال کیا گیا تو انھوں نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر مارا اور فرمایا کہ ابھی ابھی تو میں اس سے غسل کر کے آرہا ہوں

ایسے ہی ابن القاسم نے ان سے نقل کیا ہے کہ امام مالکؒ فرماتے تھے میں نے کسی ایسے آدمی کو نہیں پایا جس کی میں دین کے بارہ

Marfat.com

میں پیروی اور اقتدا کر سکوں اور وہ اس کے حلال ہونے
میں شک کرتا ہو یعنی عورت سے اس کے دبر میں جماع کرنے
کے بارہ میں۔ اس کے بعد امام مالک نے یہ آیت پڑھی نساءکم
حرث لکم فأتوا حرثکم انی شئتم امام مالک نے فرمایا کہ اس سے بڑھ کر
اور کونسی چیز واضح ہوگی اور میں اس میں ذرا بھی شک نہیں
کرتا۔ رہا امام شافعیؒ کا مذہب اس بارہ میں تو امام طحاویؒ نے فرمایا
ہے کہ ہم سے محمد بن الحکم نے بیان کیا کہ انھوں نے امام شافعیؒ کو
کہتے ہوتے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
اس کے حلال یا حرام ہونے کے بارہ میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے
اور قیاس یہ ہے کہ وہ حلال ہے۔ (عینی)

یعنی امام مالکؒ تو یقینی طور پر اس کے حلال ہونے کے قائل اور اس پر کاربند بھی تھے اور امام شافعیؒ کا قیاس تھا کہ یہ حلال ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے اس باب میں امام شافعیؒ کا ایک مناظرہ بھی نقل کیا ہے جو انھوں نے امام محمدؒ (شاگرد امام اعظمؒ) سے کیا تھا۔ وہ لکھتے ہیں:۔

امام حاکم نے مناقب شافعیؒ میں ابن الحکم کے طریق سے نقل کیا
ہے کہ امام شافعیؒ کا ایک مناظرہ مشہور ہے جو اسی مسئلہ کے
بارہ میں امام شافعیؒ اور امام محمد بن الحسن کے درمیان ہوا ابن الحسنؒ
نے امام شافعیؒ کے خلاف اس امر سے استدلال کیا کہ کھیتی تو فرج

Marfat.com

ہی ہیں ہو سکتی ہے تو امام شافعی نے جواب میں کہا کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ فرج کے علاوہ باقی سب کچھ حرام ہے۔ امام محمد بن الحسن نے اس کو مان لیا کہ ہاں فرج کے علاوہ دوسرے مواقع حرام ہیں۔ اس پر امام شافعیؒ نے پوچھا، مجھے بتاؤ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کی پنڈلیوں کے درمیان یا اس کی کہنیوں وغیرہ کے درمیان مجامعت کرے تو کیا یہاں کھیتی ہو گی۔ امام محمدؒ نے کہا کہ نہیں ان جگہوں پر کھیتی نہیں ہو گی۔ امام شافعیؒ نے پوچھا کیا یہ حرام ہو گا؟ امام محمدؒ نے کہا کہ نہیں، امام شافعیؒ نے فرمایا کہ پھر تم جس بات کے خود بھی قائل نہیں اس سے کس طرح استدلال کرتے ہو۔ امام حاکم نے کہا کہ شاید امام شافعیؒ اپنے قول قدیم میں اس کے حلال ہونے کے قائل ہوں کیونکہ اپنے قول جدید میں اس کے حرام ہونے کی انھوں نے تصریح کی ہے۔ (فتح الباری)

یہ ہے وہ بحث جو اس باب میں شرحِ بخاری میں وارد ہوتی ہے اور جسے ہم نے بادلِ ناخواستہ نقل کیا ہے۔ اس لئے کہ اگر یہ باتیں سچ مچ ان بزرگوں کی ہیں جن کی طرف انھیں منسوب کیا گیا ہے تو دنیا ان کے متعلق کیا کہے گی۔ اور اگر یہ چیزیں ان کی طرف منسوب کی گئی ہیں تو ان کتابوں کو کیا کیا جائے جن میں یہ مذکور چلی آتی ہیں اور جن کے متعلق ہمارے "علمائے کرام" کا ارشاد ہے کہ ان کا علم حاصل کئے بغیر دین سمجھ میں نہیں آسکتا۔

حقیقت خرافات میں کھو گئی۔

Marfat.com

آیۂ رجم

ایک صاحب لکھتے ہیں کہ:-

نومبر کے طلوع اسلام میں آپ نے صحیح بخاری کی ایک روایت نقل کی ہے جس میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہؐ کے زمانہ میں قرآن میں ایک آیت موجود تھی جس میں زانی کو سنگسار کرنے کا حکم تھا اور اس کے بعد وہ آیت قرآن میں نہیں رہی۔ اسے پڑھ کر میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ یہ بات تو بہت دور تک پہنچ رہی ہے۔ کیا اس موضوع پر ہماری تفسیر کی کتابوں میں کوئی بحث ہوئی ہے؟ اسے ذرا تفصیل سے لکھئے۔ مجھے تو اس دن سے نیند نہیں آتی!

جواب اس روایت کو پڑھکر آپ کی نیند کا اُچاٹ ہوجانا بالکل فطری امر ہے۔ ہر سعید رُوح پر یہی کیفیت گذرے گی۔ ابھی تو آپ نے صرف ایک رعایت دیکھی ہے۔ اگر آپ کہیں روایات کی ان تمام کتابوں کو دیکھ لیں تو نہ معلوم آپ پر کیا گذرے! اس موضوع پر ہماری کتبِ تفسیر میں لمبی چوڑی بحثیں موجود ہیں اور انھوں نے بڑی شدومد سے "ثابت کیا ہے" کہ واقعی قرآن میں اس قسم کی آیت موجود تھی اور وہ اب قرآن میں نہیں ہے۔ مثلاً تفسیر ابن کثیر میں (جس کا شمار بلند پایہ تفاسیر میں کیا جاتا ہے) سورۃ نور کی آیت متعلقہ زنا کے ضمن میں

Marfat.com

حسب ذیل تصریحات موجود ہیں :-

موطا امام مالک میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ لوگو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا اور آپ پر اپنی کتاب نازل فرمائی۔ اس کتاب اللہ میں رجم کرنے کے حکم کی آیت بھی تھی جسے ہم نے تلاوت کی، یاد کی، اس پر عمل بھی کیا خود حضور کے زمانے میں بھی رجم ہوا اور ہم نے بھی آپ کے بعد رجم کیا۔ مجھے ڈر لگتا ہے کہ کچھ زمانہ گذرنے کے بعد کوئی یہ نہ کہنے لگے کہ ہم رجم کو کتاب اللہ میں نہیں پاتے، ایسا نہ ہو کہ وہ خدا کے اس فریضے کو جسے اللہ نے اپنی کتاب میں اتارا چھوڑ کر گمراہ ہو جائیں۔ کتاب اللہ میں رجم کا حکم مطلق حق ہے اس پر جو زنا کرے اور ہو شادی شدہ، خواہ مرد ہو یا عورت، جبکہ اس کے زنا پر شرعی دلیل ہو یا حمل ہو یا اقرار ہو۔ یہ حدیث صحیحین میں اس سے بھی مطول ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ آپ نے اپنے خطبے میں فرمایا لوگ کہتے ہیں کہ رجم یعنی سنگساری کا مسئلہ ہم قرآن میں نہیں پاتے۔ قرآن میں صرف کوڑے مارنے کا حکم ہے۔ یاد رکھو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور ہم نے بھی آپ کے بعد رجم کیا۔ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے قرآن میں جو نہ تھا عمرؓ نے لکھ دیا تو میں

Marfat.com

آیتِ رجم کو اسی طرح لکھ دیتا جس طرح نازل ہوئی تھی
یہ حدیث نسائی شریف میں بھی ہے۔ مسند احمد میں ہے
کہ آپ نے اپنے خطبے میں رجم کا ذکر کیا اور فرمایا رجم ضروری
ہے وہ اللہ تعالیٰ کی حدوں میں سے ایک ہے۔ خود حضورؐ نے رجم
کیا اور ہم نے بھی آپ کے بعد رجم کیا۔ اگر لوگوں کے اس کہنے کا
کھٹکا نہ ہوتا کہ عمرؓ نے کتاب اللہ میں زیادتی کی جو اس میں نہ
تھی تو میں کتاب اللہ کے ایک طرف آیتِ رجم لکھ دیتا۔ عمر بن
خطاب عبداللہ بن عوف اور فلاں اور فلاں کی شہادت ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور ہم نے بھی رجم کیا۔
یاد رکھو تمہارے بعد ایسے لوگ آنے والے ہیں جو رجم کو اور
شفاعت کو اور عذابِ قبر کو جھٹلائیں گے اور اس بات کو بھی
کہ کچھ لوگ جہنم سے اس کے بعد نکالے جائیں گے کہ وہ کوئلے
ہو گئے ہوں۔ مسند احمد میں ہے کہ امیرالمومنین حضرت عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رجم کے حکم کے انکار کرنے کی
ہلاکت سے بچنا الخ امام ترمذیؒ بھی اسے لاتے ہیں اور اسے
صحیح کہا ہے۔ ابو یعلیٰ موصلی میں ہے کہ لوگ مروان کے پاس
بیٹھے ہوتے تھے۔ حضرت زید بن ثابت بھی تھے، آپ نے فرمایا
ہم قرآن میں پڑھتے تھے کہ شادی شدہ مرد یا عورت جب
زنا کاری کریں تو انہیں ضرور رجم کر دو۔ مروان نے کہا پھر تم

Marfat.com

نے اس آیت کو قرآن میں نہ لکھ لیا؟ فرمایا سنو ہم میں جب اس کا ذکر چلا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں تمہاری تشفی کر دیتا ہوں ایک شخص نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس نے آپ سے ایسا ذکر کیا اور رجم کا بیان کیا، کسی نے کہا یا رسول اللہؐ آپ رجم کی آیت لکھ لیجئے آپ نے فرمایا اب تو میں اسے لکھ نہیں سکتا، یا اسی کے مثل۔ یہ روایت نسائی میں بھی ہے پس ان سب احادیث سے ثابت ہوا کہ رجم کی آیت پہلے لکھی ہوتی تھی پھر تلاوت میں منسوخ ہوگئی اور حکم باقی رہا۔ واللہ اعلم۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی بیوی کے رجم کا حکم دیا۔ جس نے اپنے ملازم سے بدکاری کرائی تھی۔ اسی طرح حضورؐ نے ماعز رضی اللہ عنہ کو اور ایک غامدیہ عورت کو رجم کرایا۔ ان سب واقعات میں یہ مذکور نہیں کہ رجم سے پہلے آپ نے انھیں کوڑے بھی لگواتے ہوں، بلکہ ان سب صحیح اور صاف حدیثوں میں صرف رجم کا ذکر ہے کسی میں بھی کوڑوں کا بیان نہیں۔ اسی لئے جمہور علمائے اسلام کا یہی مذہب ہے۔ ابوحنیفہ، مالک، شافعی رحمہم اللہ بھی اسی طرف گئے ہیں۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں پہلے اسے کوڑے مارنے چاہئیں پھر رجم کرنا چاہئے تاکہ قرآن و حدیث دونوں پر عمل ہو جائے

Marfat.com

جیسے کہ حضرت امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے
کہ جب آپ کے پاس سراحہ لائی گئی جو شادی شدہ عورت
تھی اور زنا کاری میں آئی تھی تو آپ نے جمعرات کے دن
کوڑے لگوائے اور جمعہ کے دن سنگسار کرا دیا اور فرمایا کہ
کتاب اللہ پر عمل کر کے میں نے کوڑے پٹوائے اور سنت رسول اللہ
پر عمل کر کے سنگسار کرایا مسند احمد، سنن اربعہ
اور مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا میری بات لے لو، میری بات لے لو۔ اللہ تعالیٰ نے ان
کے لئے راستہ نکال دیا۔ کنوارا کنواری کے ساتھ زنا کرے تو
سو کوڑے اور سال بھر کی جلاوطنی اور شادی شدہ شادی
شدہ کے ساتھ کرے تو رجم۔

ملاحظہ فرما لیا آپ نے اسلاف کا تفسیری بیان ؟ آپ یقیناً حیران ہوں گے کہ وہ آیت جس میں زنا کی سزا سنگساری تھی کہاں چلی گئی اور جب آیت ہی نہیں رہی تو اس کا حکم کیسے باقی رہ گیا! لیکن اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں۔ آپ کے ہاں یہ عقیدہ چلا آرہا ہے کہ قرآن میں بیشتر آیات ایسی ہیں جن کی تلاوت تو کی جاتی ہے لیکن ان کا حکم منسوخ ہو چکا ہے! یہ حکم بعض دوسری آیات سے منسوخ سمجھا جاتا ہے اور بعض

Marfat.com

اوقات احادیث بھی قرآن کا حکم منسوخ کر دیتی ہیں اور یہ عقیدہ بھی ہے کہ بعض آیات ایسی ہیں کہ جو قرآن میں موجود نہیں ہیں لیکن ان کا حکم باقی ہے۔ یعنی ان کی تلاوت منسوخ ہوگئی ہے اور حکم باقی ہے!

آپ شاید ہنسیں گے کہ ہم یہ کس قسم کی باتیں لکھ رہے ہیں! لیکن ہنستے نہیں بلکہ روتیے اس قوم کی حالت پر جس میں ہزار برس سے یہ عقائد مسلسل چلے آرہے ہوں اور جو شخص ان کے خلاف آواز اٹھائے اسے خارج از اسلام ٹھہرا دیا جاتے۔ باقی رہا یہ کہ "بات کہاں تک پہنچ جاتی ہے"، سو مولوی کو اس سے کیا غرض کہ بات کہاں تک پہنچ جاتی ہے۔ اس نے اشخاص کو اپنا معبود بنا رکھا ہے، اسے صرف اس سے غرض ہے کہ اس کے معبود محفوظ رہیں خواہ ان کی حفاظت میں خدا، رسول، قرآن، دین، علم، عقل، سب کے سب سیلاب کی نذر ہو جائیں اور ان معبودوں کی حفاظت بھی وہ ان کے لئے نہیں کرتا، بلکہ اس لئے کرتا ہے کہ ان کی حفاظت میں خود اس کی حفاظت ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اگر مندر میں بت باقی نہ رہے تو برہمن کو کوئی نہ پوچھے گا۔

کس قدر تلخ ہیں یہ حقیقتیں لیکن انہیں بالآخر کب تک چھپایا جا سکیگا؟

Marfat.com

مُلّا کا بہشت

بہشتے بہر پاکانِ حرم است | بہشتے بہر اربابِ ہمم است
بگو "عجمی" مسلماں را کہ خوش باش | بہشتے فی سبیل اللہ ہم است

اسلام ایک تحریک تھی۔ تحریک اسی وقت تک تحریک رہتی ہے جب تک اس میں حرکت رہے۔ حرکت نام ہے جدوجہد کا جسے قرآن کی اصطلاح میں جہاد کہتے ہیں۔ جدوجہد کی قدر و قیمت اس نصب العین کی نسبت سے متعین ہوتی ہے جس کے حصول کے لئے وہ جدوجہد عمل میں آئے۔ اسلام کے سامنے ایک ایسا بلند نصب العین تھا جس کے مقابلے میں دنیا کا ہر نصب العین ہیچ ہے۔ یہ نصب العین تھا تمام دنیا میں ایک ایسا نظامِ عدل و احسان قائم کرنا جس میں ہر فردِ انسانی کے تمام مضمر جوہروں کی کامل نشو و نما ہو سکے۔

اسلام ایک تحریک تھی

اسی کا دوسرا نام ہے قرآنی نظامِ حکومت جس میں کوئی انسان کسی دوسرے انسان کے سامنے نہیں جھکتا، نہ کوئی کسی کا دستِ نگر ہوتا ہے۔ اس میں تمام اقتدارات و اختیارات صرف خدا کے قانون

Marfat.com

کے لئے ہوتے ہیں۔ والملك يومئذ للہ۔ ظاہر ہے کہ اتنے بڑے نصب العین کے حصول کے لئے جدوجہد بھی اتنی ہی بڑی ہوگی۔ اس لئے جو قوم اس نصب العین کو اپنی زندگی کا مقصود قرار دے گی، اس کی ساری زندگی مسلسل سعی و عمل اور متواتر تگ و تاز کی زندگی ہوگی۔ قرآن اس قوم کا نام جماعتِ مومنین (یا اُمتِ وسطیٰ) رکھتا ہے۔ ان کے اس بلند و بالا نصب العین کو ایمان سے تعبیر کرتا ہے اور اس کے حصول کے لئے پیہم جدوجہد کو اعمالِ صالحہ کے نام سے پکارتا ہے۔ ان سب کا نتیجہ اس کے نزدیک ہو جنت۔ دنیا میں بھی جنت کی زندگی اور اس کے بعد بھی جنت۔ ظاہر ہے کہ جنت کی راہ پھولوں کی سیج نہیں

یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے

اس راہ میں بڑی بڑی صبر آزما گھاٹیاں آتی ہیں۔ چونکہ دنیا بھر کی مستبد قوتیں اس نظامِ عدل و ربوبیت کے قیام میں اپنی سیادت و قیادت کا خاتمہ دیکھتی ہیں اس لئے وہ ہر ممکن طریقہ سے اس کے قیام و استحکام کی مخالفت کے لئے پورے ساز و سامان کے ساتھ مقابلے کے میدان میں اُتر آتی ہیں۔ لہٰذا جنت کی راہ باطل کی ان تمام قوتوں کے خلاف اعلانِ جنگ سے شروع ہوتی ہے اور آگ اور خون کے دریاؤں میں سے ہو کر گذرتی ہے۔ اسی لئے قرآن نے ان لوگوں

Marfat.com

جو اس راہ پر چلنے کے لئے آمادگی ظاہر کرتے ہیں، کھلے کھلے الفاظ میں کہہ دیا کہ وہ اپنے اس فیصلے سے پہلے اچھی طرح سمجھ لیں کہ وہ کیا فیصلہ کر رہے ہیں۔ یہ پوجا پاٹ اور بھگتی یا پرستش کی راہ نہیں کہ گوشۂ عافیت میں بیٹھے، گیان دھیان میں مگن ہیں اور اس خوش فہمی میں مست کہ وہ جنت کے حقدار بن رہے ہیں۔ اس جنت کے حصول کے لئے تو مفاد پرست گروہوں کے ہجوم کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ انہی مشکلوں اور سختیوں سے یہ نظام پہلے قائم ہوا تھا اور اسی طرح سے اب قائم ہوگا۔

جنت میں داخلہ

ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم ط مستھم الباساء والضراء وزلزلوا حتٰی یقول الرسول والذین اٰمنوا معہ متٰی نصر اللہ ط الا ان نصر اللہ قریب (۲/۲۱۴)

کیا تمہارا اندازہ یہ ہے کہ تم اس جنت میں یونہی داخل ہو جاؤ گے؟ ایسا نہیں ہو سکے گا۔ تمہیں بھی انہی مراحل سے گذرنا ہوگا جن مراحل سے وہ لوگ گذرے ہیں جنھوں نے اس سے پہلے اس قسم کے انقلاب کی کوشش کی۔ مخالفتوں کے ہجوم سے ان لوگوں کی حالت یہ ہو گئی کہ سختیوں اور مصیبتوں نے انھیں ہر طرف سے گھیر لیا اور وہ گھبرا اٹھے کہ قانونِ خداوندی کے مطابق ہماری کوششوں کی بار آوری کا وقت کب آئے گا؟

Marfat.com

تب کہیں جا کر ان کی کوششیں ثمر بار ہوتیں۔

دوسری جگہ ہے:۔

ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یعلم اللہ الذین
جاھدوا منکم ویعلم الصابرین۔ (۳/۱۴۲)

کیا تمہارا خیال ہے کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تم
نے اپنے اعمال و کردار سے یہ ثابت ہی نہیں کیا کہ تم میں سے
کون کس قدر سعی و عمل کا مالک ہے اور کون کس قدر استقامت
کا حامل

یہ تھی وہ جنّت جس کا وعدہ قرآن نے کیا تھا۔ یعنی خالص سعی و عمل
کا نتیجہ (جزاء بما کانوا یعملون)۔ وہ جنّت جو مومن کے خونِ جگر
میں پوشیدہ تھی۔

مجاہدین کی جماعت محمد رسول اللہ کی قیادت میں شمشیر اور
قرآن کو ہاتھ میں لے کر اٹھی اور اس نظام ربوبیت کی تشکیل (یعنی

لہ اس نظام کی تشریح کے لئے اس آیت سے پہلی آیت دیکھئے جو اوپر درج کی گئی ہے۔ اس
میں آپ دیکھیں گے کہ قرآن نے بتایا ہے کہ قوانینِ خداوندی کے مطابق نظام سے
مقصود تمام نوعِ انسانی کو امت واحدہ بنانا ہے۔ لیکن اپنے اپنے مفاد کی خاطر اختلافات
کرنے والے لوگ اس نظام کی تشکیل کی راہ میں حائل ہوں گے۔ یہی وہ
مفاد پرست ہیں جن سے اس راہ میں قدم قدم پر مقابلہ ہوگا۔

Marfat.com

اس جنّت کے حصول) کی راہ میں جو قوت بھی حائل ہوتی اُسے گردِ راہ بنا کر رکھ دیا۔ اس زمانے کی مہذب دنیا میں ایک طرف عیسائیوں کی (بازنطینی) سلطنت تھی اور دوسری طرف ایرانیوں کی حکومتِ کسریٰ ان کے ساتھ ساتھ یہودیوں کی مذہبی سیادت تھی جو استبداد اور

مجاہدین کی جماعت

خون آشامی میں ان "دنیاوی" سلطنتوں سے کسی صورت میں کم نہ تھی۔ یہی قوتیں تھیں جو قرآنی انقلاب کے مقابلے میں آئیں اور بُری طرح سے پسپا ہوئیں۔ یہ قومیں میدانِ جنگ میں تو شکست کھا گئیں لیکن انھوں نے مسلمانوں کے خلاف انتقام کی آگ کو اپنے سینے کے آتشکدوں میں سلگتے رکھا۔ جب مسلمانوں کی مرکزیت ذرا کمزور ہوتی تو یہ شکست خوردہ قوتیں اپنی اپنی کمین گاہوں سے نکلیں تاکہ اپنی آتشِ انتقام کو ٹھنڈا کریں۔ اس لئے انھوں نے حربہ کیا استعمال کیا؟ قرآن نے اسے نہایت لطیف پیرائے میں بیان فرمایا ہے ارشاد ہے:

وقالت طائفۃ من اھل الکتاب اٰمنوا بالذی
انزل علی الذین اٰمنوا وجہ النھار واکفروا
اٰخرہ لعلھم یرجعون۔ (۳/۷۱)

Marfat.com

اہلِ کتاب کی ایک جماعت کہتی ہے کہ یوں کرو کہ مسلمانوں میں
جا کر مل جاؤ۔ صبح کے وقت ان کے قرآن پر ایمان لے آؤ۔
(دن بھر ان میں اپنے خیالات پھیلاتے رہو) شام کو اس سے
انکار کر دو۔ شاید اس طرح ان میں سے کچھ لوگ تمہارے ساتھ
واپس آجائیں

یعنی حربہ یہ استعمال کرو کہ مسلمان بن کر ان میں جا گھسو اور چپکے چپکے اپنے خیالات کو پھیلاتے رہو حتیٰ کہ ان کے دین کا ڈھانچہ تو ان کا رہ جائے اور روح اس میں یکسر تمہارے خیالات کی حلول کر جائے۔ لعلھم یرجعون۔ انھیں ان کے دین سے پھرانے کا یہی کامیاب

سازش

طریقہ ہے۔ چنانچہ وہ آتے اور نہایت مقدس لباسوں میں ملبوس ہو کر مسلمانوں کے اندر گھل مل گئے۔ انھیں معلوم تھا کہ مسلمانوں کی قوت کا راز اس مجاہدانہ تگ و تاز میں ہے جس میں وہ "حصولِ جنت" کی خاطر ہر وقت مصروف رہتے ہیں۔ وہ اسی مجاہدانہ سعی و عمل کے زخم خوردہ تھے، اس لئے ان کی سازش یہ تھی کہ کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کو اس مجاہدانہ حرارت سے محروم کر دیا جائے۔ جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے مسلمانوں کی یہ تمام تگ و تاز "حصولِ جنت" کے لئے تھی۔ اسی لئے ان سازش کرنے والوں نے سوچا کہ اگر

Marfat.com

انھیں جنّت حاصل کرنے کے سہل سے طریقے بتا دیتے جائیں تو رفتہ رفتہ ان کی مجاہدانہ رُوح خود بخود سلب ہو جائے گی۔ اس مقصد کے لئے روایات سازی کا دروازہ کُھلا تھا۔ چنانچہ انھوں نے ایسی ایسی احادیث وضع کیں جن سے گھر بیٹھے بٹھاتے جنّت مل جاتی تھی۔ چونکہ ان احادیث کو منسوب کر دیا جاتا تھا، حضور رسالتمآبؐ کی طرف اس لئے ان کا اثر یقینی تھا۔ اس طرح یہ روایات پھیلائی گئیں اور تھوڑے عرصے کے بعد آسمان کی آنکھ نے دیکھا کہ وہی قوم جس نے قیصر و کسریٰ کی قوتوں کا تختہ اُلٹ دیا تھا، راکھ کا ڈھیر بنکر رہ گئی اور اس طرح

متاعِ دین و دانش لُٹ گئی اللہ والوں کی

یہی ہیں وہ روایات جنھیں ہمارے علمائے کرام اقوالِ رسول اللہؐ سمجھ کر سینے سے لگائے پھرتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ وہ خود بھی کتنے بڑے فریب میں مبتلا ہیں اور قوم کو بھی کتنے بڑے دھوکے میں رکھ رہے ہیں۔ آیئے ہم آپ کو چند ایک نمونے دکھائیں ان "احادیث مقدسہ" کے جو حدیث کی صحیح ترین کتابوں میں محفوظ ہیں اور جو مُلّا کی غلط نگہی اور کوتاہ اندیشی سے ہمارے دین کا جزو بن رہی ہیں۔ دیکھئے کہ ان احادیث کی رُو سے وہی جنّت جس کے حصُول

Marfat.com

کا قرآنی طریقہ اوپر مذکور ہے کتنے سستے داموں ہاتھ آجاتی ہے حصولِ جنت کے ان طریقوں کو دیکھئے اور پھر سوچئے کہ جس قوم کو اس طرح سے جنّت مل جاتے اس میں قوتِ عمل کا شائبہ بھی باقی رہ سکتا ہو؟

لیجئے اب روایات کی رُو سے جنت کے ٹکٹ خرید لیجئے۔ دیکھئے کتنی سستی جا رہی ہے۔

مُصافحہ

سب سے پہلے السلام علیکم کیجئے اور ہاتھ ملا لیجئے۔ لیجئے! جنّت مل گئی۔ ابوداؤد کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جب دو مسلمان مصافحہ کرتے ہیں تو ان دونوں کے جُدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ انہیں بخش دیتا ہے۔

اب مسجد میں چلئے اور وضو کیجئے۔ جنّت حاضر ہے۔

وضو سے جنّت

مسلم کی حدیث ہے کہ وضو کرنے والے کے تمام گناہ پانی کے ساتھ ٹپک جاتے ہیں یہاں تک کہ پانی کا آخری قطرہ ہر عضو کے آخری گناہ کو ساتھ لیکر ٹپکتا ہے

مسلم ہی کی ایک اور حدیث ہے کہ جو شخص پورا پورا وضو کرتا ہے اور وضو کے بعد نماز پڑھتا ہے اور نماز بھی اچھی طرح ادا کرتا ہو تو نماز کے بعد بالکل ایسا ہو جاتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے آج ہی پیدا ہوا ہے۔

Marfat.com

تیسری حدیث میں ہے کہ جو شخص اچھی طرح وضو کرتا ہے اور وضو کے بعد یہ کلمات کہتا ہے کہ " اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ " تو ایسے شخص کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ (مسلم)

ابن خزیمہ کی روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے حضرت بلال سے دریافت کیا کہ تم کیا عمل کرتے ہو؟ میں نے تمہاری جوتیوں کی آواز جنت میں سُنی کہ تم مجھ سے بھی آگے چل رہے ہو۔ بلالؓ نے عرض کیا کہ دو کام میرے معمول بہا ہیں۔ ایک ہمیشہ باوضو رہتا ہوں۔ جب وضو ٹوٹ جاتا ہے تو فوراً دوسرا وضو کر لیتا ہوں اور جب وضو کرتا ہوں تو دو رکعتیں نفل ادا کر لیا کرتا ہوں۔

کہیے ! کس قدر سستی رہی جنت! وضو کیا تو تمام گناہ اس کے پانی میں بہہ گئے اور اگر ساتھ دو رکعتیں نفل بھی پڑھ لئے تو خود رسول اللہؐ سے بھی آگے آگے جنت میں پہنچ گئے۔

اس سے بھی آسان

مسلم کی حدیث ہے کہ جو شخص مؤذن کے جواب میں اذان کے الفاظ دُہراتا ہے لیکن حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہتا ہے تو یہ شخص جنت میں جائے گا۔

Marfat.com

گناہ کئے جاؤ!

جسے قانون کی اصطلاح میں جرم کہا جاتا ہے اسے مذہب کی زبان میں گناہ کہتے ہیں۔ جرم ایک مرتبہ کا بھی کم نہیں ہوتا لیکن عادی مجرم کے لئے تو سوسائٹی میں کوئی جگہ ہی نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس مُلا کے مذہب نے جرائم کے لئے ایسا لائسنس دے رکھا ہے کہ صبح سے شام تک جُرم پر جُرم کئے جاؤ لیکن ساتھ نمازیں بھی پڑھتے جاؤ۔ سب جُرم معاف ہوتے جائینگے چنانچہ طبرانی کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ تم جلتے رہتے ہو۔ یعنی آگ کے کام کرتے رہتے ہو لیکن جب صبح کی نماز پڑھ لیتے ہو تو وہ تم کو ٹھنڈا کر دیتی ہے۔ یعنی دوزخ سے دُور کر دیتی ہے۔ پھر ظہر تک وہی کام کرتے ہو لیکن ظہر کی نماز تم کو ٹھنڈا کر دیتی ہے۔ پھر عصر تک وہی کام کرتے ہو لیکن عصر کی نماز ٹھنڈا کر دیتی ہے۔ اسی طرح مغرب اور عشاء کی نمازیں اپنے درمیانی اوقات کے گناہوں کو مٹا کر ٹھنڈا کر دیتی ہیں۔ جب تم سو رہتے ہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا یہاں تک کہ نیند سے جاگو (اور اگر رات کو دوزخ کے کام کرتے رہو تو صبح کی نماز انھیں ٹھنڈا کر دے گی)

باجماعت نماز

ترمذی کی حدیث ہے کہ چالیس دن تک تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرنے والا دوزخ

Marfat.com

اور نفاق دونوں سے بَری کر دیا جاتا ہے۔

لیجئے! ایک چلّہ پورا کر لیجئے اور عمر بھر کے لئے جو جی میں آئے کیجئے۔ دوزخ میں آپ کبھی نہیں جا سکتے۔

اور رعایت

اور اگر چالیس دن کی نماز باجماعت بھی آپ پر گراں گزرتی ہے تو اس رعایت سے فائدہ اُٹھائیے۔ بخاری اور مسلم دونوں میں ہے کہ جب امام سورۃ فاتحہ ختم کرتا ہے اور ولا الضالین کہتا ہے تو فرشتے آمین کہتے ہیں۔ مقتدیوں میں سے جس شخص کی آمین ملائکہ کی آمین کے ساتھ ادا ہوئی اس کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

بخاری اور امام مالکؒ کی ایک حدیث میں ہے کہ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہہ کر رکوع سے سر اٹھاتے تو تم ربنا لک الحمد کہا کرو۔ جو بندہ یہ کلمہ کہتا ہے تو اس کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

مُستقل الاٹمنٹ

یہاں تو صرف گناہ بخشنے کا ذکر تھا مُسلم کی ایک حدیث ہے کہ جو شخص علاوہ فرض کے، دِن رات میں بارہ رکعتیں پڑھ لے اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنا دیا جاتا ہے۔

ترمذی کی روایت ہے کہ مغرب کی نماز کے بعد بیس رکعت نفل پڑھنے والے کے لئے جنت میں گھر بنا دیا جاتا ہے۔

Marfat.com

ابوداؤد میں ہے کہ ظہر کے فرضوں سے پہلے جو شخص چار رکعتیں پڑھتا ہے اس پر دوزخ کی آگ حرام ہو جاتی ہے۔

ساتھ رونگا بھی!

مسلم کی حدیث ہے کہ جو شخص اچھی طرح وضو کر کے جمعہ کے لئے آیا اور خاموش بیٹھکر خطبہ سُنا تو اس کے گناہ نہ صرف جمعہ سے جمعہ تک بخش دیئے جاتے ہیں بلکہ تین دن کے اور زائد گناہ بھی بخش دیئے جاتے ہیں۔ (یہ رونگا ہے)

وظائف سے جنّت

وظائف عجمی اسلام کا امتیاز خصوصی ہیں "دین اور دُنیا" کا کوئی معاملہ پیش آجاتے اس کے لئے نہ کسی محنت کی ضرورت ہے نہ ہاتھ پاؤں ہلانے کی حاجت بس ایک وظیفہ پڑھ لیجئے مطلب حل ہو جائے۔ لیجئے اب حصولِ جنت کے دو چار وظائف بھی سُن لیجئے۔ نسائی کی حدیث ہے کہ جس نے صبح اور مغرب کی نماز کے بعد سات مرتبہ اَللّٰھم اجرنی من النار (یا اللہ مجھے دوزخ سے نجات دے) پڑھ لیا تو دن اور رات میں کسی وقت بھی مرجاتے وہ جنت میں جاتے گا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ ہر نماز کے بعد آیتہ الکرسی پڑھنے والا اگر دوسری نماز کے وقت سے پہلے مرجاتے تو جنت میں جاتے گا۔

ترمذی میں ہے کہ جس نے بستر پر لیٹتے وقت کہا استغفراللہ

Marfat.com

الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم و اتوب الیہ۔ اس کے تمام گناہ بخش دیئے گئے۔ وہ گناہ خواہ دریاؤں کے جھاگ کے برابر ہوں یا درختوں کے پتوں کے برابر، ریگ کے ذروں کے برابر ہوں یا ان کی تعداد ایامِ دنیا کی مثل ہو۔ یعنی ابتدائے آفرینش سے قیامت تک جتنے دن ہوں ان کی مثل بھی گناہ ہوں تو سب بخش دیئے جائیں گے۔

مسلم میں ہے کہ ہر نماز کے بعد تینتیس تینتیس بار سبحان اللہ الحمد للہ، اللہ اکبر کہہ لیا کرو۔ جس نے یہ وظیفہ پڑھا اس کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اگرچہ کتنے ہی زائد کیوں نہ ہوں۔

ترمذی میں ہے کہ جس نے ہر دن میں سو بار قل ھو اللہ پڑھنے کا ورد کر لیا تو اس کے پچاس سالہ گناہ مٹ گئے۔

مسند امام احمدؒ میں ہے کہ حضرت ام ہانیؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے کوئی ہلکا سا وظیفہ بتا دیجئے کیونکہ میں بہت بڑھیا ہو گئی ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ سبحان اللہ سو بار پڑھا کرو۔ اس کا ثواب ایسا ہی جیسے سو غلام آزاد کئے اور یہ بھی حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد کے۔ سو بار الحمد للہ پڑھا کرو۔ اس کا ثواب ایسا ہے جیسے سو گھوڑے زین اور لگام سمیت مجاہدین کو دے دیئے۔ سو بار اللہ اکبر کہا کرو۔ اس کا ثواب ایسا

Marfat.com

ہے جیسے شتر اونٹ معہ نکیل وغیرہ کے اللہ کے راستے میں دیتے اور سو بار لا الٰہ الا اللہ کہا کرو۔ یہ کلمہ زمین و آسمان کو ثواب سے بھر دیتا ہے جس دن یہ وظیفہ پڑھے گی اس دن کسی کے اعمال بھی تیرے اعمال کے برابر آسمان پر نہ جائیں گے۔ ہاں اگر کوئی دوسرا بھی یہ وظیفہ پڑھے تو اس کے اعمال بیشک تیرے اعمال کے برابر ہوں گے۔

حاکم کی روایت ہے کہ جس نے اپنی بیماری میں چالیس مرتبہ لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین پڑھا اور پھر اسی بیماری میں مر گیا تو اس کو ایک شہید کے برابر ثواب ملتا ہے اور اگر اس بیماری سے اچھا ہو گیا تو تمام گناہوں سے پاک ہو کر اچھا ہوتا ہے۔

شہادت

قرآنی نظام کے قیام کی جدوجہد میں ہر قربانی اپنی جگہ وزن رکھتی ہے لیکن ان میں سب سے زیادہ گراں بہا قربانی انسان کی جان کی قربانی ہے۔ قرآن نے ان سعادت مند نفوس کو "مقتول فی سبیل اللہ" (اللہ کی راہ میں لڑ کر جان دینے والے) کہہ کر پکارا ہے۔ انھیں عام طور پر شہید کہا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ انسانی اعمال میں شہادت کا مرتبہ بہت بلند ہے اور مخالفین کے لئے "اللہ کی راہ میں لڑنے والوں" سے بڑھ کر خطرناک

Marfat.com

اور کوئی نہیں۔ یہی مجاہدین اور مقتولین فی سبیل اللہ تھے جنھوں نے باطل کی قوتوں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا تھا۔ اس لئے ان قوتوں کو دوبارہ اُبھرنے نہ دینے کا راز اسی میں تھا کہ مسلمان کو جہاد اور قتال فی سبیل اللہ سے بیگانہ کر دیا جائے۔ اب دیکھئے کہ اس کے لئے عجمی سازش نے کیا کیا؟

مسلم کی حدیث ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ تم کن لوگوں کو شہید سمجھتے ہو! حاضرین نے عرض کیا کہ جو خدا کی راہ میں مارا جائے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس طرح تو میری امت میں شہداء کی تعداد بہت کم رہ جائے گی۔ لوگوں نے عرض کیا کہ پھر شہید کون ہے؟ فرمایا جو خدا کی راہ میں مارا گیا وہ شہید، جو خدا کی راہ میں مر گیا وہ شہید، جو طاعون سے مر گیا وہ شہید۔ جو اسہال (دستوں کی بیماری) سے مر گیا وہ شہید، جو پانی میں ڈوب کر مر گیا وہ شہید، جو مکان کے گرنے سے دب کر مر جائے وہ شہید (اسی طرح ابوداؤد اور نسائی میں ہے کہ) جو نمونیہ سے مر جائے وہ شہید، جو آگ میں جلکر مر جائے وہ بھی شہید۔ جو عورت وضع حمل سے مر جائے وہ بھی شہید۔

غور فرمایا آپ نے کہ شہداء کی فہرست کس طرح بڑھائی گئی ہے؟ اب یہ دیکھئے کہ ان "شہداء" کو اللہ کے ہاں رعایات کیا ملتی ہیں۔

Marfat.com

یہ تو ظاہر ہے کہ شہید سیدھا جنت میں جاتا ہے لیکن روایات کی رُو سے وہ اکیلا ہی جنت میں نہیں جاتا بلکہ جس طرح ریلوے کا ہر ملازم اپنے پاس پر اپنے خویش و اقارب کو بھی ساتھ لے جا سکتا ہے اسی طرح شہید بھی اپنے ساتھ بہت سے اقربا کو جنت میں لے جاتا ہے چنانچہ ابوداؤد کی حدیث ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ شہید کو اپنے خویش و اقارب میں سے ستّر آدمیوں کی شفاعت کا حق دیا جائے گا۔

دیکھئے کتنی بڑی رعایت دی ہے اس "ارحم الراحمین" نے اور اس پر بھی مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ کمبخت ڈوب کر نہیں مرتے تاکہ مرنے والا خود بھی جنت میں جاتے اور اپنے ساتھ ستر اقربا کو بھی فری لے جاتے!

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں!

غالبؔ نے ڈوب کر مرنے کا صرف یہ فائدہ بتایا تھا کہ

ہوتے ہم جو مر کے رسوا ہوتے کیوں نہ غرقِ دریا
نہ کہیں جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

اُسے اگر اس حدیث کا علم ہوتا تو ان فوائد میں اس کا بھی اضافہ کر لیتا!

مُسافر کی موت خیر! اگر آپ ڈوب کر نہیں مرنا چاہتے تو نہ سہی۔ جنت میں جانے کی اور بھی کئی راہیں ہیں آپ کچھ

Marfat.com

ہی کیجئے، اللہ میاں کسی نہ کسی بہانے آپ کو جنت میں لے جا کر رہے گا۔ (معاذ اللہ) وہاں جو مکانات بنوا دیئے گئے ہیں انھیں خالی تھوڑا رکھا جائے گا۔

نسائی میں ہے کہ ایک شخص کی وفات مدینہ منورہ میں واقع ہوئی حضورؐ نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ کیا اچھا ہوتا اگر یہ غیر وطن میں مرتا۔ کسی نے عرض کیا حضور! سفر میں مرنے سے کیا فائدہ؟ حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص سفر میں مرتا ہے تو موت کی جگہ سے لے کر اس کے وطن تک کی مسافت کے برابر جنت میں جگہ دی جاتی ہے۔

غالب نے بھی سفر میں مرنے پر خوشی منائی تھی جب اس نے کہا تھا کہ

مارا دیارِ غیر میں مجھ کو وطن سے دور
رکھ لی میرے خدا نے مری بیکسی کی شرم

لیکن روایات سازی کے یہ مقدس "شعراء" غالب سے بہت آگے ہیں۔

لڑکیوں کا باپ

اولاد کے معاملے میں انسان بے بس ہے کہ اس کے ہاں لڑکے پیدا ہوں یا لڑکیاں۔ لیکن اس بے بسی میں بھی ایک رعایت کا پہلو ہے۔ حاکم کی روایت ہے کہ جس شخص کے ہاں دو لڑکیاں ہوئیں اور اس نے ان کے ساتھ بھلائی کی جب تک

Marfat.com

وہ اس کے پاس رہیں تو یہ لڑکیاں اسے جنت میں لے جائیں گی۔

یہ تو رہا اس شخص کا معاملہ جس کی اولاد زندہ رہے۔ اب آیا وہ جس کے بچے فوت ہو جائیں۔ جنّت کا ٹکٹ اس کے لئے بھی ریزرو کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ صحیحین (بخاری اور مسلم) کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جس مسلمان کے تین نابالغ بچے مر گئے خدائے تعالیٰ اُسے جنّت میں داخل کرے گا۔

بخاری اور مسلم ہی کی ایک اور حدیث ہے کہ کسی شخص کے تین بچے مر جائیں اور پھر اسے آگ چھوئے۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ صرف قسم پورا کرنے کے لئے اسے صراط پر سے گذارا جائے گا!

نسائی میں ہے کہ تین بچوں کی وفات پر جنّت ملنے کی بشارت سُن کر ایک عورت نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جس کے دو ہی بچے مرے ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ دوؔ کے مرنے پر بھی یہی بشارت ہے۔ اس عورت نے بعد میں کہا کاش میں ایک بچے کے متعلق بھی پوچھ لیتی تو اچھا ہوتا۔

لیکن اس پر افسوس کیوں؟ اس کمی کو سنن امام احمدؒ کی ایک روایت نے پورا کر دیا۔ حضرت معاذؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے صرف ایک بچے کی وفات پر بھی جنت کی بشارت دی ہے حتیٰ کہ اسقاطِ حمل پر بھی

Marfat.com

زن مُرید

جس شخص کی بیوی زبردست ہو اور وہ بچارا اُس کی سختیوں پر اُف تک نہ کر سکے اور بلا چون وچرا اس کے احکام کی تعمیل کرتا رہے اسے سوسائٹی میں زن مُرید کہتے ہیں لیکن مُلا کے مذہب میں اس کا مرتبہ بہت بڑا ہے۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ جو شوہر اپنی بیوی کی ایذا پر صبر کرتا ہے تو وہ جنت میں جائے گا۔

زانیہ عورت

قرآن کی رُو سے زنا بہت بڑا جُرم ہے لیکن جب تک جنت کے ٹکٹ بانٹنے کا کام مولوی صاحب کے ہاتھ میں ہے، ایسا جرم بھی معاف کر دیا جا سکتا ہے، چنانچہ بخاری میں یہ حدیث موجود ہے کہ ایک زانیہ عورت نے دیکھا کہ ایک کُتیا پیاس سے تڑپ رہی ہے۔ اس نے اپنا موزہ نکالا اور دوپٹے سے باندھ کر کنوئیں سے پانی نکال کر اسے پلا دیا۔ اس پر اللہ نے اسے جنّت میں بھیجدیا۔

خُدا کی "موج"

پُرانے بادشاہوں کے قصّے مشہور ہیں کہ انکا جنم دن آیا تو اتنے قیدی جیل خانے سے رہا کر دیتے اور تاجپوشی کا دن آیا تو اتنے قیدیوں کی "بندخلاصی" کی گئی۔ چنانچہ مذہب نے بھی خدا کا تصور ایک مطلق العنان بادشاہ کا پیش کیا ہے جو جس طرح جی میں آئے کرتا رہے۔ اسی بنا پر عجم کے شہنشاہ پرست راویوں نے خدا کے لئے بھی ایسی تقاریب پیدا کر دیں جن میں وہ دوزخ کے

Marfat.com

قیدیوں کو رہا کرتا رہے۔ امام بیہقی کی روایت ہے کہ رمضان کی ہر رات میں چھ لاکھ دوزخی آزاد کئے جاتے ہیں اور رمضان کی آخری شب میں تمام گزشتہ تعداد کی مثل دوزخ سے آزاد کئے جاتے ہیں۔

اسی طرح مسلم میں ہے کہ عرفہ کا روزہ رکھنے سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور محرم کی دسویں کا روزہ گزشتہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے ابن ماجہ میں ہے کہ اس سے آئندہ ایک سال کے گناہوں کا بھی کفارہ ہو جاتا ہے۔

سانپ اور گرگٹ مارنے والا

مسلم کی حدیث ہے کہ جو شخص گرگٹ کو پہلی ہی ضرب میں مار دے تو اس کا ثواب اس سے زیادہ ہے جو دو ضربوں میں مارے اور دو ضربوں سے مارنے والے کا ثواب اس سے زیادہ ہے جو تین ضربوں سے مارے۔

ابوداؤد کی روایت ہے کہ اگر گھر میں سانپ نکلے تو اس سے کہہ دے کہ تجھے قسم ہے اس عہد کی جو تو نے حضرت نوح اور سلیمان علیہما السلام سے کیا تھا، ہم کو ایذا نہ دیجیو۔ اگر اس کے بعد بھی نکلے تو اُسے مار ڈالے امام احمدؒ کی مسند کے مطابق اسے سات نیکیوں کا ثواب ملے گا۔

قرآن کی تلاوت

قرآن نظامِ خداوندی کا ضابطۂ قانون ہے

Marfat.com

جس کے مطابق انسانی معاشرے کی تشکیل ہونی چاہیئے۔ ظاہر ہے کہ قانون عمل کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ اگر مسلمانوں کا عمل قرآن کے مطابق رہتا تو باطل کی قوتیں کبھی سر نہ اٹھا سکتیں۔ لہٰذا عجمی سازش کی پہلی تدبیر یہ تھی کہ کسی طرح مسلمانوں کو قرآن سے بیگانہ کر دیا جائے۔ (درحقیقت ان کی ساری سازش کا مقصود ہی یہی تھا) اس کے لئے انھوں نے مسلمانوں کو یہ بتایا کہ قرآن فقط پڑھنے کی چیز ہے، عمل کرنے کی نہیں۔ ثواب اس کے پڑھنے سے ملتا ہے۔ جہاں قرآن کے اعمال کا ذکر ہے اس سے مراد وہ عملیات ہیں جن کی رُو سے بھوت پریت دُور کئے جاتے ہیں۔ اس طرح انھوں نے مسلمانوں کو قرآن کے الفاظ دُہرانے میں اُلجھا دیا۔ یعنی صرف پڑھنے میں۔ قرآن کے الفاظ دُہرانے کی برکات کے متعلق تمام کتب احادیث بھری پڑی ہیں۔ نمونتہً دو ایک مثالیں سُن لیجئے:

صحیحین کی روایت ہے کہ ایک صحابی رات کو قرآن پڑھ رہے تھے۔ گھوڑا پاس بندھا تھا، وہ اُچھلنے لگا تو انھوں نے قرأت ختم کر دی۔ آسمان کی طرف دیکھا تو بہت سے چراغ معلوم ہوتے جو نیچے سے اوپر کو جا رہے تھے۔ صبح کو حضورؐ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا یہ فرشتے تیرا قرآن سننے آ رہے تھے۔ اگر تو پڑھے جاتا تو عجیب و غریب چیزیں دیکھتا۔

Marfat.com

مُسلم کی روایت ہے کہ سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ کی آخری آیتیں دُو نُور ہیں جو مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کو عطا نہیں ہوتے۔ جو کوئی ایک حرف بھی ان کا پڑھے گا اس کو وہ نور دیا جائے گا۔

مستدرک، حاکم میں ہے کہ آیت الکرسی جس گھر میں پڑھی جاتی ہے اس گھر سے شیطان نکل بھاگتا ہے۔

ترمذی میں ہے کہ اگر سورۃ بقرہ کی آخری دو آیتیں کسی جنگل میں تین دن رات تک پڑھی جائیں تو پھر وہاں شیطان کا اثر نہیں ہوتا۔

نسائی میں ہے کہ سورۃ یٰسین قرآن کا دل ہے۔ جو بندہ اس کو رضائے الٰہی اور دار آخرت کے لئے پڑھتا ہے وہ بخشا جاتا ہے۔ تم اسے اپنے مُردوں پر پڑھا کرو۔

ترمذی میں ہے کہ جو شخص سورۃ یٰسین کو ایک دفعہ پڑھ لیتا ہے اسے دس بار قرآن پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔

موطا امام مالکؒ میں ہے کہ حضورؐ نے ایک شخص کو قل ہو اللہ احد پڑھتے ہوئے سُن کر فرمایا کہ اس پر واجب ہوگئی۔ کسی نے دریافت کیا کہ کیا واجب ہوگئی۔ فرمایا جنت واجب ہوگئی۔

حاکم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ خوش آواز قرآن خواں کی آواز کو بہت شوق سے سنتا ہے جیسے کوئی گانا سننے والا گانے والے کی آواز کو شوق سے سنتا ہے۔

Marfat.com

جنت ضعیفوں اور کمزوروں کیلئے ہے

باطل کی قوتوں کا مقابلہ کرنے کے لئے حق کے پاس ان قوتوں سے بڑھ کر قوت ہونی چاہئے۔ اس لئے اسلام غلبہ اور قوت کا دین ہے۔ فان حزب اللہ ھم الغالبون (غلبہ اور تمکن اللہ کے لشکر کے لئے ہے) قرآن بار بار مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ اپنے پاس اتنی قوت جمع رکھو کہ اس سے مخالفین کے دل پر تمہارا رعب چھایا رہے جماعت مومنین کی قوت ہی تھی جس نے قیصر و کسریٰ کی شوکت و سطوت کو غبارِ راہ بنا دیا تھا۔ اس لئے مخالفین یہ جانتے تھے کہ جبتک مسلمانوں کے دل سے یہ خیال نہ نکال دیا جائے کہ قوت و سطوت خدا کے ہاں برگزیدگی کا موجب ہوگی، ان پر غالب آنا ناممکن ہے لہٰذا انھوں نے اس قسم کی احادیث وضع کرنی شروع کر دیں کہ خدا کے مقرب بندے وہ ہیں جو ضعیف و ناتوان ہیں جن پر محتاجی اور مفلسی چھائی رہتی ہے جو کمزوری اور بے چارگی کے مجسمے ہیں جو دنیا میں ذلیل و خوار ہیں۔ چنانچہ بخاری اور مسلم میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ میں نے جنت میں دیکھا کہ اکثریت سے وہ لوگ ہیں جو دنیا میں فقیر تھے۔

طبرانی میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ میرا حوض بہت لمبا چوڑا ہے۔ اس کے آبخوروں کی تعداد اتنی ہے جتنے آسمان کے تارے۔ اس کا پانی برف سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے۔ جو لوگ سب

Marfat.com

سے زیادہ اس حوض پر آئیں گے وہ فقرائے مہاجرین ہوں گے۔ کسی نے عرض کیا ان کا حال بیان فرمائیے وہ کون لوگ ہیں۔ فرمایا یہی لوگ جن کے بال پریشان، کپڑے میلے کچیلے، اُونچے درجے کے لوگ انھیں اپنی بیٹی نہیں دیتے۔ کوئی ان کے پھٹکنے کا روادار نہیں۔ اِن پر کسی کا حق ہو تو وہ چھاتی پر چڑھ کر لے لے اور اگر اِن کا کسی پر حق ہو تو یہ بچارے اپنی کمزوری کے باعث کچھ نہ کر سکیں۔

غور فرمایا آپ نے کہ خدا کے مقربین کا کیا حلیہ بیان ہو رہا ہے؟ ژولیدہ مو، پریشان حال، بوسیدہ اور میلا کچیلا لباس۔ کوئی انھیں اپنے پاس تک نہیں پھٹکنے دیتا۔ کمزوری اور ناتوانی کا یہ عالم کہ بالادست ان کا حق دبا کر بیٹھ جاتے ہیں اور یہ بچارے سوائے آہ بھر کر رہ جانے کے کچھ نہیں کر سکتے!

یہ ہیں مقربینِ بارگاہِ خداوندی جن کے لئے عجمی سازش نے جنّت مخصوص کر دی ہے!

ترمذی میں ہے کہ فقراء اغنیاء سے پانچ سو برس پہلے جنّت میں داخل کر دیئے جائیں گے۔

ابن ماجہ میں ہے کہ رسول اللہ کو مسکنت اور مساکین اس قدر محبوب تھے کہ آپ دعا مانگا کرتے تھے کہ اللھم احینی مسکینا۔

Marfat.com

وتوفنی مسکیناً واحشرنی فی زمرۃ المساکین (یا اللہ مجھے مسکین زندہ رکھ، مسکین ہی مار اور میرا حشر بھی مسکینوں کے ساتھ کر)

یہ وہ مسکنت ہے جسے قرآن نے خدا کا عذاب بتایا ہے۔ جب یہودیوں کے متعلق کہا کہ وضربت علیھم الذلۃ والمسکنت .....

بخاری اور مسلم میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں اہلِ جنت سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ یہ کمزور اور حقیر اور ضعیف مسلمان جنتی ہیں۔ اگر اللہ پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ ان کی قسم کو ضرور سچا کر دے۔

طبرانی میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ میری امت میں وہ لوگ بھی ہیں کہ اگر وہ تم سے ایک پیسہ مانگیں تو تم انھیں نہ دو لیکن اگر اللہ سے جنت مانگیں تو اللہ انھیں جنت دیدے۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کے کپڑے میلے کچیلے، بال پریشان، مفلسی کے مارے بالکل شکستہ حال لیکن اگر خدا پر قسم کھا بیٹھیں تو خدا ان کی قسم کو پورا کر دے۔

مفلسی، تنگدستی، پریشان حالی، بیچارگی، ناتوانی، غرضیکہ محکومیت اور محتاجی کی تمام لعنتیں مسلمانوں کے لئے صفاتِ حسنہ بنادی گئیں اور یہ چیز ان کے ذہن میں راسخ کر دی گئی کہ مصیبتیں اور پریشانیاں گناہوں کا کفارہ ہوتی ہیں۔ چنانچہ

مُصیبتیں گناہ کا کفارہ بن جاتی ہیں

مسند امام احمد میں ہے

کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جب کسی بندے کے گناہ بہت ہوجاتے ہیں اور کوئی عمل ایسا نہیں ہوتا جن سے گناہوں کا کفارہ ہوسکے تو اللہ تعالیٰ اس کو رنج و مصائب میں مبتلا کرتا ہے اور یہ مصائب اس کے گناہوں کا کفارہ ہوجاتے ہیں۔

حتّٰی کہ بیماری بھی!

طبرانی میں ہے کہ جب کوئی مومن بیمار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو گناہوں سے ایسا پاک کر دیتا ہے جیسے بھٹی لوہے کو زنگ اور میل کچیل سے پاک و صاف کر دیتی ہے۔

بخاری میں ہے کہ جب بندہ بیمار ہوتا ہے یا سفر میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ بیماری اور سفر سے اس بندے کے اعمال میں جو کمی ہورہی ہے اسے پورا لکھتے جاؤ۔

مسند امام احمد میں ہے کہ بیمار کی خطائیں اس طرح گر جاتی ہیں جیسے پت جھڑ کے موسم میں درختوں کے پتے گر جاتے ہیں۔ مومن اگر تندرست ہوجاتا ہے تو گناہوں سے پاک ہوکر تندرست ہوتا ہے اور اگر مر جاتا ہے تو مرحوم و مغفور ہوکر مرتا ہے۔

کیسا عمدہ سودا ہے! حسرت موہانی نے تو اتنا ہی کہا تھا کہ

صحتیں لاکھوں میری بیماریٔ غم پر نثار　　جس میں لوٹے بارہا ان کی عیادت کے مزے

Marfat.com

لیکن اسے معلوم نہیں تھا کہ بیماری میں چت بھی اپنی اور پٹ بھی اپنی ہوتی ہے۔ اگر تندرست ہو گئے تو تمام سابقہ گناہ معاف اور اگر مر گئے تو سیدھے جنّت میں۔

بُخار سے جنّت ایک روایت میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ بخار اور دردِ سر سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ خواہ یہ گُناہ اُحد کے پہاڑ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں (ابویعلیٰ) حتیٰ کہ "ایک دن کا بخار بھی مومن کے تمام گناہوں کو دُور کر دیتا ہے"۔ (ابن ابی الدنیا)

جب ایک دن کا بخار بیمار کے تمام گناہوں کو دُور کر دیتا ہے تو چالیس دن کا ٹائیفائڈ یا برس دن کا تپ دق تو سارے شہر کے گناہ دور کر دیتا ہوگا!

اندھا اور اندھا تو آنکھ بند کئے سیدھا جنّت میں جا پہنچتا ہے چنانچہ بخاری میں ہے کہ جب اللہ کسی بندے کی آنکھیں لے لیتا ہے تو اسے اس کے بدلے میں جنت دے دیتا ہے۔

خلوت گزینی قرآن نے جماعتِ مومنین کے متعلق فرمایا تھا کہ ہم نے انھیں امت وسطیٰ بنایا ہے لتکونوا شہداء علی الناس تاکہ یہ تمام نوع انسان کے اعمال کا جائزہ لیتے رہیں اور جو ذرا بھی عدل کے راستے سے ہٹنے لگے اسے فوراً سیدھی راہ پر لے

Marfat.com

آئیں۔ لیکن عجمی سازش نے آکر بتایا کہ خدا کے مقرب وہ ہیں جو گھروں کے اندر خلوت میں بیٹھے رہتے اور اپنی خطاؤں پر روتے رہتے ہیں۔ چنانچہ ترمذی میں ہے کہ کسی نے حضورؐ سے پوچھا کہ نجات کس میں ہے۔ فرمایا کہ اپنی زبان کو بند رکھ، اپنی خطاؤں پر رو اور گھر میں بیٹھ رہ۔

ابوداؤد میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ وہ وقت آئے گا کہ لوگوں میں وعدہ اور اقرار کا وزن گھٹ جائے گا۔ امانت کی کوئی وقعت باقی نہیں رہے گی۔ انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر حاضرین کو بتایا کہ فتنے اس طرح ایک دوسرے سے گتھ جائیں گے جس طرح بوریا بنتا جاتا ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ ایسے وقت میں مجھے کیا کرنا چاہئے۔ فرمایا اپنے گھر میں بیٹھ جا اور اپنی جان پر رویا کر۔ نیکی کو اختیار کر، بدی کو چھوڑ۔ اپنی جان کو دوزخ سے بچا اور پبلک زندگی سے علیحدہ ہو جا۔

اور باطل کی قوتوں کو کھلا چھوڑ دے کہ وہ جو کچھ جی میں آئے کریں۔ بلکہ یہاں تک بھی کہہ دیا کہ شہروں کو چھوڑ کر جنگل میں چلے جانا چاہئے کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ جماعت کی نماز کا ثواب پچیس ۲۵ نمازوں کے برابر ہے۔ لیکن جنگل میں لوگوں سے علیحدہ ہو کر نماز ادا کرنے کا ثواب پچاس نمازوں کے برابر ہے۔ (ابوداؤد)

یہ وہی رہبانیت کی زندگی ہے جسے مٹانے کے لئے قرآن آیا تھا۔

Marfat.com

یعنی یا تو جنگلوں میں چلے جاؤ اور اگر شہر میں رہو تو اپنے اپنے گھروں میں خاموش بیٹھے رہو اور "خدا کے خوف سے روتے رہو"۔ چنانچہ بیہقی کی روایت ہے کہ ایک دن حضورؐ وعظ فرمارہے تھے۔ ایک شخص وعظ میں رونے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے پاس بیٹھنے والے بھی سب بخش دیئے گئے خواہ ان کے گناہ مثل پہاڑ کے بھی کیوں نہ ہوں اسی میں ایک انصاری کا واقعہ لکھا ہے کہ اس پر خدا کا خوف اس قدر غالب آگیا کہ ہر وقت رویا کرتا تھا۔۔۔ حضورؐ نے جب اس کا ذکر سنا تو اسکے مکان پر تشریف لے گئے اور جاکر اسے گلے سے لگایا۔ انصاری پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ مرکر گر پڑا۔ (بیہقی)

یہ ان مجاہدین کی کیفیات بیان ہو رہی ہیں جن کی زندگی قرآن نے یہ بتائی تھی کہ یقاتلون فی سبیل اللہ ویقتلون و یُقتلون۔ کہ وہ اللہ کی راہ میں، باطل کی قوتوں کے خلاف نبرد آزما ہوتے ہیں۔ پھر میدانِ جنگ سے یا تو فاتح و منصور واپس آتے ہیں اور یا وہیں جان دے دیتے ہیں۔ غور فرمایا آپ نے کہ اس طرح کی شمشیر برہنہ قوم کو کس طرح خانقاہوں کے راہب بنا کر رکھ دیا؟

جنازے سے جنت

یہاں تک تو پھر بھی کچھ نہ کچھ کرنا پڑتا تھا جس سے جنت ملتی تھی۔ اور نہیں تو کوئی

Marfat.com

وردو وظیفہ ہی تھی۔ لیکن اب اس سے بھی آگے بڑھتے۔ مُسلم میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ اگر کسی میت کی نماز میں چالیس آدمی شریک ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے۔ ابوداؤد میں ہے کہ جس میت پر مسلمانوں کی تین صفیں نماز پڑھتی ہیں اس پر جنت واجب ہو جاتی ہے اور بخاری میں ہے کہ اگر کسی میت کو چار یا تین یا دو آدمی بھی اچھا کہہ دیں تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے۔

اور اگر یہ بھی نہ ہو تو......

اور بفرض محال اتنا بھی نہ ہو اور مُردے کو کشاں کشاں دوزخ تک لے جائیں تو کیا وہاں سے بھی چھٹکارے کی کوئی صورت ہے؟ ہے کیوں نہیں! بیہقی کی روایت ہے کہ ایک بندے کو ارشاد ہوگا آگ میں داخل ہو جا۔ وہ دوزخ کے کنارے پہنچکر ادھر اُدھر دیکھنے لگے گا اور کہے گا کہ خدا کی قسم مجھے خدا سے اچھی امید اور بھلائی کا گمان تھا۔ ارشاد ہوگا اسے لوٹا لاؤ۔ میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہوں۔

مختصراً یہ ہیں طریقے اس جنت کو حاصل کرنے کے جس کے متعلق قرآن نے کہا تھا کہ اس کی راہ میں ایسے جانگداز مراحل آتے ہیں کہ اور تو اور، خود رسول اور اس کے رفقائے کار گھبرا کر آسمان کی طرف

Marfat.com

دیکھنے لگ جاتے ہیں۔ یہ جنّت نتیجہ تھی اس انقلابِ عظیم کا، جس کی رُو سے دُنیا کے ہر مفاد پرست گروہ کے ہاتھوں سے اقتدار چھین کر، تمام اختیاراتِ قانونِ خداوندی کے ہاتھ میں آجاتے تھے اور خدا کی طرف سے عطا فرمودہ رزق کے چشمے خدا کے بندوں کے لئے عام ہو جاتے تھے۔ اس انقلاب میں نہ قیصر کی شوکت باقی رہتی تھی نہ کسریٰ کی سطوت نہ نظامِ خانقاہیت کی روباہ بازیوں کو اذنِ فریب دہی مل سکتا تھا نہ احبار و رہبان (علماء و مشائخ) کو اپنی سیادت و قیادت قائم کرنے کی اجازت۔ یہ نظام ان تمام مفاد پرست جماعتوں کے خلاف اعلانِ جنگ تھا اس لئے انھوں نے جب میدانِ جنگ میں شکست کھائی تو مذہب کا نقاب اوڑھ کر مسلمانوں کی صفوں میں آگھسے اور روایات کے پردے میں اس نظام کے ہر عنصر کو نگاہوں سے اوجھل کر کے مسلمانوں کو مذہب کی توہم پرستیوں میں الجھا دیا۔ اب یہی "مذہب" ہے جس کا محافظ ہمارا مُلّا ہے۔ یعنی عجم کی سازشوں کا مستقل پاسبان یہ سازش روایات کے آسرے پر پروان چڑھی اور انہی کے سہارے پر آجتک قائم ہے۔ انہی روایات کے متعلق سیّد ابوالاعلیٰ مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ "قرآن کے ساتھ قرآن کے ہم پایہ ہیں" (مثلہ معہٗ)۔ ہو سکتا تھا کہ فریب خوردگانِ "مذہب"

Marfat.com

میں سے کسی کے دل میں کبھی یہ خیال پیدا ہو جاتا کہ ہم اس جھوٹ کو کس طرح آگے بڑھاتے چلے جائیں۔ لیکن اس خدشہ کا علاج بھی پہلے ہی سوچ لیا گیا تھا۔ اس کے لئے یہ عقیدہ پیدا کر دیا گیا کہ نیک کام کے لئے جھوٹ بولنے میں بھی گناہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ ابوداؤد کی روایت ہے کہ حضورؐ نے (معاذ اللہ) فرمایا کہ

دو مسلمانوں میں صلح کرانے کی غرض سے اگر کچھ جھوٹ بھی بول دیا جائے تو جھوٹ کا گناہ نہیں ہوتا۔ (ابوداؤد)

جھوٹ بولنا گناہ نہیں

جب یہ اصول تسلیم کر لیا گیا تو ہر "نیک کام" کے لئے جھوٹ بولنا جائز قرار پا گیا۔[1]

اب کون بتا سکتا ہے کہ روایاتی جھوٹ کے اس انبار میں کتنا حصّہ ابتدائی سازش والوں کا ہے اور کتنا حصّہ ان کا جنھوں نے "نیک مقصد" کی خاطر روایات کو وضع کیا۔ نوح ابن مریم نے قرآن کی ایک ایک سورت کی فضیلت میں حدیثیں وضع کیں جن کو مفسرین (بالخصوص بیضاوی) نے اپنی تفسیر میں درج کیا ہے۔ جب ان پر جرح کی گئی تو انھوں نے اقرار کیا کہ میں نے یہ حدیثیں خود بنائی ہیں تاکہ لوگوں کو

---

[1] میکیاولی Machiavely جو مغرب کی ابلیسی سیاست کا امام ہے اسی عقیدہ کا علمبردار ہے کہ حصولِ مقصد کے لئے جو ذریعہ بھی اختیار کیا جائے جائز ہوتا ہے۔

Marfat.com

قرآن کی طرف رغبت دلاؤں۔ ابن جوزی کا بیان ہے کہ بہت سے عابد اور زاہد ایسے تھے جو لوگوں کو اچھے کاموں کی رغبت دلانے کے لئے حدیثیں گھڑا کرتے تھے۔ یہ تو وہ جھوٹ تھا جو ابوداؤد کی روایت کے مطابق نیک کاموں کے لئے بولا گیا۔ باقی رہا وہ جھوٹ جو خالص سازش کے ماتحت افترا کیا گیا سو اس کا ٹھکانہ ہی کیا۔ شیخ محمد طاہر گجراتی تذکرۃ الموضوعات میں لکھتے ہیں کہ جب ابن ابی العوجاء کو قتل کرنے کے لئے لے گئے تو اس نے کہا کہ "میں نے چار ہزار حدیثیں وضع کی ہیں جن میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال بتاتا رہا ہوں"۔ بہرحال جھوٹ پہلی سازش کے ماتحت بولا گیا یا بعد میں "ابلہانِ مسجد" نے "نیک کاموں" کے لئے اس جھوٹ کی حمایت کی، نتیجہ دونوں کا ایک ہے۔ یعنی یہ جھوٹ مسلمانوں کا مذہب بن گیا۔ وحی غیر متلو اس کا نام رکھ کر اسے قرآن کے ساتھ قرآن کی مثل ٹھہرا دیا گیا۔ نہیں! بلکہ اسے قرآن کا ناسخ قرار دیدیا گیا اور اس طرح مسلمانوں کو قرآن سے بیگانہ بنا کر ایک انقلاب آفریں اُمّت کو قبرستانوں کے محافظ بنا کر رکھ دیا۔

ان امور کو سامنے رکھئے اور پھر سوچئے کہ صورتِ حالات کیا ہے؟ مُلّا سے اس بارے میں کچھ کہنا بے سود ہے اس لئے کہ یہ ساری عجمی سازش (دانستہ یا نادانستہ) اسی کے آسرے پر بڑھی، پھولی،

Marfat.com

پھلی اور اب اسی کے ذریعے قائم ہے۔ وہ اسے قائم رکھنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرے گا۔ سوال اس طبقے سے ہے جو معاملات پر غور وفکر کرسکتا ہے کہ یہ لغویات جنھیں عجمی سازش نے "مذہب" کا نام دے رکھا ہے بالآخر کب تک برداشت کی جائیں گی۔ ان کی وجہ سے ساری دنیا میں اسلام بدنام ہو رہا ہے۔ ہر جگہ مسلمان ذلیل وخوار ہو رہا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کی وجہ سے اُس ذاتِ گرامی (علیہ التحیۃ والسّلام) کی، جو نوع انسانی کے لئے روشنی کا جگمگاتا چراغ بن کر آئی تھی،

عجمی سازش

ایسی پست تصویر سامنے آتی ہے جس سے اپنوں کی نگاہیں زمین میں گڑ جاتی ہیں اور جسے اغیار یہ کہہ کر دنیا کو دکھاتے پھرتے ہیں کہ (معاذاللہ) یہ ہیں مسلمانوں کے پیغمبر! عجمی سازش کے علمبردار یہی چاہتے تھے جسے ہم اس طرح کامیاب بناتے چلے آرہے ہیں۔ آپ سوچئے کہ جس اسلام کی تعلیم وہ ہو جو ان احادیث میں پیش کی گئی ہے جو سابقہ صفحات میں آپ کی نگاہوں سے گذر چکی ہیں۔ اس اسلام کو آپ دنیا کے سامنے کس مُنہ سے پیش کرسکتے ہیں۔ اور جو قوم اس تعلیم کو خدا کی وحی سمجھ کر سینے سے لگاتے لگاتے پھرے، اس کے پنپنے کی صورت کیا ہوسکتی ہے؟ بخاری، مسلم، موطا، سنن امام احمد، ابوداؤد،

Marfat.com

ترمذی، نسائی، امام بیہقی وہ کتابیں ہیں جنھیں حدیث کی معتبر ترین کتابیں مانا جاتا ہے۔ یہی وہ حدیثیں ہیں جنھیں "قرآن کے ساتھ قرآن کا ہم پایہ" قرار دیا جاتا ہے۔ سوچیے کہ جب تک مسلمان ان چیزوں کو دین کی اصل مانتا رہے گا اس وقت تک اس کی موجودہ حالت سے نکلنے کی کوئی صورت بھی ہوسکتی ہے؟ عجمی سازش نے اسلام سے جی بھر کر انتقام لے لیا ہے۔ لیکن کیا اس کا کبھی خاتمہ نہیں ہوگا؟ یاد رکھو! جس چیز نے باطل کی ان قوتوں کا شیرازہ بکھیرا تھا وہ قرآن تھا۔ انھوں نے اپنی سازش سے قرآن کو مسلمانوں کی نگاہ سے اوجھل کر دیا اور اس کی جگہ اپنا بنایا ہوا مذہب مسلمانوں میں رائج کر دیا۔ اور اسے منسوب کر دیا ذات رسالتمآبؐ کی طرف۔ اب اس سازش سے چھٹکارا حاصل کرنے کا صرف ایک ہی طریق ہے کہ جس طرح نبی اکرمؐ نے قرآن کے ذریعے باطل کی تمام قوتوں کو شکست دی تھی، اسی طرح مسلمان پھر قرآن کو اپنی نہج زندگی کی اصل قرار دے لے اور اس سے باطل کی قوتوں کو پھر تباہ و برباد کر دے۔

اور اگر آپ (خدا نکردہ) یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن میں یہ صلاحیت نہیں کہ وہ آپ کو دوبارہ زندگی عطا کر سکے۔ یعنی آپ عجمی سازش کی ہم نوائی میں یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ناکمل ہے اور اس کی

Marfat.com

تکمیل ان روایات سے ہوتی ہے جو عجمی ٹکسالوں میں گھڑی گئی تھیں، تو پھر یہ کہنا چھوڑ دو کہ خدا نے آپ کو ایک مکمل دین دیا تھا۔ یہ کہو کہ خدا نے ایک نامکمل دین دیا تھا جس کی تکمیل عجم کی کمین گاہوں میں جا کر ہوتی۔ اس کا اعتراف کیجئے اور پھر یا تو "گھروں میں بیٹھکر روتے" اور یا "پانی میں ڈوب کر مر جائیے" تاکہ آپ کو شہادت کا درجہ نصیب ہو جائے اور آپ اپنے ساتھ ستر ستر آدمیوں کو جنت میں لے جائیں۔

بگو "عجمی" مسلماں را کہ خوش باش

بہشتے "فی سبیل اللہ" ہم است

Marfat.com

مقامِ حدیث

امامِ اعظم ابو حنیفہؒ کی نظر میں

آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ آجکل فضا میں ایک خاص آواز گونج رہی ہے اور وہ ہے طلوعِ اسلام کی مخالفت۔ شاید ہی کوئی محراب و منبر ایسا ہو جہاں سے یہ آواز نہ بلند ہوتی ہو کہ طلوعِ اسلام دورِ حاضر کا سب سے بڑا فتنہ ہے، اس نے ایک نیا اسلام وضع کر رکھا ہے، یہ مسلمانوں کو گمراہ کرنا چاہتا ہے، جو کچھ یہ کہتا ہے تیرہ سو سال میں کبھی سننے میں نہیں آیا۔ اس سے اسلام کا طلوع نہیں بلکہ غروب مقصود ہے۔ کہیں ان "متشابہات" ہی پر اکتفا کیا جاتا ہے اور کہیں اس سے آگے بڑھ کر "محکمات" تک اتر آنا ہے۔ اسے کھلے بندوں گالیاں دی جاتی ہیں۔ گردن زدنی اور کشتنی قرار دیا جاتا ہے۔ اس کے خلاف کفر کے فتوے صادر کئے جاتے ہیں اور اس روزِ سعید کا انتظار کیا جا رہا ہے جب پاکستان میں شریعتِ اسلامی کا راج ہوگا اور اس قسم کے مرتدین

---

[1] نوشتہ دسمبر ۱۹۵۲ء

Marfat.com

کو حوالۂ دار و رسن کیا جائے گا۔ گوئرنگ نے کہا تھا کہ کسی جھوٹ بات کو سو مرتبہ دہرائیے وہ سچ بنکر دکھائی دینے لگے گی۔

طلوعِ اسلام کے خلاف اس پروپیگنڈے کو بھی گوئرنگ کے اصول کے ماتحت عمل میں لایا جا رہا ہے۔ اس لئے اس سے ان لوگوں کا متاثر ہو جانا کچھ بعید نہیں جو طلوعِ اسلام کا مسلسل مطالعہ نہیں کر رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ

طلوعِ اسلام کا مسلک

(۱) طلوعِ اسلام کیا کہتا ہے؟

(۲) یہ جو کچھ کہتا ہے کیا وہ کوئی نئی بات ہے؟

یا

ہمارے بزرگوں میں سے بھی کسی نے وہی کچھ کہا ہے؟

(۳) ایسا کہنے والوں کی مخالفت بھی کوئی نئی چیز ہے یا ان بزرگوں کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوتا رہا ہے؟

سب سے پہلے یہ دیکھئے کہ طلوعِ اسلام کا جرم کیا ہے؟ طلوعِ اسلام کی دعوت یہ ہے کہ قرآن کریم وہ ضابطۂ زندگی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے دین کی تکمیل کر دی ہے۔ اس میں نہ کسی قسم کا ردو بدل

Marfat.com

ہوسکتا ہے نہ نسخ و اضافہ، انسانی زندگی کے لئے جس قدر رہنمائی کی ضرورت تھی اسے اصولی طور پر قرآن میں دے دیا گیا ہے اور اس کے بعد قرآن پر ایمان رکھنے والوں سے کہہ دیا گیا ہے کہ وہ ان اصولوں کی روشنی میں اپنے زمانہ کے تقاضہ کے مطابق اجتہادی طور پر جزئی قوانین مرتب کر لیں۔ یہی کچھ رسول اللہؐ نے کیا تھا یہی خلفائے راشدین نے کیا اور ان کے بعد ایسا ہی ہر دور کے مسلمانوں کو کرنا چاہئے تھا۔ ہمیں بھی آج ایسا ہی کرنا چاہئے۔

بس یہ ہے "ہمارا جرم" اب یہ دیکھئے کہ کیا یہ جرم ہمارا ہی ہے یا اس جرم میں ہمارے ساتھ اور لوگ بھی شریک ہیں۔ اور اگر شریک ہیں تو وہ کون ہیں؟

رسول اللہ صلعم نے قرآن کے سوا کچھ نہیں چھوڑا

عبدالعزیز بن رفیع کہتے ہیں کہ میں اور شداد بن معقل حضرت ابن عباسؓ کے پاس گئے تو شداد نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلعم نے اپنے بعد کچھ چھوڑا تھا۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ بجز اس قرآن کے جو دفتین میں محفوظ ہے آپ نے کچھ نہیں چھوڑا۔ اسی طرح ہم دونوں محمد بن الحنفیہ کے پاس گئے اور ان سے بھی ہم نے یہی سوال کیا تو انھوں

Marfat.com

نے بھی یہی جواب دیا کہ آپ نے اس قرآن کے سوا جو دفتین میں محفوظ ہے اور کوئی چیز نہیں چھوڑی۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۵۰)

میں صرف اس چیز کو حرام کرتا ہوں جس کو قرآن نے حرام کیا ہے

امام ابو یوسفؒ اپنی کتاب تنقید سیر الاوزاعی میں تحریر فرماتے ہیں:-

جو چیز قرآن کے مخالف ہو گو اس کی روایت کی جائے لیکن وہ رسول اللہ صلعم کی حدیث نہیں ہے۔ ہم سے معتبر لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے اپنے مرض الموت میں فرمایا کہ میں صرف اس چیز کو حرام کرتا ہوں جس کو قرآن نے حرام کیا ہے: خدا کی قسم وہ لوگ کسی چیز سے مجھ پر تمسک نہ پکڑیں الخ

(تاریخ فقہ اسلامی ص ۲۶)

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے صحابہ کو روایتِ حدیث سے منع کیا

حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں مراسیل ابن ابی ملیکہ سے یہ روایت کی ہے کہ

رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا کہ تم لوگ رسول اللہ صلعم سے ایسی حدیثیں روایت

Marfat.com

کرتے ہو جن میں تم لوگوں میں اختلاف ہوتا ہے اور تمہارے بعد جو لوگ ہوں گے ان میں اس سے بھی زیادہ اختلاف ہوگا تو رسول اللہ صلعم سے کوئی حدیث روایت نہ کرو۔ جو شخص تم سے سوال کرے اس سے کہو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان خدا کی کتاب ہے۔ اس کے حلال کئے ہوئے کو حلال اور اس کے حرام کئے ہوئے کو حرام سمجھو

(تاریخ فقہ اسلامی صا۱۶۱)

حضرت عمر فاروقؓ نے صحابہؓ کو روایت حدیث سے منع فرمایا

حافظ ذہبی کا بیان ہے کہ شعبہ وغیرہ نے بیان سے اور بیان نے شعبی سے اور شعبی نے قرظہ بن کعبؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے جب ہم کو عراق کی طرف روانہ فرمایا تو ہمارے ساتھ خود بھی چلے اور فرمایا تم کو معلوم ہے کہ میں کیوں تمہاری مشایعت کر رہا ہوں؟ لوگوں نے کہا ہاں ہماری عزت افزائی کے لئے۔ بولے اس کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ تم ایسی آبادی کے لوگوں کے پاس جاتے ہو جو شہد کی مکھیوں کی طرح گنگنا گنگنا کر قرآن مجید پڑھتے ہیں۔ تم احادیث کی روایت کر کے ان کی تلاوتِ قرآن میں رکاوٹ نہ پیدا کرنا صرف قرآن مجید پر بس کرو اور رسول اللہ صلعم سے روایت کم کرو اور اس میں میں بھی

Marfat.com

تمہارا شریک ہوں۔ چنانچہ جب قرظہؓ آئے تو لوگوں نے روایتِ حدیث کی خواہش کی، انھوں نے جواب دیا کہ ہم کو حضرت عمرؓ نے اسکی ممانعت کی ہے۔ (تاریخ فقہ اسلامی ص۱۶۲)

حضرت علی رسول اللہ صلعم کی حدیث قبول نہیں کرتے تھے

امام ابو یوسفؒ نے سیر الاوزاعی کی تنقید میں جو کتاب لکھی ہے جسے امام شافعیؒ نے کتاب الام میں روایت کیا ہے۔ اس میں امام ابو یوسفؒ تحریر فرماتے ہیں:۔

اور اگر کتاب طویل نہ ہوجاتی تو میں تمہارے لئے بہ سند حدیثیں بیان کرتا کہ حضرت علی ابن ابی طالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہی کو قبول نہیں کرتے تھے۔

(تاریخ فقہ اسلامی ص۲۶۷)

حضرت امیر معاویہؓ بھی حضرت عمرؓ کے مسلک کے متبع تھے

ابن علیہ نے رجاء بن ابی سلمہ سے سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ ہم کو یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ یہ کہا کرتے تھے کہ تم لوگ بھی حدیث کے ساتھ وہی طرزِ عمل اختیار کرو جو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جاری تھا کیونکہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت حدیث کرنے

Marfat.com

کے متعلق لوگوں کو دھمکیاں دی تھیں۔ (تاریخ فقہ اسلامی ص۱۶۲-۱۶۳)

ان حضرات کا احادیث کو رد کرنا حدیث کی دینی حیثیت نہ رکھنے کی دلیل ہے

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت صدیق اکبرؓ حضرت فاروق اعظمؓ حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا فیصلہ احادیث کے متعلق کیا ہے۔ اس کے ساتھ ذرا اس نکتہ پر بھی غور فرمالیجئے کہ احادیث رسول کے متعلق ان حضرات کا یہ فیصلہ کیوں ہے؟ ظاہر ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ اور علی مرتضیٰؓ اور امیر معاویہؓ کے عہد سعادت مہد میں یہ اور آپ یا امام بخاریؒ اور امام مسلم حدیثیں بیان کرنے کے لئے نہیں ہوتے تھے بلکہ حضرات صحابہؓ ہی حدیثیں بیان کرنے والے ہو سکتے تھے جن کے درمیان اور رسول اللہ صلعم کے درمیان کوئی دوسرا واسطہ ہی نہیں ہوتا تھا۔ اس سند کے متعلق صحیح اور ضعیف ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ روایتیں بیان کرنے والے وہ اصحاب رسول اللہ صلعم ہی تو ہیں جن کے متعلق خود ائمہ حدیث کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ "اصحابی کلھم عدول بایھم اقتدیتم اھتدیتم" (میرے سارے اصحاب ثقہ و عادل ہیں۔ ان میں سے تم جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پا لو گے) مگر اس کے

Marfat.com

باوجود بھی یہ حضرات وہ کچھ فرمارہے ہیں جو آپ ابھی ابھی دیکھ چکے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کی صرف ایک ہی وجہ ہو سکتی ہے اور وہ یہ کہ ان حضرات کے نزدیک حدیث کی وہ حیثیت ہی نہیں ہوتی تھی جو آج اس کو حیثیت دی گئی ہے وہ حضرات جانتے تھے کہ خود رسول اللہ صلعم کا منشا بھی یہ نہیں تھا کہ آپ کے یہ ارشادات ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اُمت کا دستورالعمل بنا دیئے جائیں۔ وہ بقول حضرت صدیق اکبرؓ اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھتے تھے کہ "جو شخص تم سے سوال کرے اس سے کہو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان صرف خدا کی کتاب ہے، اسی کے حلال کئے ہوئے حلال اور اسی کے حرام کئے ہوئے کو حرام سمجھو"۔ (حضرت صدیق اکبرؓ) وہ اس حقیقت کو بھولے نہیں تھے کہ جن امور کی تفصیل قرآن میں نہیں ہوتی تھی، ان کے متعلق رسول اللہؐ اپنے صحابہؓ سے مشورہ کیا کرتے تھے اور جو رائے بہتر نظر آتی اسے اختیار کر لیا جاتا اور وہی شریعت کا حکم قرار پا جاتی تھی۔ لہٰذا وہ جانتے تھے کہ دین میں غیر متبدّل چیز صرف قرآن ہے باقی احکام عندالضرورت بدلے جا سکتے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق خود رسول اللہ کے صادر کئے ہوئے فیصلوں میں بھی ردّوبدل کیا۔ اس دور میں یہی مسلک رائج رہا اور کبھی یہ سوال پیدا نہ ہوا

Marfat.com

کہ احادیث رسول اللہؐ کو بھی قرآن کی طرح ضبط تحریر میں لا کر محفوظ کر لیا جاتے۔ حالانکہ یہ وہ زمانہ تھا جس میں یہ کام سب

صحابہ نے حدیث کے متعلق غور وفکر کے بعد یہ رائے قائم کی تھی

سے زیادہ آسان تھا۔ یہی نہیں کہ انھیں اس کی طرف خیال نہیں آیا۔ ان کے سامنے یہ سوال آیا اور وہ غور وخوض کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس کی ضرورت نہیں چنانچہ سیوطیؒ نے تنویر الحوالک شرح موطا امام مالک میں ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے احادیث کو لکھوانے کا خیال کیا اور اس کی بابت صحابہؓ سے مشورہ کیا تو عام صحابہؓ نے بھی ان کے خیال کی تائید کی لیکن اس کے بعد حضرت عمرؓ اس معاملہ میں مزید غور وفکر کرتے رہے اور قریب ایک مہینہ کے بعد انھوں نے یقینی رائے قائم کر لی اور فرمایا کہ جیسا کہ تم لوگوں کو معلوم ہے میں نے تم سے تحریر حدیث کا ذکر کیا تھا۔ پھر میں نے اس میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ ہم سے پہلے اہلِ کتاب میں سے بہت لوگوں نے کتاب اللہ کے ساتھ اور کتابیں لکھیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ انہی کتابوں میں مشغول ہو گئے اور کتاب اللہ کو چھوڑ دیا۔ اس بنا پر خدا کی قسم میں کتاب اللہ کو کسی اور چیز

Marfat.com

کے ساتھ مخلوط نہ کر دوں گا۔ اس لئے انھوں نے تحریر احادیث کا ارادہ ترک کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور میں ہمیں نہ کہیں حدیث کی کوئی کتاب نظر آتی ہے نہ اہل حدیث کا کوئی فرقہ۔

امام اعظمؒ نے تدوین فقہ میں حدیثوں سے بہت کم مدد لی

قرآن کریم کے اصولوں کی روشنی میں جزئیات مرتب کرنے کو فقہ کہتے ہیں۔ دورِ صحابہ میں فقہ کے کوئی خاص اصول مدوّن نہیں ہوتے تھے۔ اس باب میں سب سے پہلی اور نہایت کامیاب کوشش امام ابو حنیفہؒ کی ہے جو اُمّت میں امام اعظم کے لقب سے متعارف ہیں۔ اور واقعہ یہ ہے کہ ان کا صحیح مقام بھی یہی تھا۔ وہ فن فقہ کے امام تھے اور بہت بڑے امام۔ ان کی فقہ پر آج تک عمل ہوتا چلا آرہا ہے اور اس وقت بھی دنیا کے مسلمانوں کی اکثریت اسی فقہ کی تقلید کرتی ہے۔ اس حقیقت سے ہر صاحبِ علم واقف ہے کہ امام اعظمؒ کی فقہ کا مدار قیاس پر ہے۔ قیاس کے معنی یہ ہیں کہ ہم قرآن کریم کے اصولوں کی روشنی میں اپنے اجتہاد سے جزئیات مرتب کریں۔ اہل علم حضرات سے یہ حقیقت بھی پوشیدہ نہیں ہے کہ امام اعظمؒ نے اپنی فقہ کی تدوین میں حدیثوں سے بہت کم مدد لی ہے اس کی وجہ یہ نہیں کہ انھیں حدیثیں مل نہیں سکتی تھیں وہ ایک

Marfat.com

قول کے مطابق ۶۱ھ میں اور دوسرے قول کے مطابق ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۰ھ تک زندہ رہے۔ اس دور میں حدیثوں کا جمع کرنا اس زمانہ سے زیادہ آسان تھا جس میں "امام بخاری" (متوفی ۲۵۶ھ) نے یہ کام کیا۔ جہاں تک احادیث کی پہچان کا تعلق ہے محمد بن سماعہ کہتے ہیں کہ میں نے امام یوسفؒ کو کہتے ہوئے سُنا کہ میں اکثر احادیث کی طرف مائل ہو گیا ہوں مگر یہ واقعہ ہے کہ ابوحنیفہ کو صحیح حدیث کی پہچان مجھ سے کہیں زیادہ تھی۔ (تاریخ خطیب بغدادی ص ۳۴۰ ج ۱۳)

اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ نہ تو حدیث کو وحی الٰہی کی طرح غیر متبدل سمجھتے تھے اور نہ ہی شک و شبہ سے بالا۔ وہ دین کی بنیاد سرتا پا یقینیات پر قائم سمجھتے تھے اور یقینی دین صرف کتاب اللہ کے اندر محصور تھا۔ چنانچہ علی ابن المدینی، عبدالرزاق سے نقل کرتے ہیں کہ میں معمر کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ عبداللہ ابن المبارک آگئے تو ہم نے معمر کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ میں ایسے شخص سے واقف نہیں ہوں جو ابوحنیفہؒ سے زیادہ بہتر طور پر فقہ میں کلام کر سکے اور عقل و قیاس سے کام لے سکے اور مخلوق کے لئے فقہ میں نجات کی راہ کو کھول کر بیان کر سکے اور خدا کے دین میں شک و شبہ کی کوئی بات داخل کرنے سے ابوحنیفہ سے زیادہ ڈرنے والا ہو۔ (خطیب ص ۳۳۹ ج ۱۳)

Marfat.com

وہ کتاب اللہ کی روشنی میں اپنے اجتہاد اور اہل الرائے کے مشورہ سے فقہ کی تدوین کرتے۔ اس کے بعد اگر کوئی یہ کہتا کہ آپ کا یہ فیصلہ رسول اللہؐ کی حدیث کے خلاف ہے تو وہ اس کے جواب میں یہی کہتے جو حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے کہ رسول اللہؐ کا وہ فیصلہ اس زمانہ کے لئے تھا اب حالات بدل چکے ہیں اس لئے اس فیصلہ میں بھی تبدیلی ہونی ضروری ہے۔ یا وہ حضرت عائشہؓ اور دیگر صحابہؓ کے اتباع میں یہ کہتے کہ کیا معلوم رسول اللہؐ نے کیا فرمایا تھا اور سننے والے نے اسے کیا سمجھا۔ ہم کتاب اللہ کی موجودگی میں اس قسم کی غیر یقینی چیزوں کو دین کا حصہ نہیں قرار دے سکتے۔ چونکہ وہ اس حقیقت کو نمایاں کر دینا چاہتے تھے کہ احادیث رسول اللہؐ نہ تو یقینی ہیں اور نہ غیر متبدل اس لئے وہ بعض اوقات حدیث کے رد میں شدت تک بھی اختیار کر لیتے تھے۔

امام ابوحنیفہ احادیث کو ناقابل تبدیل نہیں سمجھتے تھے اور ضرورت پڑنے پر سختی کے ساتھ رد کر دیا کرتے تھے

امام سفیان بن عینیہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوحنیفہؒ سے زیادہ کسی کو اللہ پر جرأت کرنے والا نہیں دیکھا۔ وہ رسول اللہ صلعم کی احادیث کے لئے مثالیں گھڑتے اور ان کو رد کر دیا کرتے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ کو معلوم ہوا کہ

Marfat.com

میں یہ حدیث نقل کرتا ہوں "ان البیّعان بالخیار مالم یتفرقا" (بائع اور مشتری جبتک علیحدہ نہ ہوجائیں انھیں معاملہ فسخ کردینے کا اختیار رہتا ہے) ابوحنیفہؒ کہنے لگے" ذرا بتاؤ تو سہی اگر دونوں کسی ایک کشتی میں سفر کر رہے ہوں، اگر دونوں قیدخانہ میں ایک ساتھ ہی قید ہوں۔ اگر دونوں ایک ساتھ ہی کسی سفر میں ہوں توکس طرح جُدا ہوں گے (اور کیونکر ان کا معاملہ تکمیل پذیر ہوگا) مفضل بن موسیٰ سینانی کہتے ہیں کہ میں نے خود ابوحنیفہؒ کو کہتے سُنا ہے کہ میرے اصحاب میں ایسے لوگ موجود ہیں جو دو قلّے پیشاب کر دیتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ نے نبی صلعم کی اس حدیث کو کہ" پانی اگر دو قلّے ہو تو وہ نجس نہیں ہوتا" کو رد کرتے ہوتے ایسا فرمایا تھا۔ (خطیب ج ۱۳ ص ۳۸۹)

امام اعظم نے چار سو سے زیادہ احادیث کو رد کیا

ابوصالح فراء کہتے ہیں کہ میں نے یوسف بن اسباط کو یہ کہتے ہوتے سُنا کہ" امام ابوحنیفہؒ نے رسول اللہ صلعم پر چار سو بلکہ چار سو سے بھی زیادہ حدیثوں کو رد کردیا ہے۔" میں نے یوسف سے پوچھا۔ اے ابومحمد! آپ کو وہ حدیثیں معلوم ہیں کہنے لگے ہاں معلوم ہیں۔ میں نے کہا تو مجھے کچھ حدیثیں بتلایئے۔ یوسف بن اسباط نے کہا کہ رسول اللہ صلعم کا ارشاد ہے کہ" مالِ غنیمت میں

Marfat.com

گھوڑے کے دو حصے اور پیادہ آدمی کا ایک حصہ ہے"۔ مگر ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ میں ایک جانور کا حصہ ایک مومن کے حصہ سے زیادہ نہیں کرسکتا"۔ حضور اکرم صلعم اور آپ کے اصحاب نے برابر قربانی کے جانوروں پر نیزہ مار کر نشان لگایا ہے مگر ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ "ایسا کرنا ایک جاندار کی صورت کو بگاڑنا ہے"۔ رسول اللہ صلعم کا ارشاد ہے کہ "جبتک فروخت کرنے والا اور خریدار جُدا نہ ہوں ان کو بیع فسخ کر دینے کا اختیار رہتا ہے مگر ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ جب معاملہ ہو چکا تو پھر کوئی اختیار نہیں رہتا"۔ رسول اللہ صلعم کہیں سفر میں تشریف لے جاتے تو ہمراہ لے جانے کے لئے ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے اصحابؓ کا بھی اسی پر عمل رہا مگر ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ قرعہ اندازی خالص قمار اور جُوا ہے۔

ابو سائب کہتے ہیں کہ میں نے (حدیث کے مشہور امام) وکیع کو کہتے ہوئے سُنا کہ ہم نے ابو حنیفہؒ کو دو سو حدیثوں کی مخالفت کرتے ہوئے پایا ہے"۔ عبدالاعلیٰ بن حماد اپنے والد حماد بن سلمہ سے نقل کرتے ہیں کہ ابو حنیفہؒ کے سامنے رسول اللہؐ کی حدیثیں آتی تھیں مگر وہ اپنی رائے سے ان کو رد کر دیا کرتے تھے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے بھی مومل کے واسطہ سے حماد بن سلمہ کا یہی قول نقل کیا ہے۔[۱]

(خطیب ج ۱۳ ص ۳۹۰-۹۱)

Marfat.com

انکارِ حدیث میں امام ابو حنیفہؒ کا تشدّد

ابو اسحٰق فزاری کہتے ہیں کہ میں ابو حنیفہ کے پاس جاکر مسائل جہاد کے متعلق سوالات کیا کرتا تھا ایک دن میں نے ایک مسئلہ پوچھا۔ ابو حنیفہؒ نے اس کا جواب دیا۔ اس پر میں نے کہا کہ اس بارہ میں رسول اللہ صلعم کا ارشاد تو اس طرح ہے۔ ابو حنیفہؒ نے کہا "ہمیں اس سے معاف رکھو۔" ایسے ہی ایک اور دن میں نے ان سے ایک مسئلہ پوچھا جس کا انھوں نے جواب دیا میں نے پھر کہا کہ اس بارہ میں رسول اللہ صلعم سے تو ایسا ایسا منقول ہے۔ تو ابو حنیفہؒ نے کہا "اسے لے جاکر خنزیر کی دم سے رگڑ دو۔"[1] ابو اسحٰق فزاری کہتے ہیں کہ میں نے بادشاہِ وقت کے خلاف خروج (بغاوت) کے ناجائز ہونے پر ابو حنیفہؒ کے سامنے ایک حدیث بیان کی تو ابو حنیفہؒ کہنے لگے کہ یہ حدیث خرافات میں سے ہے۔ علی ابن عاصم کہتے ہیں کہ ہم نے ابو حنیفہؒ کو رسول اللہ صلعم کی حدیث سنائی تو ابو حنیفہ نے کہا کہ میں اسے قبول (تسلیم) نہیں کرتا۔ میں نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلعم کا ارشاد ہے۔ ابو حنیفہؒ نے پھر کہا ہاں ہاں میں اس کو قبول نہیں کرتا۔

(خطیب ج ۱۳ ص ۳۸۷)

[1] امام اعظمؒ کے اصل عربی الفاظ یہ ہیں فقال حك هٰذا ابن نب خنزیر (خطیب ج ۱۳ ص ۳۸۷ سطر ۱۲)

Marfat.com

بشر بن المفضل کہتے ہیں کہ میں نے ابوحنیفہؒ سے بیان کیا کہ نافعؒ ابن عمرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی صلعم نے ارشاد فرمایا بائع اور مشتری (فروخت کنندہ اور خریدار) جب تک جُدا نہ ہو جائیں انھیں فسخ بیع کا اختیار رہتا ہے۔ ابوحنیفہؒ نے کہا یہ تو محض ایک رجز (جنگی گیت) ہے۔ میں نے کہا کہ قتادہؒ حضرت انسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے ایک مسلمان لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان کچل دیا تھا تو رسول اللہ صلعم نے بھی اس یہودی کا سر دو پتھروں کے درمیان کچل دیا۔ ابوحنیفہؒ نے کہا کہ یہ محض بکواس (ہذیان) ہے۔ عبدالصمد اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کے سامنے رسول اللہ صلعم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا (افطر الحاجم والمحجوم) سینگی لگوانے والے اور لگانے والے، دونوں کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ابوحنیفہؒ نے کہا یہ محض قافیہ بندی ہے۔ ایسے ہی ان کے سامنے ولاء کے بارہ میں حضرت عمرؓ کا ایک فیصلہ نقل کیا گیا تو ابوحنیفہؒ نے کہا یہ کسی شیطان کا قول ہے۔ عبدالوارث نے بھی ایسا ہی نقل کیا ہے۔ یحییٰ ابن آدم کہتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ کے سامنے یہ حدیث نقل کی گئی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے" وضوء آدھا ایمان ہے" ابوحنیفہؒ کہنے لگے پھر تو دو وضو کر ڈالو تاکہ تمہارا ایمان مکمل

Marfat.com

ہو جاتے۔ اسی طرح ابو حنیفہؒ کے سامنے یہ ارشاد نقل کیا گیا کہ....
"لا ادری" (میں نہیں جانتا) کہہ دینا بھی آدھا علم ہے"۔ ابو حنیفہؒ کہنے لگے کہ "بس پھر تو دو مرتبہ لا ادری کہہ دینا چاہیے تاکہ علم مکمل ہو جائے۔

یہ احکام گذر چکے اور ختم ہو چکے

بشر ابن السری کہتے ہیں کہ میں ابو عوانہ کے پاس گیا اور میں نے ان سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کے پاس ابو حنیفہؒ کی کوئی کتاب ہے۔ ذرا اسے نکال دیجئے (میں اس کا مطالعہ کرنا چاہتا ہوں) ابو عوانہ کہنے لگے بیٹا! تم نے خوب یاد دلایا۔ چنانچہ وہ ایک صندوق کی طرف اٹھ کر گئے اور ایک کتاب نکالی اور ریزہ ریزہ کر کے اسے پھینک دی۔ میں نے عرض کیا کہ آپ نے یہ کیا غضب کیا۔ کہنے لگے "میں ایک روز ابو حنیفہؒ کے پاس بیٹھا تھا کہ سلطان کی طرف سے ایک ایلچی آیا ____

____ اس نے کہا امیر نے پوچھا ہے کہ ایک آدمی نے شہد کا چھتہ چرا لیا ہے۔ اس کے بارہ میں کیا حکم ہے؟ ابو حنیفہؒ نے بلا کسی ہچکچاہٹ کے جواب دیا کہ اس کی قیمت اگر دس درہم ہو تو اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ ایلچی چلا گیا تو میں نے ابو حنیفہؒ سے کہا "تم خدا سے نہیں ڈرتے؟ مجھ سے یحییٰ بن سعید (قطان) نے بیان کیا ہے، انھوں نے محمد بن حبان سے،

Marfat.com

انھوں نے رافع بن خدیج سے کہ رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ پھل پھلواری کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جاسکتا۔ فوراً اس آدمی کی مدد کو پہنچے ورنہ امیر کے ہاں اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ ابو حنیفہؒ نے پھر بلا کسی ہچکچاہٹ کے کہا:"یہ حکم گذر چکا اور ختم ہو چکا" چنانچہ اس چور کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ ایسے آدمی کی کوئی کتاب میرے پاس نہیں رہنی چاہئے۔ (خطیب ج ۱۳ صفحہ ۳۹۰ ۔ ۹۱)

عقیقہ کرنا جاہلیت کے اعمال میں سے ہے

ابو بکر اثرم کہتے ہیں کہ ابو عبد اللہ احمد بن حنبلؒ نے ہمارے سامنے عقیقہ کے باب میں رسول اللہ صلعم کی بہت سی حدیثیں، صحابہ کے آثار اور تابعین کے اقوال بیان کئے۔ پھر بطور تعجب کے مسکراتے ہوئے فرمانے لگے"مگر ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ یہ جاہلیت کے اعمال میں سے ایک عمل ہے۔ محمد بن یوسف بیکندی کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ کے سامنے امام ابو حنیفہؒ کا یہ قول نقل کیا گیا کہ نکاح سے پہلے بھی طلاق دی جاسکتی ہے۔ امام احمد کہنے لگے مسکین ابو حنیفہ گویا وہ عراق میں تھے ہی نہیں، گویا انھیں علم سے کچھ مس تھا ہی نہیں۔ اس باب میں رسول اللہ صلعم، صحابہ اور تیس کے قریب کبار تابعین، سعید بن جبیر، سعید بن المسیب، عطاء، طاؤس اور عکرمہ وغیرہ کے

Marfat.com

ارشادات اور اقوال موجود ہیں کہ نکاح سے پہلے طلاق نہیں پڑ سکتی۔ ابو حنیفہؒ ایسا کہنے کی جرأت کیونکر کرتے ہیں کہ طلاق پڑ جاتی ہے۔

(خطیب ج ۱۳ صلا ۴۱۱)

آپ نے دیکھا کہ حدیث کے متعلق فقہ اسلامی کے سب سے بڑے امام کا مسلک کیا ہے۔ ان کی مدوّن فرمودہ یا ان کی طرف منسوب کردہ فقہ مسلمانوں کی اکثریت میں رائج ہے۔ لیکن ہمارے ہاں نہ تو امام اعظمؒ کو منکرِ حدیث کہا جاتا ہے اور نہ ہی حنفی مسلمانوں کو حالانکہ جس تشدّد سے انکارِ حدیث امام ابو حنیفہؒ کے ہاں پایا جاتا ہے کسی "منکر حدیث" کے ہاں کم ہی ایسا پایا جاتا ہوگا۔ کم از کم طلوع اسلام میں ایسا تشدّد آپ کو کبھی نظر نہیں آئے گا۔ لیکن اس کے باوجود طلوعِ اسلام کو منکر حدیث قرار دے کر کافر ٹھہرا دیا جاتا ہے اور حیرت یہ ہے کہ ایسا کہنے والے خود اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں اور فقہ حنفی کو بطور قانونِ مملکت پاکستان میں رائج کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے غور فرمایا کہ یہ لوگ عوام کی جہالت سے کس قدر فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں

امام اعظمؒ نے اپنے اس مسلک کی	اگر میں رسول اللہ کے عہد میں ہوتا تو آپ بھی میرے بہت سے اقوال کو اختیار فرما لیتے

Marfat.com

تائید میں دلائل بھی پیش کیے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ خود رسول اللہ صلعم کا طریقہ یہ تھا کہ آپ تعیین جزئیات (تدوین فقہ) میں صحابہ رض سے مشورہ لیا کرتے تھے اور جس کی رائے بہتر معلوم ہوتی تھی اسے اختیار فرما لیا کرتے تھے۔ اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ اگر میں بھی رسول اللہ کے زمانہ میں ہوتا تو میں بھی اس مجلسِ مشاورت میں شریک ہوتا۔ اور میرا خیال ہے کہ کئی امور میں حضور میری رائے کو اختیار فرما لیتے چنانچہ

> محمود بن موسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے یوسف بن اسباط سے سنا کہ امام ابو حنیفہ رح فرمایا کرتے تھے کہ اگر رسول اللہ صلعم مجھے پاتے اور میں آپ کو پاتا تو بہت سی باتوں میں یقیناً آپ میرے قول کو اختیار فرما لیتے اور ابو اسحٰق کو میں نے کہتے سنا ہے کہ ابو حنیفہ رح کے سامنے اکثر نبی صلعم کی حدیثیں آتیں اور وہ ان کی مخالفت کیا کرتے۔ (تاریخ خطیب ج ۱۳ ص ۳۸۷)

یوسف بن اسباط سے ابو صالح الفراء نے بھی اسی قول کو نقل کیا ہے ان کے الفاظ یہ ہیں:-

> ابو حنیفہ رح فرمایا کرتے تھے کہ نبی صلعم مجھے پاتے اور میں آپ کو پاتا (یعنی دونوں ایک زمانہ میں ہوتے) تو آپ میرے بہت سے اقوال کو اختیار فرما لیتے۔ دین اسکے

Marfat.com

سوا اور کیا ہے کہ وہ ایک اچھی اور عمدہ راستے کا
نام ہے۔ (تاریخ خطیب ج ۱۳ صفحہ ۳۹۰)

ہمارا خیال ہے کہ اس باب میں کسی مزید وضاحت کی ضرورت باقی نہیں رہتی طلوعِ اسلام بھی یہی کہتا ہے کہ مرکز ملت نمائندگان اُمت کے مشورہ سے قرآنی اصولوں کی روشنی میں جو فیصلے کرے وہ شریعتِ اسلامی کہلاتے ہیں اور یہ فیصلے زمانے کے حالات کے ساتھ ساتھ قابلِ تغیر و تبدل ہوتے ہیں۔ لیکن حیرت ہے کہ جناب امام ابو حنیفہؒ اس عقیدہ کو رکھتے ہوئے تبع سنت قرار پائیں اور طلوعِ اسلام کو اسی عقیدہ کی بناء پر کافر ٹھہرا دیا جاتے۔

جس چیز کا مدار نقل در نقل روایت پر ہو وہ دین نہیں بن سکتی

اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھتے طلوعِ اسلام اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ اس آسمان کے نیچے یقینی چیز اللہ کی کتاب ہے جس کی حفاظت کا ذمہ اس نے خود لے رکھا ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے اس کی حیثیت تاریخ کی ہے اور تاریخ یقینی نہیں بلکہ ظنّی چیز ہوتی ہے تاریخی امور میں اختلاف بھی کیا جا سکتا ہے اور انکار بھی۔ اس اختلاف و انکار

Marfat.com

سے نہ دین پر حرف آتا ہے اور نہ ایسا کرنے والا کسی جرم کا مرتکب ہوتا ہے۔ آپ دیکھئے کہ اس باب میں امام ابوحنیفہؒ کا کیا مسلک ہے "کعبہ" مکہ مکرمہ میں ہے اور محمد رسول اللہ صلعم کا مزار مقدس مدینہ منورہ میں واقع ہے۔ کیا کسی مسلمان کو بھی اس میں شبہ ہو سکتا ہے؟ حضور اکرم صلعم کے عہد سعادت عہد سے لیکر آج تک اس تسلسل اور تواتر کے ساتھ یہ دونوں باتیں نقل ہوتی چلی آرہی ہیں کہ شاید ہی کوئی چیز نقل ہوتی ہو مگر بایں ہمہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جس کا مدار نقل در نقل روایات پر ہے سنئے اس کے متعلق امام اعظم ابوحنیفہؒ کا ارشاد کیا ہے:-

حمزہ بن حارث بن عمیر اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے مسجد حرام میں ایک آدمی کو سنا جو امام ابوحنیفہؒ سے ایک شخص کے متعلق سوال کر رہا تھا جو یوں کہتا ہے کہ میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ کعبہ برحق ہے مگر میں یہ نہیں جانتا کہ آیا کعبہ وہی ہے جو مکہ میں ہے یا کوئی اور ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ یہ شخص سچا مومن ہے۔ پھر اسی آدمی نے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا جو یوں کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن عبداللہ اللہ کے نبی ہیں مگر میں یہ نہیں جانتا کہ آیا یہ وہی ہیں جن کی قبر مدینہ میں ہے یا کوئی اور

Marfat.com

ہیں تو امام ابوحنیفہؒ نے کہا یہ شخص بھی سچا مومن ہے۔
حمیدی کہتے ہیں لیکن جو شخص ایسے کہتا ہے ہمارے نزدیک وہ کافر ہو جاتا ہے۔ (خطیب ج ۱۳: ص ۳۷۱-۳۷۲)

محمد بن محمد باغندی کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا کہ میں عبداللہ بن الزبیر کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ان کے پاس امام احمد بن حنبلؒ کا خط آیا کہ مجھے امام ابوحنیفہؒ کا کوئی شنیع ترین قول لکھ کر بھیجدو تو عبداللہ ابن الزبیر نے حارث بن عمیر کی روایت سے یہ مسئلہ لکھ کر بھیجا کہ میں نے ابوحنیفہؒ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ میں جانتا ہوں کہ اللہ کا ایک گھر ہے لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ آیا وہ مکہ میں ہے یا کہیں اور ہے۔ تو کیا یہ شخص مومن ہے امام ابوحنیفہؒ نے کہا" ہاں مومن ہے" ایسے ہی اگر کوئی شخص یوں کہتا ہے کہ میں جانتا ہوں کہ نبی صلعم کا انتقال ہو گیا ہے لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ آیا وہ مدینہ میں دفن کیے گئے ہیں یا کہیں اور۔ تو کیا ایسا شخص مومن ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے کہا" ہاں مومن ہے"۔ (خطیب ج ۱۳ ص ۳۷۱)

دوسرے مقام پر ہے:۔

امام سفیان ثوریؒ کہتے ہیں کہ ہم سے عباد بن کثیرؒ نے بیان کیا کہ میں نے ابوحنیفہؒ سے پوچھا کہ ایک آدمی ہے جو یوں کہتا ہے

Marfat.com

کہ "میں جانتا ہوں کہ کعبہ حق ہے اور وہ اللہ کا گھر ہے لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ وہ مکہ میں ہے یا خراسان میں ہے۔ کیا یہ شخص مومن ہے؟ امام ابو حنیفہؒ نے کہا "ہاں مومن ہے"۔ پھر میں نے پوچھا ایسے آدمی کے بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں جو یوں کہتا ہے کہ میں جانتا ہوں کہ محمد صلعم اللہ کے رسول ہیں لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ آیا وہ وہی ہیں جو مدینہ میں تھے اور قریش کے خاندان سے تھے یا کوئی دوسرے محمد ہیں۔ تو کیا یہ شخص مومن ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ ہاں مومن ہے مؤمل کہتے ہیں کہ یہ قول نقل کرنے کے بعد سفیانؒ نے کہا اور میں کہتا ہوں کہ جو شخص اس بات میں شک کرے وہ کافر ہے۔

(خطیب ج ۱۳ ص ۳۷۲)

آپ نے غور فرمایا کہ "تاریخ اور دین کا فرق کس قدر نمایاں طور پر واضح ہو جاتا ہے۔ یہی وہ مقامات ہیں جہاں امام اعظمؒ کی بالغ نظری جزرسی حقائق شناسی ابھر کر سامنے آجاتی ہے۔

یہاں تک آپ نے دیکھ لیا کہ حدیث کی دینی حیثیت کے متعلق صحابہؓ کا کیا مسلک تھا اور اس باب میں امام ابو حنیفہؒ نے کس طرح اس مسلک کی اتباع کی۔ جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں اس زمانہ تک کوئی ایسا گروہ نمایاں طور پر سامنے نہیں آتا جو اس مسلک کے خلاف

Marfat.com

کسی دوسرے مسلک کا حامل ہو اور حدیث کو قرآنی احکام کی طرح غیر متبدل مانتا ہو۔ جہاں تک تاریخ ہماری رہنمائی کرتی ہے اس مسلک کے سب سے پہلے اور بڑے داعی امام شافعیؒ ہیں۔ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ حدیث

ہر صحیح حدیث کا واجب التعمیل اور ناقابلِ تبدیل ہونا امام شافعی کا مذہب ہے

قرآن کی تکمیل کرتی ہے اور اسی لئے قرآنی احکام کی طرح واجب الاتباع ہے۔ امام شافعیؒ سنہ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے (یعنی اسی سال جب امام اعظمؒ کی وفات ہوئی) اور انھوں نے سنہ ۲۰۴ھ میں مصر میں وفات پائی۔ یہ خاندانِ عباسیہ کا دور تھا چنانچہ امام موصوف نے ہارون الرشید امین اور مامون الرشید کا زمانہ پایا۔ اس دور میں ہم دیکھتے ہیں کہ اُمت میں دو گروہ سامنے آتے ہیں۔ ایک وہ جو صحابہؓ اور امام ابو حنیفہؒ کے مسلک کا پابند تھا یعنی جو احادیث کو غیر متبدل نہیں مانتا تھا اور دوسرا گروہ جو امام شافعیؒ کے مسلک کا پابند تھا اور حدیث کو ہمیشہ کے لئے واجب الاتباع خیال کرتا تھا۔ اب اوّل الذکر گروہ کو (جو اب تک صرف مسلمان کے لقب سے ملقب تھا) اصحاب الرائے کے نام سے مشہور کیا گیا اور دوسرا گروہ اصحاب الحدیث کے نام سے متعارف ہوا۔ امام شافعیؒ نے پہلے گروہ کے مسلک کی تردید اور اپنے

Marfat.com

مسلک کی تائید میں بہت کچھ لکھا اور وہ اپنے مخالفین کے ساتھ مناظرے بھی کرتے رہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب "الام" کے ساتویں حصے میں ایک باب باندھا ہے جس کا عنوان ہے:۔

"اس جماعت کے اقوال بیان کرنے کا باب جس نے حدیثوں کو رد کیا۔"

اس کے بعد انھوں نے اس جماعت کے مسلک اور ان کے استدلال کو انہی میں سے ایک شخص کی زبانی اس طرح بیان کیا ہے:۔

انکار حدیث کے متعلق متکلمین اور اصحاب الرائے کے دلائل

"تم عربی ہو اور قرآن ان لوگوں کی زبان میں نازل ہوا ہے جن میں تم خود ہو اور تم کو وہ خوب یاد ہے اور اس میں خداوند تعالیٰ نے اپنے چند فرائض نازل کئے ہیں۔ اگر کوئی شخص جس پر قرآن مشتبہ ہو گیا ہو اس کے ایک حرف میں بھی شک کرے تو تم اس سے توبہ کا مطالبہ کرو گے اور اگر اس نے توبہ کر لی تو بہتر ہے ورنہ تم اس کو قتل کر دو گے۔ قرآن مجید کے بارہ میں خود خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے" تبیانا لکل شئ" یعنی وہ ہر چیز کی وضاحت ہے۔ ایسی حالت میں تمہارے یا اور کسی شخص کے نزدیک یہ کیونکر جائز ہے کہ خداوند تعالیٰ

Marfat.com

نے جس چیز کو فرض کر دیا اس کی نسبت کبھی یہ کہے کہ یہ فرض عام ہے۔ کبھی یہ کہ وہ خاص ہے، کبھی یہ کہ اس امر میں فرضیت ہے اور اس امر میں استحباب ہے اور اس قسم کے فرق اور بھی بہت سے ہیں۔

تمہارے پاس ایک حدیث یا دو حدیث یا تین حدیثیں ہوتی ہیں جن کو تم ایک آدمی سے پھر دوسرے سے پھر تیسرے سے روایت کر کے رسول اللہ صلعم تک پہنچاتے ہو اور میں نے تم کو اور تمہارے ہم مذہب لوگوں کو پایا ہے کہ تم نے جس سے ملاقات کی اور حفظ و صداقت میں اس کو مقدم سمجھا اور تمہارے ملنے والوں میں سے خود جس سے ملا تم ان میں سے کسی کو حدیث میں غلطی اور بھول چوک سے بری نہیں کرتے بلکہ میں نے تم کو ان میں سے متعدد اشخاص کی نسبت یہ کہتے ہوتے پایا ہے کہ فلاں نے اس حدیث میں اور فلاں نے اُس حدیث میں غلطی کی۔ اور میں نے تم کو یہ کہتے ہوئے پایا ہے کہ اگر کوئی شخص ایسی حدیث کی نسبت جس کے ذریعہ سے تم نے کسی چیز کو حلال و حرام بتایا ہے (انکار کر دے اور) کہے کہ یہ علم خاصہ سے ہے، رسول اللہ صلعم نے اس کو نہیں فرمایا ہے۔ صرف تم نے یا اس شخص نے غلطی کی ہے جس نے تم سے اس حدیث کو بیان کیا اور (یوں کہے کہ) تم نے جھوٹ کہا ہے، یا اس شخص نے (جھوٹ کہا ہے) جس نے تم

Marfat.com

سے اس حدیث کی روایت کی ہو تو تم اس سے توبہ کا مطالبہ نہیں کرتے اور اس سے زیادہ اس کو نہیں کہتے کہ "تم نے کس قدر برا کہا" تو کیا یہ جائز ہے کہ کوئی شخص قرآن مجید کے احکام اور اس کے ظاہر میں ایسے شخص کے نزدیک تفریق کرے جس نے اس کو ایسے شخص سے سنا ہے جس کی حالت وہ ہے جس کو تم نے بیان کیا ہے اور ان کی احادیث کو تم کتاب اللہ کے قائم مقام قرار دیتے ہو اور ان سے حلال و حرام کرنے میں مدد لیتے ہو۔ لیکن جب تم نے ان کی احادیث کو قبول کر لیا اور ان میں ایسے لوگ ہیں جن کی احادیث کو قبول کرنے کی نسبت تمہارا معاملہ وہ ہے جس کو میں نے بیان کیا اور جس کو میں نے بیان کیا اور جس شخص نے ان کو رد کر دیا ان کی نسبت تمہاری کیا حجت ہے؟ میں ان احادیث میں سے کسی کو قبول نہیں کرتا جبکہ ان میں وہم کا امکان ہے اور میں صرف اس کو قبول کرتا ہوں جس کے ذریعہ سے خدا پر گواہی دوں، جیساکہ اس کی کتاب پر گواہی دیتا ہوں جس کے ایک حرف میں بھی کسی کو شک کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ کیا یہ جائز ہے کہ ایک چیز کو حاوی قرار دیا جائے اور وہ اسکی سزاوار نہ ہو۔

{ تاریخ فقہ اسلامی
ص ۲۵۸-۶۰ }

Marfat.com

فتنۂ خلق قرآن نے کیونکر پانسہ پلٹ دیا

ممکن ہے کہ اس نئے گروہ کا مسلک (جس کے موجد امام شافعیؒ تھے) محض نظری مباحث تک ہی محدود رہتا لیکن بدقسمتی سے ماضی قریب میں ایک سیاسی فتنہ اُٹھ چکا تھا جو عرصۂ دراز تک قائم رہا اور جس نے اس نزاع میں فریقین کا پانسہ پلٹ دیا اور اس کے بعد اُمت قرآن اور عقل دونوں کی برکتوں سے محروم ہوگئی۔ اس زمانہ میں ایک خالص نظری مسئلہ پیدا ہوا کہ کلام اللہ مخلوق ہے یا غیر مخلوق؟ ظاہر ہے کہ یہ خالص علم کلام کا مسئلہ تھا جو نظری بحث ہی کا موضوع بن سکتا تھا۔ لیکن چونکہ یہی مسئلہ اُمت کے فکر و عمل میں ایک بہت بڑے انقلاب کا موجب بن گیا اس لئے ضروری ہے کہ آپ اس کی تدریجی تاریخ کو سامنے لے آئیں۔

خونِ ناحق کی ندّیاں

"تاریخ کے اوراق سے پوچھئے کہ اس ایک سوال نے خون ناحق کی کس قدر ندّیاں بہادیں؟ دوسری صدی ہجری میں جعد بن درہم نے قرآن کے مخلوق ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس کی پیروی میں جہم بن صفوان نے اس کا اعلان کیا۔ کچھ علماء نے اس قول کو اسلام کے خلاف قرار دیا اور اس عقیدہ کے حاملین کو مرتد ٹھہرادیا۔

Marfat.com

امام ابو حنیفہؒ خلقِ قرآن کے قائل تھے

عقیدۂ خلق قرآن کے مؤید بن وہی لوگ تھے

جو دین میں قرآن اور اجتہاد کے پابند تھے۔ ظاہر ہے کہ امام ابو حنیفہؒ بھی ان ہی کے ہم نوا تھے بلکہ بعض شہادات سے تو پتہ چلتا ہے کہ سب سے پہلے انھوں نے ہی یہ کہا کہ قرآن مخلوق ہے چنانچہ امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ

اول من قال ان القرآن مخلوق ابو حنیفۃ۔

سب سے پہلے جس شخص نے یہ اعلان کیا کہ قرآن مخلوق ہے وہ امام ابو حنیفہؒ ہیں

اس کی تائید بہت سی دوسری شہادات سے بھی ہوتی ہے جن کا تفصیلی ذکر خطیب نے اپنی تاریخ جلد ۱۳ صـ ۳۷۸-۳۸۰ میں کیا ہے۔

یہ حضرات اپنے خیال کی تائید میں قرآن اور عقلی دلائل پیش کرتے تھے۔ فریقِ مخالف کے نزدیک اس کا توڑ یہی ہو سکتا تھا کہ لوگوں میں یہ مشہور کیا جاتے کہ خود رسول اللہ صلعم قرآن کو غیر مخلوق مانتے تھے اور اس طرح لوگوں کے جذبات کو ابھار کر فریقِ مخالف کو شکست دیدی جاتے۔ چنانچہ اس مضمون کی متعدد حدیثیں کہ القرآن کلام اللہ غیر مخلوق مختلف پیرایوں میں

Marfat.com

رسول اللہ صلعم سے روایت کی گئیں اور لوگوں میں پھیلائی گئیں۔ ظاہر ہے کہ یہ حدیثیں قطعاً وضعی تھیں اس لئے کہ خلق اور قدم قرآن کا مسئلہ خالص علم کلام کا مسئلہ ہے اور رسول اللہ صلعم کے زمانے میں عقائد پر علم کلام کی رُو سے بحث ہی نہیں ہو سکتی تھی مسلمانوں میں علم کلام بہت بعد میں آیا ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کی حدیثوں کے زور پر ان لوگوں نے عوام میں اپنے آپ کو اس قدر مقبول ضرور بنا لیا تھا کہ رائے عامہ کے دباؤ سے وہ حکومت کو بھی متاثر کر سکتے تھے اور اپنے مخالفین کو بھی جا و بے جا طور پر مرعوب کر سکتے تھے۔ سلطنت کے مصالح کچھ اس قسم کے تھے کہ اس نے پہلے گروہ کی مخالفت اور دُوسرے گروہ کی ہمنوائی کی چنانچہ خالد بن عبد اللہ قسری والیٔ عراق نے جعد کو عید الاضحیٰ کے دن بطور قربانی کے ذبح کیا اور

امام ابو حنیفہ کو بار بار توبہ کرنا پڑی

جہم کو سلمہ بن احوز نے مرو میں قتل کر ڈالا۔ اس طرح قتل و غارت کا وہ بازار گرم کیا کہ امام ابو حنیفہؒ جیسے صاف گو اور جری شخص کو بھی دو تین مرتبہ اس خیال سے توبہ کرنا پڑی۔ چنانچہ خطیب نے اپنی تاریخ میں یحییٰ ابن حمزہ، سعید بن عبد العزیز، یزید ابن زریع، سفیان ثوری، عبد اللہ ابن ادریس اور اسد بن موسیٰ

Marfat.com

کی شہادتوں سے ثابت کیا ہے کہ امام صاحب نے دو مرتبہ اس عقیدہ سے توبہ فرمائی اور سفیان بن عیینہ سے نقل کیا ہے کہ تین مرتبہ توبہ فرمائی حتیٰ کہ ان لوگوں کے نام بھی نقل کئے ہیں جنھوں نے امام صاحب کو توبہ کرائی تھی۔ اس سلسلہ میں خالد بن عبداللہ قسری والی عراق، یوسف بن عمر اور شریک بن عبداللہ قاضی کوفہ کے نام نقل کئے گئے ہیں۔ (الخطیب ص۳۸۰-۸۳) اس مذہبی جنون و استبداد کی تفصیلات سے ہماری تاریخ کے صفحات آج تک رنگین ہیں۔

انقلاب رنگین مامون الرشید کے عہد میں حالات نے پلٹا کھایا، وہ خود اور اسکے درباری قرآن کے مخلوق ہونے کے قائل ہو گئے۔ اب دوسرے گروہ پر جن کا لقب اب اصحاب الحدیث قرار پا گیا تھا کفر کے فتوے لگنے شروع ہوتے اور وہ جرم ارتداد کی سزا میں قتل ہونے لگے۔ اکثر علماء نے مجبوراً قرآن کو مخلوق کہہ کر اپنی جانیں بچائیں لیکن اکثر اپنے عقیدہ پر قائم رہ کر سخت ترین اذیتیں جھیلتے اور موت کے گھاٹ اترتے رہے۔ انھی میں امام احمد بن حنبلؒ جیسی شخصیت بھی تھی۔ امام صاحب کو جس طرح قید وبند کے عذاب میں مبتلا رکھا گیا اس کے تصور سے روح کانپتی ہے۔ انھیں دربار میں بلا کر کوڑوں سے پٹوایا جاتا تھا اور جب وہ بے ہوش ہو جاتے

Marfat.com

تو پھر قید خانہ میں بھجوا دیا جاتا تھا۔ یہ سلسلہ ایک دن، دو دن نہیں بلکہ پورے اڑھائی سال تک جاری رہا۔ معتصم (مامون الرشید کا جانشین) ان سب لوگوں کو قتل کر دیا کرتا تھا جو قرآن کو غیر مخلوق کہتے تھے معتصم کے جانشین، واثق نے بھی خون کی ان ندیوں میں اضافہ کیا حتیٰ کہ احمد بن نصر کو اسی عقیدے کی بنا پر خود اپنے ہاتھ سے قتل کر کے "ثواب عظیم" کا مستحق بنا۔ احمد کے جسم کو سامرا میں سولی پر چڑھایا گیا اور اس کے سر کو بغداد بھیجا گیا۔ کان میں ایک رقعہ لٹکایا گیا جس میں لکھا تھا:

> یہ احمد بن نصر مشرک اور گمراہ کا سر ہے جس کو امیر المومنین نے بغرضِ تقربِ الٰہی اپنے ہاتھ سے قتل کیا ہے۔

پھر دوسرا انقلاب جب متوکل خلیفہ ہوا تو اس نے تمام صوبوں میں حکم بھیجدیا کہ کوئی شخص آئندہ قرآن کو مخلوق نہ کہے اس سے پھر پلڑا یکبارگی محدثین کی طرف جھک گیا۔ اب محدثین نے متکلمین اور اصحاب الرائے سے انتقام لینا شروع کیا۔ متوکل نے محدثین کی مدارات کے لئے انھیں سامرا میں بلا کر انعامات دیئے۔ جب سلطنت کی طرف سے بھی اس قسم کی سرپرستی

Marfat.com

ہوئی تو عوام میں پھر ان کی مقبولیت بڑھتی چلی گئی چنانچہ ان لوگوں نے ایک طرف متوکل کی اس قدر تعریف کی کہ اس بدتدبیر اور عیاش بادشاہ کو جس کے محل میں بقول ابوبکر خوارزمی بارہ ہزار حرم تھیں خلفائے راشدین کے ہم رتبہ قرار دیا اور دوسری طرف احتساب کو اپنے ہاتھ میں لے کر متکلّمین

متکلمین اور اصحاب الرائے کو بالکلیہ ختم کر دیا گیا اور اُمت قُرآن و بصیرت سے محروم ہو گئی

اور اصحاب الرائے کا تعاقب شروع کر دیا اور جوشِ انتقام میں وہ وہ مظالم روا رکھے گئے کہ چاند اور سورج کی آنکھ جن سے شرما جائے۔ مختصر یہ کہ چُن چُن کر متکلّمین اور اصحاب الرائے کے سر برآوردہ حضرات کو قتل کیا گیا اور یہ سیلاب اس زور سے اُمڈا کہ ان غریبوں کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہ رہا کہ وہ اپنی جماعتی حیثیت کو ختم کر کے اپنے آپ کو محدثین میں جذب کر دیں اس طرح قُرآن و اجتہاد کا وہ مسلک جو صحابہ کے زمانہ سے چلا آرہا تھا اور جسے امام ابوحنیفہؒ کے مجتہدانہ تفقہ نے اس قدر بلند کر دیا تھا خالص روایت پرستی میں تبدیل ہو گیا اور اس طرح اُمت عقل و بصیرت اور قرآن دونوں ہی سے محروم ہو گئی۔ عباسی حکومت کے اضمحلال کے ساتھ ساتھ

Marfat.com

علمی سرد بازاری بھی شروع ہو چکی تھی اس لئے علمائے حنفیہ میں پھر کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ امام ابو حنیفہؒ کے مسلک کو علانیہ پیش کر سکے۔ شکست خوردگی کا یہ عالم ہوا کہ ان لوگوں نے اپنی حنفیت کے بقاء کے

اصحاب الرائے شافعی بن گئے

لئے شافعیت کے اصول میں پناہ لی اور اصولِ شافعیت کے مطابق فریق مقابل کی احادیث کو بلا وجہ ضعیف قرار دینے اور اپنے مسلک کے لئے موید حدیثوں کو صحیح قرار دینے پر سارا زور صرف کر ڈالا حتیٰ کہ بعض اوقات ضعیف اور موضوع روایتوں کے آسرے اپنے مذہب کو روایات ہی سے ثابت کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ چنانچہ علامہ محمد الخضری اس کی شکایت کرتے ہوتے لکھتے ہیں:۔

لیکن جب شراح، حامیان اور نکتہ چینیانِ مذاہب کا گروہ پیدا ہوا تو انھوں نے ان اصول کی طرف جن کو ان کے ائمہ نے اختیار کیا تھا توجہ نہیں کی اور اپنے مخالفین پر ہر صحیح السند حدیث کی مخالفت کا گو وہ ان کی شرائط کی جامع نہ ہو جن کو اس شخص نے شرط قرار دیا ہے جس پر وہ نکتہ چینی کر رہے ہیں الزام دینے لگے۔ اسی طرح وہ لوگ ہر حدیث کو جس کو ان کے امام نے قبول نہیں کیا اس کی سند پہ نکتہ چینی کر کے یا اور کسی دوسرے ماخذ کے ذریعہ

Marfat.com

سے ضعیف کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ یہ کہہ دینا
آسان تھا کہ امام نے اس حدیث کو اس لئے
قبول نہیں کیا کہ حدیث پر عمل کرنے کے لئے جس شرط
کو اس نے اپنا اصول قرار دیا ہے وہ اس حدیث میں
موجود نہ تھی۔

(تاریخ فقہ اسلامی ص۲۷۵)

خلق قرآن کا مسئلہ تو ختم ہوگیا مگر اس کے زیرِ سایہ حدیث کے اقرار و انکار نے اپنی مستقل حیثیت پیدا کر لی۔ اب چونکہ محدثین کو بڑی تقویت حاصل ہو گئی تھی اس لئے انھوں نے امام ابو حنیفہؒ کو منکرِ حدیث قرار دے کر انھیں طرح طرح سے مطعون کرنا شروع کر دیا۔ یہ پروپیگنڈا اس شد و مد اور اس انداز سے کیا گیا کہ اصحاب الرائے کا مذہب شاید خالص الحاد اور زندقہ کا مسلک تھا۔ آپ ملاحظہ کیجئے کہ اس عہد کے مُلّا نے امام ابو حنیفہؒ کے خلاف بعینہٖ وہی کچھ کہا جو آج طلوعِ اسلام کے خلاف کہا جا رہا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ پر محدثین کا طعن و تشنیع

امام مالک بن انسؒ کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ کا فتنہ اس اُمت کے لئے ابلیس کے فتنہ سے کم نہیں ہے۔ دونوں باتوں میں عقیدۂ ارجاء میں بھی اور احادیث کو رد کرنے میں بھی۔

Marfat.com

عبد الرحمٰن بن مہدی کہتے ہیں کہ میں دجّال کے فتنہ کے بعد اسلام میں کسی فتنہ کو ابو حنیفہؒ کے فتنہ سے بڑا نہیں دیکھتا۔ (خطیب ج ۱۳ ص ۳۹۶) سلیمان بن حسان حلبی کہتے ہیں کہ میں نے بے شمار مرتبہ امام اوزاعیؒ کو کہتے سنا ہے کہ ابو حنیفہؒ نے اسلام کے ایک ایک دستہ کو گن گن کر توڑا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ اسلام کے ایک ایک دستہ کو گن گن کر توڑ رہے تھے

ایسے ہی جب امام ابو حنیفہؒ کا انتقال ہوا تو امام اوزاعیؒ نے کہا خدا کا شکر ہے وہ اسلام کے ایک ایک دستہ کو توڑ رہا تھا۔ عبد الرحمٰن بن مہدی کہتے ہیں کہ میں سفیان ثوری کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ امام ابو حنیفہؒ کے انتقال کی خبر آئی تو سفیان نے کہا خدا کا شکر ہے کہ اس نے مسلمانوں کو اس سے نجات دی۔ وہ اسلام کے ایک ایک دستہ کو توڑ رہا تھا۔ فزاری کہتے ہیں کہ میں نے سفیانؒ اور اوزاعی دونوں کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اسلام میں ابو حنیفہؒ سے زیادہ بدبخت ترین پیدا نہیں ہوا۔ امام شافعیؒ نے بدترین کا لفظ کہا ہے۔ قیس بن الربیع سے ابو حنیفہؒ کے متعلق دریافت کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ ماضی (روایات و آثار) کا جاہل ترین اور مستقبل (استنباط احکام) کا عالم ترین شخص ہے۔ (ایضاً ج ۱۳ ص ۳۹۵)

Marfat.com

امام ابوحنیفہ کی مخالفت ہی حق ہے

عمرو بن قیس کا قول ہے کہ جو شخص حق کو معلوم کرنا چاہے اسے کوفہ جاکر ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے قول کو دیکھنا چاہئے۔ اس کے بعد ان اقوال کے خلاف کرنا چاہئے (کیونکہ وہی حق ہے) عمار بن زریق کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ کی مخالفت کرو، تم حق کو پالو گے۔ بشری کہتے ہیں کہ تم ابوحنیفہ کی مخالفت کرو گے تو حق کو پالو گے۔ ابن عمار کہتے ہیں کہ جب تمہیں کسی بات میں شک ہو تو دیکھ لو کہ ابوحنیفہؒ نے کیا کہا ہے بس اس کی مخالفت کرو کہ حق وہی ہوگا۔ یا یوں کہو کہ اس کی مخالفت ہی میں برکت ہے۔ (ایضاً ج ۱۳ ص ۴۰۰)

مسجد میں امام ابوحنیفہ کا نام لینا جرم تھا

ابو عبید کہتے ہیں کہ میں اسود ابن سالم کے ساتھ رصافہ کی جامع مسجد میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں کسی مسئلہ کا تذکرہ آگیا۔ میرے منہ سے نکل گیا کہ ابوحنیفہؒ ایسا کہتے ہیں تو اسود نے مجھے ڈانٹ کر کہا کہ تو مسجد میں ابوحنیفہ کا تذکرہ کرتا ہے اور مسجد میں ابوحنیفہؒ کا نام لے دینے کے جرم میں وہ مجھ سے اس قدر ناراض ہوئے کہ مرتے دم تک پھر مجھ سے کلام نہیں کیا۔ (ایضاً ص ۴۰۹ ج ۱۳)

سفیانؒ نے ہشام بن عروہ سے انھوں نے اپنے والد سے یہ حدیث

Marfat.com

نقل کی کہ بنی اسرائیل کا معاملہ اعتدال پر قائم تھا حتیٰ کہ ان میں لونڈی بچوں کا غلبہ ہوگیا جنھوں نے دین میں رائے کو دخل دیا خود بھی گمراہ ہوتے اور لوگوں کو بھی گمراہ کر دیا۔ اس کے بعد سفیانؒ نے کہا کہ اسلام میں بھی لوگوں کا معاملہ اعتدال پر قائم تھا حتیٰ کہ اسے ابو حنیفہؒ نے کوفہ میں بتی نے بصرہ میں اور ربیعہ ابن عبدالرحمٰن نے مدینہ میں بدل ڈالا۔ ہم نے غور کیا تو ان سب کو ہم نے لونڈی بچے ہی پایا۔ (خطیب ج ۱۳ ص ۳۹۴)

فقہ حنفی دجالوں کا کلام ہے

حمدویہ بن مخلد کہتے ہیں کہ محمد بن مسلمہ مدنی سے پوچھا گیا "کیا وجہ ہے کہ ابو حنیفہؒ کی رائے سارے شہروں میں گھس گئی ہے مگر مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہو سکی"؟ محمد بن مسلمہ نے جواب دیا "اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم کا ارشاد ہے کہ مدینہ منورہ کی ہر گلی پر ایک فرشتہ مقرر ہے جو مدینہ میں دجال کو داخل ہونے سے روکے گا۔ اور یہ بھی چونکہ دجالوں ہی کا کلام ہے اس لئے وہاں داخل نہیں ہو سکا۔ (ایضاً ج ۱۳ ص ۳۹۶)

امام ابو حنیفہؒ حدیث میں یتیم اور گونگے تھے

ابن اسحٰق ترمذی کہتے ہیں کہ عبداللہ بن المبارک

نے کہا ابوحنیفہ حدیث میں بالکل یتیم تھے۔ سریج بن یونس نے ابوقطن سے نقل کیا ہے کہ اگرچہ ابوحنیفہؒ سے ہم نے حدیث بیان کی ہے مگر وہ حدیث میں گونگے تھے۔ ابن نمیر کہتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو اس پر متفق پایا ہے کہ وہ رلتے تورلتے ابوحنیفہ کی حدیث پر بھی اعتماد نہیں کرتے تھے۔ حجاج بن ارطاۃ کہتے ہیں کہ" ابوحنیفہ کون تھا؟ ابوحنیفہ کی بات کون قبول کرتا ہے؟ ابوحنیفہ تھا ہی کیا؟" علی ابن المدینی کہتے ہیں کہ یحییٰ ابن سعید قطان کے سامنے ابوحنیفہ کا ذکر آگیا اور ان سے ابوحنیفہ کی حدیث کے متعلق سوال کیا گیا تو یحییٰ نے کہا" وہ حدیث والے تھے ہی کب؟" محمد بن حماد مقری کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین سے ابوحنیفہ کے متعلق سوال کیا تو یحییٰ نے کہا" ان کے پاس حدیثیں تھی ہی کتنی کہ تم ان کے متعلق پوچھتے ہو؟" ابوبکر ابن شاذان کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوبکر ابن ابی داؤد نے کہا کہ ابوحنیفہ نے کل ایک سو پچاس حدیثیں نقل کی ہیں۔ اس میں سے بھی آدھی حدیثوں میں غلطی ہے۔

امام ابوحنیفہ نہ ثقہ تھے نہ مامون

مؤمل کہتے ہیں کہ سفیان ثوری کے سامنے ابوحنیفہ کا ذکر آیا۔ سفیان ثوریؒ اس وقت حطیم کعبہ میں تھے (یعنی طواف کر رہے تھے) سفیان

Marfat.com

نے کہا کہ ابوحنیفہ نہ ثقہ تھے نہ مامون تھے اور وہ اپنے ان الفاظ کو برابر دہراتے رہے تاآنکہ ان کا طواف ختم ہوگیا۔ (خطیب ج ۱۳ ص ۴۱۵)

مندرجہ بالا آراء کو سامنے رکھئے اور غور کیجئے کہ یہ کن لوگوں کی رائیں ہیں اور کس کے متعلق ہیں۔ ان میں کا ہر شخص علم حدیث اور علم رجال کا ستون تسلیم کیا جاتا ہے۔ ان اساتین سنت کا یہ کچھ فیصلہ تو خود امام ابوحنیفہؒ کے متعلق تھا۔ اب دیکھئے کہ امام ابوحنیفہؒ کے دونوں اولوالعزم شاگردانِ رشید یعنی حضرت امام ابویوسفؒ اور امام محمد کے متعلق یہ حضرات کیا رائے رکھتے ہیں۔ مگر آگے بڑھنے سے پہلے اتنی بات ذہن نشین کر لیجئے کہ فقہ حنفی میں خود امام ابوحنیفہؒ کی کوئی کتاب ہم تک نہیں پہنچی۔ ہم تک جو کچھ پہنچا ہے وہ ان ہی دونوں حضرات صاحبین کی وساطت سے پہنچا ہے۔

امام ابویوسفؒ کے متعلق ائمہ رجال کی رائے

عبدالرزاق بن عمر کہتے ہیں کہ میں عبداللہ بن المبارک کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک آدمی نے آکر عبداللہ بن المبارک سے کوئی مسئلہ پوچھا۔ عبداللہ نے اس کو فتویٰ دیا۔ وہ شخص کہنے لگا کہ میں نے یہی مسئلہ ابویوسف سے بھی پوچھا تھا مگر انھوں نے آپ کے خلاف فتویٰ دیا ہے۔ عبداللہ ابن المبارک

Marfat.com

نے کہا "اگر تو نے ابو یوسف کے پیچھے کچھ نمازیں پڑھی ہوں جو تجھے یاد ہوں تو جا کر فوراً ان نمازوں کو دہرا لو۔ (خطیب ج ۱۴ ص ۲۵۷)

ابو یوسف جھوٹے اور فاسق تھے

عبدہ بن عبداللہ خراسانی کہتے ہیں کہ کسی نے عبداللہ ابن المبارک سے پوچھا کہ ابو یوسف اور محمد میں زیادہ سچا کون ہے؟ عبداللہ ابن المبارک نے کہا یوں نہ کہو بلکہ یوں پوچھو کہ زیادہ جھوٹا کون ہے؟ اس آدمی نے کہا اچھا یوں ہی بتایئے۔ عبداللہ نے کہا کہ ابو یوسف! (ایضاً)

عبداللہ ابن ادریس کہتے ہیں کہ ابو حنیفہؒ ایک گمراہ اور گمراہ کن شخصیت تھے اور ابو یوسف فاسقوں میں سے ایک فاسق تھے

(ایضاً)

امام ابو یوسف نے امام ابو حنیفہ پر جھوٹ باندھے

محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ (صاحب الصحیح) فرماتے ہیں کہ ہم سے نعمان (امام ابو حنیفہؒ) کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ تم لوگوں کو یعقوب (امام ابو یوسف) پر تعجب کیوں نہیں آتا۔ اس نے مجھ پر اس قدر جھوٹ باندھ دیئے ہیں جو میں نے کبھی نہیں کہے۔ (ایضاً ج ۱۴ ص ۲۵۸)

Marfat.com

ابونعیم فضل بن دکین کہتے ہیں کہ میں نے خود ابوحنیفہؒ کو ابویوسف سے یہ کہتے سنا ہے "تمہارا ستیاناس ہو، ان کتابوں میں تم لوگ مجھ پر کتنا جھوٹ باندھ رہے ہو جو میں نے کبھی نہیں کہا۔ (ایضاً)

ابن ابی شیبہ اور ابن الغلابی یحیی بن معین سے نقل کرتے ہیں کہ ابویوسف قاضی کو حدیث کی کوئی پہچان نہیں تھی تاہم وہ ثقہ ہیں۔ (ایضاً ص ۲۵۹/ ج ۱۴)

احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ اگرچہ میں نے سب سے پہلے ابویوسف ہی سے حدیثیں لکھی ہیں مگر میں ان کی حدیثیں بیان نہیں کرتا۔ نیز فرمایا کہ اگرچہ ابویوسف سچے ہیں مگر ابوحنیفہؒ کے اصحاب میں سے کسی سے بھی احادیث بیان نہیں کرنی چاہئیں۔

ابوالحسن (امام) دارقطنی سے ابویوسف کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ وہ محمد بن الحسن کی نسبت زیادہ قوی ہیں۔ مگر اندھوں میں کانے ہیں۔ امام محمد بن اسماعیلؒ بخاری کہتے ہیں کہ یعقوب بن ابراہیم ابویوسف قاضی کو محدثین نے ترک کر دیا ہے۔

"خطیب"
ص ۲۵۹-۲۶۰/ ج ۱۴

Marfat.com

امام محمد بن الحسن کے متعلق ائمہ رجال کی رائے

امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ یعقوب ابو یوسف تو حدیث کے ساتھ موصوف تھے مگر ابو حنیفہ اور محمد بن الحسن دونوں احادیث نبوی کے مخالف تھے۔ ان دونوں کی رائے بڑی ہی خراب تھی یعنی ابو حنیفہ اور محمد بن الحسن کی۔ (خطیب ج۲ صـ۱۶۹)

امام محمد کذاب تھے

یحییٰ بن معین سے محمد بن الحسن کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے بتایا کہ "محمد بن الحسن کذاب ہے"۔ ایسے ہی ایک مرتبہ یوں کہا کہ "ضعیف ہے" کبھی فرمایا "وہ تو کچھ بھی نہیں ہے اس کی حدیث نہیں لکھی جاتی۔

(ایضاً ج۲ صـ۱۸۰)

امام ابوداؤد سجستانی کہتے ہیں کہ محمد بن الحسن شیبانی کچھ بھی نہیں ہے۔ اس کی حدیث نہیں لکھی جاتی۔ (ایضاً ج۲ صـ۱۸۱)

امام ابوالحسن دارقطنی کہتے ہیں کہ محمد بن الحسن شیبانی صاحب ابو حنیفہؒ کو یحییٰ بن معین اور امام احمد بن حنبل نے کذاب کہا ہے مگر میرے نزدیک وہ بالکل ہی چھوڑ دینے کے قابل نہیں ہیں۔ (ایضاً ج۲ صـ۱۸۱)

امام محمد نے امام ابو یوسف پر جھوٹ باندھے

بشر بن الولید کہتے ہیں کہ

Marfat.com

ابو یوسفؒ نے کہا" ذرا اس کذاب یعنی محمد بن الحسن سے پوچھو کہ جو کچھ وہ مجھ سے نقل کرتا ہے وہ کبھی اس نے مجھ سے سنا بھی ہے؟

(ایضاً ج ۲ صنہ۱)

یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ میرے سامنے محمد بن الحسن سے پوچھا گیا کہ کیا ان کتابوں کو جنھیں تم نقل کرتے ہو تم نے ابو یوسف سے سنا ہے؟ تو محمد نے جواب دیا کہ" نہیں خدا کی قسم میں نے ان کو ابو یوسف سے نہیں سنا۔ تاہم یہ واقعہ ہے کہ میں ان کتابوں کو سب لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں۔ اور میں نے تو ابو یوسف سے صرف جامع صغیر سنی ہے (ایضاً)

حنفی کیونکر اہل حدیث بن گئے

ان تصریحات سے یہ حقیقت آپ کے سامنے آگئی ہوگی کہ حدیث کے معاملہ میں امام ابو حنیفہؒ کا کیا مسلک تھا اور اس مسلک کی بنا پر انھیں اور ان کے اصحاب کو روایت پرست حضرات کی بارگاہ سے کیا کیا القاب عطا ہوتے تھے۔ نیز یہ حقیقت بھی کہ ان کے مسلک کے پیرو حضرات کو کس طرح روایت پرست حضرات کے طوفانِ مخالفت اور مذہبی استبداد بلکہ جنون سے تنگ آکر خود انہی کے سایہ میں پناہ

Marfat.com

لینی پڑی اور حنفی فقہ کی جزئیات کو خود مخالفین کے اصول کے مطابق کھینچ تان کر کے خواہ موضوع اور ضعیف روایات سے ہی کیوں نہ سہی مگر روایات ہی سے ثابت کرنا پڑا۔ ان کے لئے زبانی اہل حدیث بنے بغیر کوئی چارہ کار ہی نہیں رہا تھا ورنہ متکلمین کی طرح اصحاب الحدیث کے ہاتھوں ان لوگوں کو بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی جانوں یا اپنے مسلک سے ہاتھ دھو لینے پڑتے لیکن اس

فقہ حنفی کی مقبولیت

تمام طوفان بدتمیزی کے باوجود یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ امت کی اکثریت کا مسلک فقہ حنفی ہی کے مطابق رہا اور حنفی مسلمان اس وقت تک اہلحدیث سے الگ فرقہ کی حیثیت سے موجود چلے آتے ہیں اور نہ صرف موجود ہیں بلکہ اکثریت میں ہیں اور اس فقہ کا اس وقت تک بھی ایسا اثر ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو سب سے زیادہ متبع سنت اور مؤید حدیث قرار دیتے ہیں وہ بھی آج اس قسم کی کوشش کر رہے ہیں کہ ملک کا قانون فقہ حنفی کے مطابق ہونا چاہئے اور اہلحدیث کا گروہ ان کے خلاف ایک لفظ بھی زبان پر نہیں لا سکتا ـــــ کہیں تاریخ پھر اپنے آپ کو دہرا تو نہیں رہی ـــ کہ اہل حدیث نے جو کچھ واثق باللہ کے زمانہ کے بعد حنفیوں کے ساتھ کیا تھا اب حنفیوں کی طرف سے اس کے جواب کا موقعہ آیا ہے؟-

Marfat.com

بہرحال یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ آج بھی یہ حقیقت ہر جاننے والے پر واضح ہے کہ اگرچہ اہلحدیث اور حنفی اپنے آپ کو اہلسنت والجماعت کہتے ہیں لیکن

حدیث کا زبانی اقرار مگر عملاً انکار

حدیث کے معاملہ میں احناف کا مسلک باوجود علما حنفیہ کی مداہنت اور کم ہمتی کے اہل حدیث سے بالکل مختلف ہے۔ اگرچہ احناف حدیث کے معاملہ میں ظاہرا طور پر اپنی فقہ کے مؤسس امام اعظم ابوحنیفہ کے مسلک کے متبع نہیں رہے لیکن حدیث کو قبول کرنے کے لئے خود ان کی اصول کی کتابوں میں جو شرائط مذکور ہیں وہ اہلحدیث کی شرائط سے بالکل مختلف ہیں۔ فرق یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حدیث کے رد میں اپنے مسلک کا کھلم کھلا اعلان کیا لیکن آج ان کے متبعین اگرچہ عملاً اپنی فقہ میں حدیث کو وہی حیثیت دیتے ہیں لیکن اپنی زبان سے وہ کچھ کہنے کی جرآت اپنے اندر نہیں پاتے جو امام ابوحنیفہؒ کہہ گئے ہیں۔ یہ زبان سے حدیث کا اقرار تو کرتے ہیں لیکن اس طرح کہ جب حدیث پر عمل کرنے کا سوال سامنے آئے تو یا تو کوئی حدیث ان کی شرائط پر پوری ہی نہ اترے اور یا ضعیف اور موضوع حدیثوں کی آڑ لے لی جائے۔ یہ لوگ اس حربہ سے منکرین حدیث بننے کے الزام سے تو بچ جاتے ہیں لیکن اتنا

Marfat.com

نہیں سوچتے کہ جس امام کی طرف یہ اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں یہ روش ان کی روش کے کس قدر خلاف جاتی ہے۔ طلوع اسلام حرفاً حرفاً اس مسلک کی طرف دعوت دیتا ہے جو درحقیقت امام ابو حنیفہ کا مسلک تھا لیکن جس مسلک کے علانیہ اقرار کی جرأت آج امام ابو حنیفہ رح کے متبعین اپنے اندر نہیں پاتے۔

صحیح حدیث کی قسمیں

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ صحیح حدیث کی چار قسمیں ہیں خبرِ واحد جس کو روایت کرنے والا کسی زمانہ میں صرف ایک آدمی رہ جائے۔ خبرِ عزیز، جسے روایت کرنے والے کسی زمانہ میں صرف دو آدمی مل سکیں۔ خبرِ مشہور جسے نقل کرنے والے کسی زمانہ میں کم از کم تین آدمی رہ جائیں۔ خبرِ متواتر جسے عام طور پر لوگ دوسرے لوگوں سے روایت کریں اور وہ روایت کرنے والے کثیر التعداد ہوں کہ عقل ان کے جھوٹ بولنے پر اتفاق کرنے کو ممکن تصور نہ کرے۔

مجموعہ ہائے روایات زیادہ تر اخبار آحاد پر مشتمل ہیں

خبرِ متواتر کے متعلق محدثین میں خود اختلاف ہے کہ آیا اس کا وجود ہے بھی یا نہیں۔ جو لوگ اس کے وجود کے مدعی ہیں وہ بھی اس کی تعداد ایک یا دو سے زیادہ نہیں بتاتے

Marfat.com

ان میں سے کچھ لوگوں نے انما الاعمال بالنیات والی روایت اور کچھ لوگوں نے مسح علی الخفین کی روایت کے متعلق تواتر کا دعویٰ کیا ہے اور بس مشہور احادیث بھی گنتی کی ہیں زیادہ تر ہمارے مجموعہائے روایات میں اخبار آحاد ہی ہیں۔

حنفیہ کے ہاں صرف متواتر حدیث ہی اصولاً قابلِ قبول ہے

حنفیہ کے ہاں حسب تصریح علمائے اصول صرف متواتر حدیث قابل قبول ہے۔

متواتر کے علاوہ اور کوئی حدیث قابل قبول نہیں ہے۔ علامہ محمد الخضری رقمطراز ہیں :۔

> بعض لوگوں کا قول ہے کہ رسول اللہ صلعم سے کوئی روایت صرف اس صورت میں قبول کی جا سکتی ہے (۱) جبکہ اس کو عام طور پر لوگ دوسرے لوگوں سے روایت کریں اور (۲) فقہائے امصار متفقاً اس پر عامل ہوں۔ اور اس نے پہلی وجہ پر ایک تیسری وجہ کا ایک اضافہ اور یہ کیا ہے کہ (۳) جب رسول اللہ صلی اللہ صلعم سے آپ کا کوئی صحابی آپ کے کسی فیصلہ کی روایت کرے اور کوئی دوسرا صحابی اس کی مخالفت نہ کرے تو ہم اس سے دو باتوں پر استدلال کریں گے۔ ایک تو یہ کہ اس نے صحابہ کی جماعت

Marfat.com

ہیں اس حدیث کی روایت کی۔ دوسری یہ کہ اس کی مخالفت کسی دوسری حدیث سے انھوں نے اس لئے نہیں کی کہ وہ جانتے تھے کہ یہ حدیث ویسی ہی ہے جیسے کہ وہ روایت کرتا ہے۔ اس لئے وہ عام صحابہ کی حدیث قرار پائے گی۔ فقہائے عراق یعنی امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا رجحان اسی طریقہ کی طرف ہے۔

(تاریخ فقہ اسلامی صـ۲۶۵)

آگے بڑھنے سے پہلے ذرا اس رائے کا ماحصل اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے اس رائے کا حاصل یہ ہوا کہ رسول اللہ صلعم سے کوئی روایت صرف اسی صورت میں قبول کی جاسکتی ہے۔

(۱) جبکہ اسے عام طور پر لوگ عام طور پر لوگوں سے روایت کریں۔

(۲) فقہائے امصار متفقۃً اس پر عامل ہوں۔

(۳) جو صحابی اس کو بیان کر رہا ہو وہ صحابہ کے مجمع میں اس کو بیان کرے اور کوئی صحابی اس کی مخالفت نہ کرے حتیٰ کہ وہ عام صحابہ کی حدیث قرار دی جاسکے۔

کیا حضرات علمائے حنفیہ تکلیف فرما کر بتائیں گے کہ ان شرائط کے مطابق ان کے مجموعہ ہائے روایات میں کتنی حدیثیں ہیں؟ اس جملۂ معترضہ کے بعد ہم پھر علامہ محمد الخضری کے اقتباس پر آتے ہیں

Marfat.com

اس کے بعد وہ لکھتے ہیں :۔

اور امام ابو یوسفؒ نے سیر الاوزاعیؒ کی تنقید میں جو کتاب لکھی ہے اور امام شافعیؒ نے "کتاب الام" میں جس کی روایت کی ہے، اس کے باب "سوار اور پیادہ کے حصۂ مال غنیمت میں" اسی معنی کی توضیح کی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ تم صرف اس حدیث کو لو جو عام طور پر لوگوں کو معلوم ہو، اور شاذ حدیث کو (جسے صرف چند آدمی روایت کریں) چھوڑ دو. کیونکہ ہم سے ابن ابی کریمہ نے انھوں نے ابو جعفر سے اور انھوں نے رسول اللہ صلعم سے حدیث بیان کی ہے کہ آپ نے یہود کو بلایا اور انھوں نے آپ سے حدیث بیان کی یہاں تک کہ حضرت عیسیٰؑ پر جھوٹ باندھا اس کے بعد رسول اللہ صلعم منبر پر چڑھ گئے اور لوگوں کے سامنے خطبہ دیا کہ عنقریب مجھ سے حدیث پھیلے گی تو میری جو حدیث قرآن کے مطابق تم کو ملے وہ تو میری حدیث ہے لیکن جو قرآن کے مخالف ہو وہ میری حدیث نہیں. مسعر بن کدام اور حسن بن عمارہ نے عمرو بن مرہ سے، انھوں نے بختری سے اور انھوں نے علیؓ بن ابی طالب سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ جب تمہارے پاس رسول اللہ صلعم کی حدیث آئے تو یہ خیال کرو کہ وہ بہت زیادہ ہدایت کرنے والی، بہت زیادہ صاف

Marfat.com

اور بہت زیادہ زندہ کرنے والی ہے۔ اشعث بن سوار اور اسماعیل بن ابی خالد نے شعبی سے اور انھوں نے قرظہ ابن کعب انصاریؓ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں انصار کے ایک گروہ میں کوفہ کی طرف چلا تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے پاپیادہ ہماری مشایعت کی، یہانتک کہ ہم ایک مقام پر جس کا انھوں نے نام بتایا پہنچے تو انھوں نے فرمایا کہ اے گروہ انصار! تم کو معلوم ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیوں پا پیادہ آیا؟ ان لوگوں نے کہا" ہاں ہمارے حق کی وجہ سے"۔ بولے" تمہارا حق یہی ہے لیکن تم ایسی قوم کے پاس جانے ہو جن کے ہاں شہد کی مکھیوں کی طرح قرآن کی گنگناہٹ ہے۔ تو تم رسول اللہ صلعم سے بہت کم روایت کرو اور میں تمہارا شریک ہوں" قرظہؓ نے کہا کہ میں کبھی رسول اللہ صلعم سے روایت نہ کروں گا۔

(ہم کو روایات سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت عمرؓ دو گواہوں کے بغیر رسول اللہ صلعم سے حدیث کو قبول نہیں کرتے تھے۔ اور اگر کتاب طویل نہ ہو جاتی تو میں تمہارے لئے بسند حدیث بیان کرتا حضرت علی بن ابی طالبؓ رسول اللہ صلعم کی حدیث ہی کو قبول نہیں کرتے تھے۔ روایتیں بہت زیادہ بڑھتی جاتی ہیں اور ایسی روایتیں نکلتی آتی ہیں جو نا معلوم ہیں اہل فقہ ان کو نہیں جانتے اور وہ کتاب و سنت کے موافق نہیں ہیں۔

Marfat.com

تو تم شاذ حدیث سے (جسے چند آدمی نقل کرتے ہوں) احتراز کرو اور وہ حدیث لو جس پر جماعت کا اتفاق عام ہو اور اس کو فقہاء جانتے ہیں۔ تو اور چیزوں کو اسی پر قیاس کرو اور جو چیز قرآن کے مخالف ہو گو اس کی روایت کی جائے لیکن وہ رسول اللہ صلعم کی حدیث نہیں ہے۔ ہم سے معتبر لوگوں نے رسول اللہ صلعم سے روایت کی ہے کہ آپ نے اپنے مرض الموت میں فرمایا کہ میں صرف اس چیز کو حرام کرتا ہوں جس کو قرآن نے حرام کیا ہے اور مشہور حدیث کو تمہارا رہنما اور امام بناتا ہوں اس کا اتباع کرو اور قرآن و حدیث میں جس کی توضیح نہ کی گئی ہو وہ اگر پیش آئے تو اسی پر قیاس کرو۔ الخ (تاریخ فقہ اسلامی ص ۲۶-۱۲۵)

ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ حدیث کو قبول کرنے کے لئے امام ابو یوسف کی کیا شرطیں ہیں۔ یہ وہی بزرگ ہیں جن کے متعلق امام احمد بن حنبل

لہ یہاں شاذ اور مشہور حدیث کے لفظ سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے جیسا کہ خود علامہ محمد الخضری کو دھوکہ ہو گیا ہے اس وقت تک محدثین کی ان اصطلاحات کا ظہور ہی نہیں ہوا تھا اس لئے وہ مشہور کے لفظ کو اپنے عام معنوں میں استعمال کرتے تھے نہ کہ اصطلاحی معنوں میں لہٰذا شاذ سے مراد وہ احادیث ہیں جنھیں صرف چند لوگ بیان کریں اور مشہور سے مراد یہاں حدیث متواتر ہی ہے یعنی نزد امام ابو یوسف کے الفاظ میں جو عام طور پر لوگوں کو معلوم ہو یعنی جسے عام طور پر لوگوں نے عام طور پر لوگوں سے روایت کیا ہو اور جس پر جماعت کا اتفاق عام ہو اور اسکو فقہاء جانتے ہوں۔ ۱۲

Marfat.com

کا یہ قول پہلے نقل کیا جا چکا ہے کہ ابویوسف تو موصوف بالحدیث تھے مگر ابوحنیفہ اور محمد بن الحسن دونوں احادیث نبوی کے مخالف تھے۔ ان دونوں کی رائے بڑی خراب تھی یعنی ابوحنیفہؒ اور محمد بن الحسن کی (خطیب ج ۲ ص ۱۷۹) نیز عمرو الناقد کا ارشاد ہے کہ میں اصحاب الرائے میں سے کسی سے بجز ابویوسف کے روایت کرنا پسند نہیں کرتا کیونکہ ابویوسف صاحبِ سنت تھے (ایضاً ج ۱۴ ص ۲۵۵) اور بقول امام دارقطنی کے اندھوں میں کانے ہیں۔ (ایضاً ج ۱۴ ص ۲۶۰) صرف ان اقوال کو سامنے رکھ کر بھی حقیقت تک پہنچ جانا اور امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کا صحیح مسلک معلوم کر لینا آپ کے لئے کچھ مشکل نہیں ہے تاہم جیسا کہ علامہ محمد الخضریؒ نے کوشش فرمائی ہے اگر برسبیلِ تنزیل یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے تمام اصحاب کا یہی مسلک تھا جو بروایت امام شافعیؒ امام ابویوسف نے مصرح طور پر بیان کیا ہے تب بھی حضرات حنفیہ کے نزدیک ایک دو حدیثیں ہی قبول ہو سکتی ہیں وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ ان حضرات نے کہیں بعض محدثین کے اس فیصلہ کو صراحتہً تسلیم کیا ہو کہ ایک یا دو متواتر حدیثیں موجود ہیں اور ان کا وجود عنقا کے وجود کی طرح عالم خیال ہی کی پیداوار نہیں ہے۔

Marfat.com

فقہ حنفی ابد الآباد تک کیلئے ناقابل تغیر نہیں تھا

اب ایک آخری بات رہ جاتی ہے اور وہ یہ کہ کیا امام اعظمؒ کا یہ منشا تھا کہ وہ اپنی فقہ کو قیامت تک کے لئے غیر متبدل قرار دیں؟ ظاہر ہے کہ جس شخص کا عقیدہ یہ ہو کہ خود رسول اللہ صلعم کے فیصلے بھی قیامت تک کے لئے غیر متبدل قرار نہیں دیئے جاسکتے وہ کبھی خود اپنے فیصلوں کے متعلق یہ کہہ سکتا ہے کہ انہیں قیامت تک کے لئے غیر متبدل سمجھا جائے؟ اس باب میں بھی تاریخی شہادات موجود ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے اس بات کو بھی شدت سے روکا کہ ان کے اجتہادات کو ابدی حیثیت دیدی جائے۔ چنانچہ:

فقہ حنفی کے متعلق امام ابوحنیفہؒ کی تصریحات

نضر بن محمد کہتے ہیں کہ ہم امام ابوحنیفہؒ کے پاس آیا جایا کرتے تھے اور ہمارے ساتھ ایک شام کا آدمی بھی ہوتا تھا۔ جب وہ شامی (فراغت کے بعد) وطن کو واپس جانے لگا تو امام ابوحنیفہؒ سے رخصت ہونے کے لئے آیا۔ امام ابوحنیفہؒ نے اس سے پوچھا "اے شامی! کیا تم اس کلام (فقہ) کو بھی اپنے ساتھ شام کی طرف لے جاؤ گے"؟ شامی نے جواب دیا "ہاں" اس پر

Marfat.com

امامؒ نے فرمایا "خیال رکھنا تم بہت بڑے شر کو اپنے ساتھ لے جا رہے ہو۔ (خطیب ص ۱۳/۱۴۲) مزاحم بن زفر کہتے ہیں کہ میں نے خود امام ابو حنیفہؒ سے سوال کیا کہ جو کچھ آپ فتوے دیتے ہیں یا اپنی کتابوں میں درج فرماتے ہیں کیا یہ سب حق ہے جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ؟ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا "بخدا مجھے معلوم نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ باطل ہو اور اس کے باطل ہونے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ ہو۔ امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ ہم امام ابو حنیفہؒ کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔ ہمارے ساتھ ابو یوسف اور محمد بن الحسن بھی ہوتے تھے۔ جو کچھ امام ابو حنیفہؒ فیصلے فرماتے ہم ان کو لکھ لیا کرتے تھے۔ امام زفرؒ کہتے ہیں کہ ایک دن امام ابو حنیفہؒ نے ابو یوسف سے فرمایا یعقوب! تیرا ناس ہو جو کچھ تو مجھ سے سنتا ہے اسے سب کا سب نہ لکھ لیا کر۔ آج میری کچھ رائے ہوتی ہے اور کل میں اسے چھوڑ دیتا ہوں، کل میری کچھ رائے ہوتی ہے اور پرسوں میں اسے چھوڑ دیتا ہوں۔ ابو نعیم کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہؒ کو ابو یوسفؒ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مجھ سے کوئی مسئلہ نقل نہ کرو کیونکہ بخدا مجھے خبر نہیں کہ میں (اپنے اجتہاد میں) خطاکار ہوں یا

Marfat.com

مصیب (ایضاً) سہل بن مزاحم کہتے ہیں کہ میں اکثر امام ابوحنیفہؒ کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنتا تھا (فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ) یعنی اے پیغمبر! میرے ان بندوں کو بشارت دے دو جو باتوں کو سنتے ہیں اور پھر ان میں جو اچھی بات ہوتی ہے اس کی پیروی کرنے لگتے ہیں۔ (ایضاً صہ ۳۵۲ ج ۱۳) حسن بن زیاد لؤلؤی کہتے ہیں کہ میں نے خود امام ابوحنیفہؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "ہمارا یہ قول (فقہ) ایک رائے ہے جو بہتر سے بہتر ہم قائم کر سکے ہیں جو ہمارے قول سے بہتر رائے لا سکے تو وہی صحت سے زیادہ قریب ہوگی (ایضاً)

ظاہر ہے کہ امام موصوف کی ان تصریحات کے بعد کہ وہ بھی اپنی فقہ کو شک و شبہ سے بالا اور غلطی و خطا سے مبرا نہیں سمجھتے تھے ہمارے لئے کہاں تک یہ مناسب ہو سکتا ہے کہ ہم ان کی آراء کو وحی الٰہی کا مقام دیدیں اور خطا و غلطی سے بری قرار دے کر قیامت تک کے لئے اُمت کا دستور العمل بنا دیں۔

تصریحات بالا کو ایک مرتبہ پھر سامنے لائیے۔ آپ پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ تھا:

Marfat.com

(۱) دین میں غیر متبدل صرف قرآن کے احکام اور اصول ہیں اور یہی کتاب ہر قسم کے شک و شبہ سے بالا ہے۔

(۲) روایات تاریخی حیثیت کی حامل ہیں جن سے اجتہاد میں مدد تو لی جاسکتی ہے مگر مستقل دین کی حیثیت سے ان کو ناقابلِ تبدیل قرار نہیں دیا جاسکتا۔

(۳) قرآن کے اصول کی روشنی میں اپنے اجتہاد سے فقہ مرتب کرنی چاہئے لیکن یہ اجتہادات بھی قیامت تک کے لئے غیر متبدّل قرار نہیں دیئے جاسکتے۔ بعینہٖ یہی وہ مسلک ہے جس کی دعوت طلوعِ اسلام دیتا چلا آرہا ہے۔ وہ لوگ جو اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی طلوعِ اسلام کے اس مسلک کی مخالفت کرتے ہیں اور اسے ہدفِ طعن و تشنیع بناتے ہیں، ذرا سوچیں کہ ان کی اس طعن و تشنیع کی زد کہاں تک پہنچتی ہے؟

اس کے بعد ذرا یہ بھی سوچئے کہ طلوعِ اسلام جس مسلک کی دعوت دے رہا ہے آیا حضرات صحابہ اور اجلّہ تابعین خصوصاً امام اعظم ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کا یہی مسلک تھا یا طلوعِ اسلام کوئی نیا دین پیش کر رہا ہے۔ اگر ان تصریحات کے بعد بھی ہمارے مُلّا کو اصرار ہے کہ طلوعِ اسلام پھر بھی ایک نیا دین ہی تصنیف کر رہا ہے

Marfat.com

تو اس کے جواب میں ہم صرف امام احمد بن حنبلؒ کے ایک اقتباس پر اکتفا کرتے ہیں:

ابراہیم حوبی کہتے ہیں کہ ابو حنیفہؒ نے علم میں ایسی بہت سی چیزیں داخل کر دی ہیں جن سے خالی پانی کو چبانا زیادہ اچھا ہے میں نے ایک روز ابو حنیفہؒ سے کچھ مسائل امام احمد بن حنبلؒ کے سامنے پیش کئے تو وہ تعجب کرنے لگے اور کہنے لگے "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابو حنیفہؒ تو بالکل ہی ایک نیا اسلام تصنیف کر رہے ہیں۔" (خطیب ج ۱۳ ص ۴۱۳)

وکفٰی بہ اسوۃً

اتنا اور واضح رہے کہ ہم خدانخواستہ اپنے مسلک کو اس لئے صحیح نہیں سمجھتے کہ یہ امام ابو حنیفہؒ کا مسلک ہے بلکہ خود امام ابو حنیفہؒ کے مصرحہ بالا مسلک کو اس لئے صحیح سمجھتے ہیں کہ وہ مسلک قرآن کے مطابق ہے کہ یہی اس آسمان کے نیچے غلط اور صحیح کا معیار ہے۔

Marfat.com

قرآن کریم
(روایات کے آئینہ میں)

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں

دین کا مدار تمام تر یقین پر ہے۔ یہی وہ اصل و بنیاد ہے جس پر اس کی پوری کی پوری عمارت اٹھتی ہے۔ یقین اس امر کا۔ کہ جس بات کو ہم دینی کہتے ہیں وہ بلا شک و شبہ خدا کی طرف سے ہے۔ اگر اس بنیاد میں ذرا سا بھی تزلزل پیدا ہو جاتے تو دین کی ساری عمارت نیچے آگرتی ہے اس میں تھوڑے اور بہت کا سوال ہی نہیں۔ مثلاً ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام پر اپنی وحی نازل کی اور اصل و بنیاد کے اعتبار سے انھیں بھی وہی "دین" عطا کیا جو قرآن میں ہے۔ آج یہود اور نصاریٰ دونوں اس کے مدعی ہیں کہ ان کے پاس تورات اور انجیل موجود ہے لیکن اس کے باوجود ہم ان کتابوں کو دین نہیں مانتے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے

Marfat.com

اور وہ یہ کہ ان کتابوں میں تغیر و تبدل ہو چکا ہے اور ہم آج یقینی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ جو کچھ ان میں موجود ہے وہ وہی ہے جو ان انبیاء کی طرف نازل ہوا تھا۔ کہا جا سکتا ہے کہ ان میں کچھ باتیں تو ایسی ہونگی جن میں ردوبدل نہیں ہوا۔ ان باتوں کو تو دین ماننا چاہیئے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ان میں کچھ باتیں ایسی ضرور ہوں گی لیکن جیسا کہ اُوپر لکھا جا چکا ہے۔ دین کے جس معاملہ میں ذرا سا بھی شک و شبہ پیدا ہو جائے وہ دینی نہیں رہ سکتا۔ اس لئے تورات و انجیل دینی کتابیں تسلیم نہیں کی جا سکتیں۔ اس کے برعکس قرآن کریم کے متعلق ہمارا ایمان ہے کہ یہ لفظاً لفظاً حرفاً حرفاً "الحمد" سے "والناس" تک بعینہٖ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم پر وحی کیا اور جسے رسول اللہ صلعم نے اُمّت کو دیا۔ اب سوچیئے کہ اگر کسی کے دل میں اس چیز کے متعلق ذرا سا بھی شبہ پیدا ہو جائے تو اس کے نزدیک قرآن دین کا ضابطہ نہیں بن سکتا۔ اس کی حیثیت بھی وہی ہو جائے گی جو انجیل اور تورات کی ہے۔

عجمی سازشوں نے جہاں حقیقی اسلام کی جگہ ایک بالکل نیا اسلام وضع کر کے مسلمانوں میں عام کر دیا اس کے ساتھ ہی انھوں نے چپکے ہی چپکے ایسی کوششیں بھی کیں جن سے ہر شخص کے دل میں

Marfat.com

یہ شبہ پیدا ہو جائے کہ قرآن بھی اپنی اصلی حالت میں محفوظ نہیں رہا۔ یہ اس سازش کا اتنا بڑا حربہ تھا جس نے فی الواقعہ دین کی عمارت کو متزلزل کر دیا۔ اس مقصد کے لئے انھوں نے قرآن کی جمع و تدوین کے متعلق عجیب و غریب داستانیں وضع کیں اور انہیں روایات کے مجموعوں میں بھر دیا۔

عجمی سازشیں کیوں؟

سیاسی میدان میں مسلمانوں سے شکست کھانے کے بعد جب اہلِ عجم نے دیکھا کہ ان کی فرعونی افواجِ قاہرہ اور طاغوتی اسلحۂ جنگ مسلمانوں کے کوہ آسا عزم و یقین (ایمانی طاقت) کو متزلزل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے تو انھوں نے بظاہر مسلمان بن کر مسلمانوں کو ان کے سرچشمۂ عزم و یقین (قرآن) ہی سے محروم کر دینے کی ٹھان لی جو ان کی قوت کا اصل منبع تھا۔ اس کے لئے ان کی دشواری یہ تھی کہ مسلمان "حسبنا کتاب اللہ" کا مدعی تھا۔ یعنی اس کا ایمان تھا کہ اس کی قوتوں کا راز دین کی اتباع میں ہے جو قرآن کے اندر ہے اور قرآن کریم ہر طرح محفوظ ہو چکا تھا اس لئے اس کا کوئی لفظ بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹایا جا سکتا تھا۔ اندریں حالات

Marfat.com

عجمی سازش نے یہ سوچا کہ مسلمان کو قرآن سے ہٹانے کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ انھیں اپنے رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو والہانہ عشق ہے اس سے فائدہ اٹھایا جائے اور رسول اللہ صلعم کا نام لے کر "مثلہ معہ"[1] کا عقیدہ پیدا کر کے مسلمانوں کے ہاتھوں میں قرآن کے متبادل ایک دوسرا دین دے دیا جائے۔ چنانچہ عجم کے سازشی اپنی ان کوششوں میں مصروف ہو گئے۔ مسلمانوں کی اکثریت اس فریب میں بہہ نکلی مگر کچھ خدا کے بندوں نے اس سیلاب کا راستہ روکنا چاہا۔ (کتاب الام میں امام شافعیؒ سے ان لوگوں کے مباحث اور مناظروں کا تذکرہ موجود ہے) عجم کے ان سازشیوں کے خلاف سب سے بڑا اعتراض یہ پڑتا تھا کہ اگر احادیث و روایات بھی دین تھیں تو رسول اللہ صلعم نے قرآن کریم کی طرح ان کا بھی کوئی مستند مجموعہ لکھوا کر امت کو کیوں نہ دے دیا اور قرآن کریم ہی کی طرح ان کو بھی یاد کرا کر محفوظ کیوں نہیں کر دیا۔ اگر قرآن متن تھا اور حدیث اس کی شرح تھی۔ اگر قرآن اجمال تھا اور حدیث اس کی تفصیل تھی۔ اگر قرآن ایک ایسی کتاب تھی جو احادیث سے منسوخ بھی ہو سکتی تھی

---

[1] اس کے معنی یہ تھے کہ دین صرف قرآن کے اندر ہی نہیں بلکہ قرآن کی مثل قرآن کے ساتھ ایک اور چیز بھی ہے جسے روایات کہتے ہیں۔

Marfat.com

اور اس طرح حدیث ہی فیصلہ کن چیز تھی تو قرآن سے زیادہ احادیث کو محفوظ اور مستند صورت میں امت کو حوالہ کرنے کی ضرورت تھی۔ یہ اتنا بڑا اعتراض تھا جس سے گلو خلاصی آسان نہیں تھی۔ انھوں نے اس مشکل کا حل یہ سوچا کہ خود قرآن کے متعلق ہی یہ خیال پھیلا دیا جائے کہ رسول اللہؐ نے اسے بھی محفوظ شکل میں اُمت کو نہیں دیا تھا اسے بھی بعد میں آنے والوں نے مرتب اور مدوّن کیا تھا اور جس طرح احادیث کے بیانات میں آپ کو اختلافات نظر آتے ہیں ایسے ہی (معاذاللہ) قرآن کریم میں بھی صحابہ اور تابعین کے زمانے میں کافی اختلافات موجود تھے جس طرح روایتیں خبر واحد ہیں کہ کسی ایک صحابی نے بیان کی ہیں اسی طرح قرآن کی آیتیں بھی ایک ایک دو دو آدمیوں کے بیان پر جمع کر لی گئی ہیں وغیرہ ذالک من الخرافات۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے انھوں نے احادیث وضع کیں اور ان کی عام تشہیر کر دی یہ روایات احادیث کے مجموعوں میں آج بھی موجود ہیں۔ اس ضمن میں حافظ ابوبکر عبداللہ ابن ابی داؤد سلیمان ابن اشعث سجستانی کی شہرۂ آفاق کتاب "کتاب المصاحف" ایک خاص اہمیت رکھتی ہے کیونکہ اس میں قرآن کریم سے متعلق ان تمام روایات کو یکجا جمع کر دیا گیا ہے۔ یہ روایتیں اکثر صحاح ستہ اور دوسری مستند کتب روایات

Marfat.com

ہیں منتشر طور پر موجود ہیں۔

کتاب المصاحف

یہ کتاب ابوبکر عبداللہ بن ابی داؤد کی تصنیف ہے جن کا سنہ پیدائش ۲۳۰ھ اور سنہ وفات ۳۱۶ھ ہے۔ آپ حدیث کے مشہور امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی (جن کی کتاب سنن ابو داؤد صحاح ستہ میں شمار کی جاتی ہے) کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی کتاب المصاحف علمائے حدیث کے ہاں بہت مستند کتابوں میں شمار کی جاتی ہے چنانچہ اکثر متقدمین کی کتابوں میں اس کتاب کے حوالے ملتے ہیں۔ امام ابن الجزریؒ نے ان کو ثقۃ کبیر مامونؒ کے الفاظ سے یاد کیا ہے

کتاب المغنی میں ہے کہ عبداللہ بن سلیمان ثقہ ہیں اگرچہ ان کے باپ نے بعض حدیثوں میں ان کی تکذیب کی ہے لیکن اکثر متقدمین نے ان کی توثیق ہی کی ہے۔ ابن شاہین کا بیان ہے کہ ابن ابی داؤد حافظ حدیث تھے۔ نابینا ہو جانے کے بعد منبر پر بیٹھ جاتے تھے اور منبر کے نچلے درجہ پر ان کے بیٹے ابو معمر ہاتھ میں کتاب لے کر بیٹھ جاتے تھے۔ ابو معمر بتاتے جاتے تھے کہ فلاں حدیث اور ابن ابی داؤد حافظہ سے اپنے شاگردوں کے سامنے حدیثیں بیان کرتے جاتے تھے۔ ان کے متعلق یہ واقعہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ عمر ابن اللیث (مشہور محدث) کے زمانہ میں بغداد سے

Marfat.com

سے ابن ابی داؤد سجستان گئے تو آس پاس کے تمام محدثین جمع ہو کر ان کے پاس پہنچے اور حدیثیں بیان کرنے کی درخواست کی۔ ابن ابی داؤد نے بہت انکار کیا کہ میں اپنے ساتھ کتاب لیکر نہیں آیا مگر لوگوں نے نہیں مانا اور کہا کہ امام ابوداؤد کا بیٹا اور کتاب کا محتاج ہو، یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ آخر انھیں حافظہ ہی سے حدیثیں بیان کرنا پڑیں۔ جب یہ بغداد واپس آئے اور اہلِ بغداد کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ سجستان والوں سے مذاق کر آتے ہیں، آخر کچھ کاتبوں کو سجستان بھیجا گیا جو وہ حدیثیں سجستان سے نقل کر کے لائیں جو ابن ابی داؤد وہاں بیان کر آئے تھے۔ یہ احادیث جب بغداد کے حفاظ حدیث کے سامنے پیش کی گئیں تو انھوں نے صرف چھ حدیثوں میں ان کی تغلیط کی۔

یہ بغداد میں امام العراق کے نام سے یاد کئے جاتے تھے، عوام اور حکومت میں ان کا بڑا احترام تھا اور مسجدِ بغداد میں سلطانِ وقت نے ان کے لئے ایک منبر نصب کرا دیا تھا جس پر بیٹھکر یہ حدیثیں بیان فرماتے تھے۔ عراق کے عامۂ مشائخ نے ان سے حدیثیں لکھیں اور ان سے تحصیلِ علم کی، لیکن کوئی ان کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکا۔

مصنف کے اس مختصر تعارف کے بعد ہم آپ کو کتاب المصاحف

Marfat.com

کے جستہ جستہ مقامات سے روشناس کراتے ہیں۔ سُنتے جاتیے اور سر دُھنتے جاتیے۔

قرآن کو حضورؐ نے جمع نہیں کیا بلکہ حضرت صدیق اکبرؓ نے جمع کرایا

(۱) امام ابن ابی داوٗد اپنی سند کے ساتھ زید بن ثابت سے نقل کرتے ہیں کہ جس سال اہل یمامہ کا قتل ہوا ابوبکرؓ نے مجھے آدمی بھیجکر بُلایا۔ وہاں عمرؓ بھی موجود تھے۔ ابوبکرؓ کہنے لگے کہ یہ (عمرؓ) میرے پاس آتے اور کہنے لگے کہ قرآن کے قاریوں کے ساتھ قتل کی گرم بازاری ہو گئی ہے مجھے ڈر ہے کہ دوسرے مواقع پر بھی یہی گرم بازاری ہو اور اس طرح قرآن ضائع ہو جاتے۔ میری رائے ہے کہ قرآن کو جمع کر لو۔ میں نے عمرؓ سے کہا کہ جو کام رسول اللہؐ نے نہیں کیا وہ تم کیسے کرتے ہو عمرؓ نے کہا بخدا یہ کام اچھا ہی ہے اور اس بارہ میں مجھ سے برابر کہتے رہے حتیٰ کہ جس چیز کے لئے خدا نے ان کا شرح صدر کر دیا تھا۔ میرا بھی شرح صدر کر دیا اور میری رائے بھی وہی ہو گئی جو ان کی تھی۔ ابوبکرؓ مجھ سے کہنے لگے تم نوجوان اور عقل مند آدمی ہو اور رسول اللہ صلعم کے لئے وحی لکھتے رہے ہو ہم تمہیں متہم نہیں سمجھتے لہذا تم قرآن کو لکھ لو۔ زید بن ثابت کہتے ہیں کہ بخدا اگر وہ مجھے

Marfat.com

کسی پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ لے جانے کو کہتے تو وہ مجھ پر اس کام سے زیادہ دشوار نہ ہوتا۔ میں نے ان دونوں سے کہا کہ جو کام رسول اللہ صلعم نے نہیں کیا وہ کام تم کیسے کرتے ہو۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ کہنے لگے کہ بخدا یہ کام اچھا ہی ہے چنانچہ ابوبکرؓ اور عمرؓ برابر مجھ سے کہتے رہے حتیٰ کہ جس امر کے لئے ان دونوں کو شرح صدر ہو چکا تھا مجھے بھی شرح صدر ہو گیا اور وہی میری رائے بھی ہو گئی جو ان دونوں کی رائے تھی۔ چنانچہ لکھنے کے لئے میں نے کاغذ کے ٹکڑوں، کھجور کے پٹھوں، پتھروں کے ٹکڑوں اور لوگوں کے سینوں (حافظوں) سے تلاش کرنا شروع کیا۔ حتیٰ کہ ایک آیت جو میں حضورؐ کو پڑھتے ہوئے سنا کرتا تھا مجھے نہیں ملی یعنی لقد جاءکم رسول من انفسکم (الآیہ) چنانچہ میں نے اس کو ڈھونڈا بالآخر خزیمہ بن ثابت کے پاس ملی اور میں نے اس کو اس کی سورۃ میں لکھ دیا۔

صدیق اکبرؓ کے زمانے میں قرآن کیونکر جمع کیا گیا

(۲) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ عروہ ابن زبیر سے نقل کرتے ہیں کہ جب بہت سے قاری قتل ہو گئے تو ابوبکرؓ کو یہ خوف ہوا کہ اس طرح تو قرآن ہی ضائع ہو جائے گا۔ آخر انھوں نے عمرؓ اور زید ابن ثابت سے

Marfat.com

کہا کہ مسجد کے دروازے پر بیٹھ جاؤ اور جو شخص کتاب اللہ کے متعلق کسی چیز پر دو گواہ پیش کردے اس کو قرآن میں لکھ لو۔

(۳) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ عبد خیر سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو کہتے ہوئے سنا کہ مصاحف کے بارہ میں سب سے بڑا ثواب ابوبکرؓ کو ملے گا۔ خدا ابوبکر پر رحم فرمائے وہی پہلے شخص ہیں جس نے قرآن کو لوحین کے درمیان جمع کر دیا۔

قرآن صدیق اکبرؓ نے خود جمع کیا اور حضرت زیدؓ نے نظرثانی فرمائی

(۴) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ سالم اور خارجہ سے نقل کرتے ہیں کہ ابوبکرؓ صدیق نے قرآن کو کاغذات میں جمع تو کر لیا تھا مگر زید بن ثابتؓ سے درخواست کی تھی کہ ان کو ایک نظر دیکھ لیں۔ زید ابن ثابتؓ نے اس سے انکار کر دیا حتیٰ کہ انھوں نے عمرؓ سے مدد چاہی کہ وہ زید بن ثابت کو راضی کرادیں چنانچہ عمرؓ نے انھیں راضی کرادیا اور نظرثانی کردی۔ یہ کتابیں ابوبکرؓ کی وفات تک ان کے پاس رہیں پھر عمرؓ کی وفات تک ان کے پاس رہیں۔ پھر حفصہؓ اہلیہ رسول اللہ صلعم کے پاس رہیں۔ عثمانؓ نے انھیں منگایا تو حفصہؓ نے ان کو دینے سے انکار کر دیا۔ حتیٰ کہ عثمانؓ سے عہد لیا کہ وہ انھیں

Marfat.com

واپس کردیں گے اور اس شرط کے ساتھ بھیجدیں چنانچہ عثمانؓ نے ان کو مصحفوں میں لکھ کر حفصہؓ کو وہ کتابیں واپس کردیں اور وہ ان ہی کے پاس رہیں حتیٰ کہ مروان نے اپنے زمانے میں انھیں لیکر جلا دیا۔

آپ دیکھ رہے ہیں کہ ایسے اہم واقعہ کے متعلق ایک بیان دوسرے سے کس طرح ٹکراتا جا رہا ہے لیکن بایں ہمہ یہاں تک یہ کہا گیا ہے کہ قرآن رسول اللہؐ نے مرتب کر کے نہیں دیا تھا بلکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں مرتب ہوا تھا۔ اب ایک قدم اور آگے بڑھئے۔

جمع قرآن کا کام صدیق اکبرؓ نے نہیں بلکہ حضرت عمرؓ نے شروع کیا اور عثمانؓ نے تکمیل کی

(۵) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ یحییٰ بن عبد الرحمٰن بن حاطب سے نقل کرتے ہیں کہ عمر ابن الخطابؓ نے قرآن کو جمع کرنے کا ارادہ کیا اور اس کے لئے لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا جس شخص نے رسول اللہؐ سے کچھ بھی قرآن حاصل کیا ہو اُسے ہمارے پاس لے آئے۔ لوگوں نے قرآن کو کاغذات پر، لکڑی کی تختیوں پر اور کھجور کے پٹھوں پر لکھ رکھا تھا اور عمرؓ کسی شخص سے کوئی چیز اس وقت تک قبول نہیں کرتے

Marfat.com

تھے جب تک دو گواہ گواہی نہ دیں۔ اسی اثناء میں عمرؓ شہید ہو گئے تو عثمان ابن عفانؓ کھڑے ہوئے اور انھوں نے لوگوں سے کہا کہ جس کے پاس کتاب اللہ کا کچھ حصہ ہو وہ ہمارے پاس لے آتے اور یہ بھی اس وقت تک کوئی چیز قبول نہیں کرتے تھے جب تک دو گواہ گواہی نہ دیدیں۔ چنانچہ خزیمہ ابن ثابت آئے اور کہنے لگے کہ میں دیکھ رہا ہوں تم نے دو آیتیں لکھنے سے چھوڑ دی ہیں، پوچھا گیا وہ کونسی دو آیتیں ہیں تو انھوں نے جواب دیا کہ میں نے خود رسول اللہ صلعم سے یہ دو آیتیں حاصل کی تھیں "لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ماعنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم" آخر سورت تک۔ اس پر عثمانؓ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ دونوں آیتیں اللہ کی طرف سے ہیں۔ پھر عثمانؓ نے خزیمہ سے پوچھا "بتاؤ ان آیتوں کو کہاں رکھیں"۔ خزیمہ نے جواب دیا کہ قرآن کی جو سورت سب سے آخر میں نازل ہوئی ہو اسے ان آیتوں ہی سے ختم کر دو۔ چنانچہ سورۃ براءۃ کو ان ہی دو آیتوں سے ختم کر دیا گیا۔

لیجیے! اب بات یہاں تک پہنچا دی گئی کہ قرآن کو نہ تو رسول اللہؐ نے مرتب فرمایا نہ ہی یہ عہدِ صدیقی میں مرتب ہوا۔ اس کی ابتدا حضرت عمرؓ نے کی اور وہ بھی اسے ادھورا چھوڑ کر شہید ہو گئے۔ اب آگے بڑھئے

Marfat.com

عہدِ عثمانی میں قرآن میں اختلافات

(۶) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ یزید بن معاویہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں ولید بن عقبہ کے زمانہ میں مسجد میں اس حلقہ میں بیٹھا ہوا تھا جس میں حضرت حذیفہؓ (مشہور صحابی) بھی تشریف فرما تھے۔ مسجد میں اس وقت روکنے والے اور پولیس کے سپاہی وغیرہ موجود نہیں تھے کہ یکایک کسی پکارنے والے نے پکار کر اعلان کیا جو شخص ابوموسیٰ (اشعریؓ) کی قرأت پر قرآن پڑھتا ہو وہ اس گوشہ کی طرف آجائے جو ابواب کندہ کے پاس ہے اور جو شخص عبداللہ بن مسعودؓ کی قرآت پر قرآن پڑھتا ہو وہ اس گوشہ کی طرف آجائے جو عبداللہ کے گھر کی طرف ہے اور وہاں دو آدمیوں میں سورۃ بقرہ کی ایک آیت کے بارہ میں اختلاف ہوا تھا۔ ایک پڑھتا تھا "واتموا الحج والعمرۃ للبیت" اور دوسرا پڑھتا تھا کہ "واتموا الحج والعمرۃ للّٰہ" حضرت حذیفہؓ کو غصہ آگیا۔ ان کی آنکھیں سُرخ ہوگئیں۔ انھوں نے فوراً اپنے کرتہ کو سمیٹ کر بغل میں کیا اور مسجد ہی میں کھڑے ہوگئے۔ یہ واقعہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ کا ہے اور فرمانے لگے یا تو امیرالمومنین میرے پاس آئیں یا میں امیرالمومنین کے پاس جاؤں۔ (تو میں اس کے متعلق ان

Marfat.com

سے کہوں) کیونکہ تم سے پہلی امتوں نے بھی یہی کچھ کیا تھا۔ پھر آگے بڑھ کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے خدا نے محمد صلعم کو مبعوث فرمایا انھوں نے مومنین کو ساتھ لے کر منکرین سے قتال کیا حتیٰ کہ خدا نے اپنے دین کو غالب کر دیا۔ پھر خدا نے محمد صلعم کو اٹھا لیا تو لوگوں نے بے لگام گھوڑے کی طرح ہر طرف دوڑ لگانی شروع کر دی۔ پھر خدا نے عمرؓ کو خلیفہ بنایا تو وہ اسلام کے عین وسط میں اترے (اور اس کو اعتدال پر قائم کرنا چاہا) پھر خدا نے ان کو بھی اٹھا لیا تو لوگوں نے پھر منہ زور گھوڑے کی طرح ہر طرف جادہ پیمائی شروع کر دی۔ اس کے بعد خدا نے عثمانؓ کو خلیفہ بنایا اور اللہ کی قسم وہ وقت قریب ہے کہ لوگ اسلام میں وہ جادہ پیمائی کریں جو اپنی تمام پچھلی جادہ پیمائیوں کو پیچھے چھوڑ جائیے۔

زید بن ثابت کے انتخاب پر عبداللہ بن مسعود کی ناگواری

(۷) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ ابراہیم نخعی سے نقل کرتے ہیں کہ جب (عثمانؓ نے اپنے مرتب کردہ قرآن کے علاوہ) باقی تمام مصاحف کو پھاڑ ڈالنے کا حکم دیا تو عبداللہ ابن مسعودؓ نے کہا "لوگو! اپنے قرآنوں کو چھپا لو کیونکہ جو شخص کچھ چھپا کر رکھے گا قیامت کے روز اسے اپنے ساتھ

Marfat.com

لے کر آئے گا اور بہترین چھپانے کی چیز قرآن ہی ہے جسے تم میں سے کوئی قیامت کے روز اپنے ساتھ لے کر آئے۔

(۸) نیز امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے نقل کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعودؓ نے زید ابن ثابت کے لئے قرآن لکھنے کو ناپسند کیا اور کہنے لگے " اے مسلمانوں کی جماعت! مجھے تو قرآن لکھنے کے کام سے الگ تھلگ رکھا جاتا ہے اور اس کی ذمہ داری ایک ایسے شخص نے لی ہے کہ بخدا میں اسلام لایا تو وہ ابھی اپنے کافر باپ کی صلب میں موجود تھا (یعنی پیدا بھی نہیں ہوا تھا)"

غور فرمایا آپ نے کہ جمع قرآن کی مزعومہ کوششوں کے سلسلہ میں صحابہ کا ردعمل کیا بتایا جارہا ہے اور ان کے باہمی تعلقات کو کس رنگ میں پیش کیا جارہا ہے۔

(۹) نیز امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ زر بن حبیش سے نقل کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا "میں نے حضورؐ کے دہن مبارک سے ستر سے اوپر سورتیں پڑھی ہیں اور زید بن ثابت ابھی بچہ تھے جن کے سر پر دو زلفیں لہراتی رہا کرتی تھیں" (ب 9)

نیز شقیق سے نقل کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعودؓ نے کہا "من

Marfat.com

یغلل یأت بما غل یوم القیٰمۃ" عثمانؓ مجھے کس کی قرأت پر قرآن پڑھنے کا حکم دے رہے ہیں میں نے خود رسول اللہ صلعم سے ستر سے اوپر سورتیں پڑھی ہیں اور محمد صلعم کے اصحاب جانتے ہیں کہ میں ان میں کتاب اللہ کا سب سے بڑا جاننے والا ہوں اور اگر مجھے معلوم ہوتا کہ کوئی شخص مجھ سے زیادہ کتاب اللہ کو جانتا ہے تو میں سفر کرکے بھی اس کے پاس جاتا

حضرت عثمانؓ کے عہد میں جمع قرآن

(۱۰) نیز امام ابن ابی داؤد ابن شہاب زہری کی اسی روایت کو نقل کرنے کے بعد جو ۱؎ میں گذر چکی ہے ابن شہاب زہری ہی کی روایت سے انس ابن مالک انصاری سے یہ اضافہ نقل کرتے ہیں کہ آذر بائیجان اور آرمینیہ کے غزوہ میں اہلِ شام اور اہلِ عراق جمع ہوئے اور آپس میں انھوں نے ایک دوسرے کو قرآن سنایا تو اس میں بڑا اختلاف ہوا اور قریب ہوگیا کہ ان میں کوئی فتنہ برپا ہو جائے۔ جب حذیفہ ابن الیمان نے قرآن کے بارہ میں ان کے یہ اختلافات دیکھے تو وہ حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچے اور کہا لوگ قرآن کے بارہ میں بڑا اختلاف کر رہے ہیں حتّٰی کہ بخدا مجھے یہ اندیشہ ہو رہا ہے کہ وہ بھی اسی اختلاف میں مبتلا نہ ہو جائیں جس

Marfat.com

میں یہود اور نصاریٰ مبتلا ہو چکے ہیں۔ یہ سنکر حضرت عثمانؓ بہت گھبرائے اور انھوں نے حضرت حفصہؓ کے پاس آدمی بھیجکر وہ صحیفہ نکلوایا جو ابوبکرؓ کے حکم سے زید بن ثابتؓ نے جمع کیا تھا اور اس سے کئی مصحف لکھوائے اور ان کو ملک کے گوشوں میں بھیجدیا۔ جب مروان مدینہ کا امیر ہوا تو اس نے حضرت حفصہؓ کے پاس آدمی بھیجکر وہ صحیفے منگائے تاکہ انھیں جلادے۔ اُسے یہ اندیشہ تھا کہ لکھنے

مروان نے حضرت حفصہؓ کے صحیفے جلا دیئے

والے ایک دوسرے سے اختلاف نہ کرنے لگیں مگر حضرت حفصہؓ نے انکار کر دیا۔ ابن شہابؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے سالم بن عبداللہ نے بیان کیا کہ جب حضرت حفصہؓ کا انتقال ہوا تو مروان نے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے پاس سختی کے ساتھ کہلا کر بھیجا کہ ان صحیفوں کو اس کے پاس بھیجدیں چنانچہ جوں ہی لوگ حضرت حفصہؓ کے جنازہ سے فارغ ہو کر لوٹے عبداللہ ابن عمرؓ نے وہ صحیفے مروان کے پاس بھیجدیئے۔ مروان نے ان کو الگ الگ کر کے جلادیا اس اندیشہ سے کہ ان صحیفوں میں کوئی چیز اس کے خلاف نہ ہو جو حضرت عثمانؓ نے لکھا تھا۔

Marfat.com

عہد عثمانؓ میں قرآن کیسے جمع کیا گیا

(۱۱) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ ایوب سے اور وہ ابوقلابہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کی خلافت میں ایک معلم کسی شخص کی قرآت کے مطابق تعلیم دیتا تھا اور دوسرا معلم دوسرے شخص کی قرآت کے مطابق۔ بچے قرآن پڑھتے اور آپس میں اختلافات کرتے حتیٰ کہ یہ اختلافات معلمین تک بلند ہو گئے اور لوگوں نے ایک دوسرے کی قرآت پر تکفیر تک شروع کر دی۔ حضرت عثمانؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے خطبہ دیا اور کہا "تم لوگ میرے پاس ہوتے ہوتے بھی قرآن میں اختلاف کرتے ہو اور دوسروں کی تغلیط کرتے ہو جو لوگ دوسرے شہروں میں مجھ سے دور ہیں ان کی غلطیاں اور اختلافات اور بھی سخت ہیں۔ اے اصحاب محمد! اتفاق سے کام لو اور لوگوں کے لئے ایک (متفقہ) امام (کتاب اللہ) لکھدو۔ ابوقلابہ کہتے ہیں کہ مجھ سے مالک بن انسؓ نے بیان کیا (یہ امام مالک بن انسؒ کے دادا ہیں) کہ میں ان لوگوں میں شریک تھا جنہوں نے ان کو قرآن لکھوایا۔ اکثر کسی آیت کے بارہ میں اختلاف ہوتا تھا اور کوئی ایسا آدمی یاد آجاتا تھا جس نے اس آیت کو خود رسول اللہ صلعم سے سیکھا تھا اور بعض مرتبہ وہ

Marfat.com

شخص موجود نہیں ہوتا تھا یا کسی دیہات میں ہوتا تھا تو اس سے آگے اور پیچھے کی آیتیں لکھ لیتے تھے اور اس آیت کی جگہ چھوڑ دیتے تھے۔ حتیٰ کہ وہ شخص خود آجاتا یا اس کو بلوا لیا جاتا تھا (اور اس سے پوچھ کر وہ آیت لکھ لی جاتی تھی) جب مصحف لکھنے سے فراغت ہوگئی تو حضرت عثمانؓ نے تمام شہروں میں لکھ دیا کہ میں نے ایسا ایسا کام کیا ہے اور جو کچھ میرے پاس تھا میں نے اس کو مٹا دیا ہے لہٰذا جو کچھ (اس قرآن کے خلاف) تمہارے پاس ہو تم بھی اس کو مٹا دو۔

(۱۲) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ مصعب ابن سعد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلعم کو تم سے جدا ہوتے ابھی تیرہ سال ہی گذرے ہیں مگر تم قرآن میں شک کرنے لگے ہو۔ کہتے ہو کہ یہ ابی (بن کعبؓ) کی قراءت ہے اور وہ عبداللہ (بن مسعودؓ) کی قراءت ہے۔ خدا کی قسم تو اپنی قراءت ٹھیک نہیں پڑھتا۔ لہٰذا میں تم میں سے ہر شخص پر لازم کرتا ہوں کہ جس کے پاس بھی کتاب اللہ میں سے کوئی چیز ہو وہ بالضرور اسے میرے پاس لے آئے۔ چنانچہ کوئی کاغذ کا ورق لیکر آتا کوئی چمڑے کا ٹکڑا لے کر آتا جس میں قرآن لکھا ہوا ہوتا حتیٰ ک

Marfat.com

اس طرح بہت کچھ جمع ہو گیا۔ پھر حضرت عثمانؓ اندر آ گئے اور ایک ایک آدمی کو بلا بلا کر قسم دے دیکر انھوں نے پوچھا شروع کیا کہ کیا تم نے اس کو رسول اللہ صلعم سے سُنا ہے۔ کیا رسول اللہ صلعم نے تمہیں یہ کچھ لکھوایا تھا؟ وہ شخص اقرار کرتا۔ حضرت عثمانؓ اس سے فارغ ہو گئے تو لوگوں سے پوچھا تم میں سے بہترین کاتب کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ رسول اللہؐ کے کاتب زید بن ثابتؓ۔ پھر انھوں نے پوچھا تم میں لغت عربی کا بہترین ماہر کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ سعید بن العاصؓ۔ تو حضرت عثمانؓ نے کہا ٹھیک ہے۔ سعید لکھوائیں اور زید لکھتے جائیں۔ چنانچہ زید ابن ثابتؓ نے قرآن لکھا اور کئی قرآن لکھے اور ان قرآنوں کو عثمانؓ نے لوگوں میں پھیلا دیا۔ ابو قلابہ کہتے ہیں کہ میں نے بعض اصحابِ محمدؐ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ عثمانؓ نے بہت اچھا کام کیا۔

(۱۳۲) امام ابن ابی داؤد اپنی دوسری سند سے مصعب ابن سعد ہی سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے ابی (ابن کعبؓ) اور عبد اللہ (ابن مسعودؓ) اور معاذ (ابن جبلؓ) کی قرأت کو سُنا تو لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا: ابھی تمہارے نبی کی وفات کو پندرہ سال ہوئے ہیں اور تم قرآن میں اختلاف کرنے لگے ہو۔ میں ہر

Marfat.com

شخص پر لازم کرتا ہوں کہ جس کے پاس بھی قرآن میں سے کچھ ہو جسے اس نے خود رسول اللہ صلعم سے سنا ہو اُسے میرے پاس لے آتے چنانچہ لوگ لکڑی کی تختیاں، ہڈی کے ٹکڑے، کھجور کی چھالیں جن میں قرآن لکھا ہوا تھا لانے لگے۔ جو شخص لے کر آتا اس سے حضرت عثمانؓ پوچھ لیتے کہ کیا اس نے یہ کچھ رسول اللہ صلعم سے سُنا ہے؟ پھر انھوں نے لوگوں سے پوچھا کہ تم میں فصیح ترین شخص کون ہے؟ لوگوں نے سعید بن العاص کا نام لیا۔ پھر پوچھا کہ بہترین ماہر کتابت کون ہے؟ لوگوں نے زید بن ثابت کا نام لیا۔ آپ نے فرمایا اچھا زید لکھیں اور سعید لکھوائیں چنانچہ کئی مصحف لکھے گئے اور ان کو مختلف شہروں میں تقسیم کر دیا گیا۔ مصعب بن سعد کہتے ہیں کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جس نے عثمانؓ کے اس فعل پر عیب چینی کی ہو۔

(۱۴) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ محمد (ابن ابیؓ) سے نقل کرتے ہیں کہ لوگ قرآن پڑھتے تھے اور نوبت یہاں تک آگئی تھی کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کو کہتا تھا کہ جو کچھ تو پڑھتا ہے اس سے تو کافر ہو گیا۔ اس کی اطلاع عثمان بن عفانؓ کو کی گئی تو ان کے دل پر بڑی گرانی ہوئی اور انھوں نے قریش اور

Marfat.com

انصار کے بارہ آدمیوں کو جمع کیا جن میں ابی بن کعبؓ اور زید بن ثابتؓ بھی تھے اور ان سب کو اس صحن میں اکٹھا کر دیا جو حضرت عمرؓ کے مکان میں تھا۔ اسی مکان میں قرآن رہتا تھا۔ حضرت عثمانؓ بھی ان لوگوں کے پاس آتے جاتے رہتے تھے۔ محمد (ابن ابیؒ) کہتے ہیں کہ مجھ سے کثیر ابن افلح نے بیان کیا جو ان لوگوں کے لئے قرآن لکھنے والوں میں سے ایک تھے کہ اکثر ان بارہ آدمیوں میں اختلاف ہو جاتا تھا تو اس اختلافی آیت کو وہ مؤخر کر دیا کرتے تھے۔ محمد کہتے ہیں کہ میں نے کثیر سے پوچھا کہ تم لوگ اس کو مؤخر کیوں کر دیا کرتے تھے تو انھوں نے بتایا کہ یہ مجھے معلوم نہیں۔ محمد کہتے ہیں کہ میں نے اس بارہ میں ایک گمان بنایا ہے تم لوگ اسے یقین نہ بنا لینا۔ میرا گمان یہ ہے کہ جب ان میں کسی آیت کے متعلق اختلاف ہوتا تھا تو وہ اسے اس لئے مؤخر کر دیتے تھے کہ دیکھیں کوئی ایسا آدمی مل جائے جو حضورؐ کے ساتھ آپ کے آخری دور میں شریک رہا ہو تو اس آیت کو اس کے قول کے مطابق لکھ لیں۔

قرآن کی ترتیب حضرت عثمانؓ نے قائم کی تھی

(۱۵) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے عثمانؓ سے

Marfat.com

کہا کہ تم نے سورۃ انفال کو جو مثانی میں سے ہے سورۃ برآت کے ساتھ کیوں رکھ دیا حالانکہ وہ مئین میں سے ہے اور پھر ان دونوں کو سبع طوال میں رکھ دیا ہے۔ ایسا تم نے کیوں کیا۔ عثمانؓ نے بتایا کہ رسول اللہ صلعم پر مختلف زمانوں میں مختلف عدد والی سورتیں نازل ہوتی رہتی تھیں جب آپ پر کچھ وحی نازل ہوتی تو کسی کاتب کو آپ بلاکر فرما دیتے کہ اس آیت کو ایسی ایسی سورۃ میں رکھ دو جس میں ایسا ایسا تذکرہ آیا ہے سورۃ انفال ان سورتوں میں سے ہے جو ابتداءً مدینہ میں نازل ہوئیں اور سورۃ برآت بالکل آخر میں نازل ہوئی ہے مگر دونوں کا قصہ ایک سا ہے۔ مجھے خیال گذرا کہ سورۃ برآت سورۃ انفال ہی کا حصہ ہے۔ حضور صلعم کا انتقال ہو گیا اور ہمیں آپ نے یہ بتایا نہیں کہ آیا واقعی یہ اسی کا حصہ ہے بھی یا نہیں۔ اسی وجہ سے میں نے دونوں کو یکے بعد دیگرے لکھ دیا ہے اور دونوں کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی سطر نہیں لکھی اور دونوں کو سبع طوال میں رکھ دیا۔

یہاں تک یہ کہا گیا ہے کہ قرآن حضرت عثمانؓ کے عہد میں مرتب ہوا۔ لیکن یہ قرآن کس قسم کا تھا اس کی بابت بھی سن لیجئے۔

قرآن میں غلطیاں رہ گئیں

(۱۶) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ عبدالاعلیٰ بن عبداللہ

Marfat.com

بن عامر قرشی سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمانؓ مصحف سے فارغ ہو گئے اور انھوں نے اسے دیکھا تو فرمایا تم لوگوں نے بہت اچھا کیا اور خوب کیا مگر اس میں کچھ غلطیاں مجھے نظر آتی ہیں جنھیں عرب لوگ اپنی زبانوں سے ٹھیک کر لیں گے۔

لیجئے! قرآن عہد عثمانی میں مرتب تو ہوا لیکن اس میں بھی غلطیاں رہ گئیں۔ ان غلطیوں کو حضرت عثمانؓ نے درست نہیں کیا بلکہ علی حالہ رہنے دیا کہ عرب خود اپنی زبان سے درست کر لینگے اور آگے بڑھتے۔

(۱۷) امام ابن ابی داوٗد اپنی سند کے ساتھ عکرمہ طائی سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمانؓ کے پاس مصحف لایا گیا تو اس میں انھیں کچھ غلطیاں نظر آئیں۔ اس پر انھوں نے فرمایا کہ اگر لکھنے والا بنو ہذیل کا اور لکھنے والا بنو ثقیف کا کوئی آدمی ہوتا تو اس میں یہ غلطیاں نہ پائی جاتیں۔

(۱۸) سعید ابن جبیر سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا قرآن میں چار حرف غلط ہیں۔ ۱۔ الصابئون (۵/۶۹) ۲۔ والمقیمین (۴/۱۶۲) ۳۔ فَاَصَّدَّقَ واکن من الصلحین (۶۳/۱۰) اور ۴۔ ان ھٰذٰن لساحران (۲۰/۶۳)

Marfat.com

(۱۹) زبیر ابو خالد کہتے ہیں کہ میں نے ابان بن عثمان سے پوچھا کہ آیت والراسخون فی العلم منہم والمومنون یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک والمقیمین الصلوٰۃ والموتون الزکوٰۃ الآیہ کیسے ہوگیا اور پیچھے رفع لایا گیا ہے اور المقیمین پر نصب ہے۔ ابانؒ نے جواب دیا کہ یہ کاتب کی غلطی ہے۔ پچھلا حصہ لکھ چکا تھا۔ اس نے پوچھا آگے کیا لکھوں۔ لکھوانے والے نے کہا المقیمین الصلوٰۃ لکھو۔ اس سے جو کچھ کہا گیا لکھ دیا۔

(۲۰) عروہ کہتے ہیں کہ قرآن کی غلطیوں کے متعلق میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا۔ ان ھذان لساحران اور والمقیمین الصلوٰۃ والمؤتون الزکوٰۃ اور والذین ھادوا والصائبون کے متعلق سوال تھا۔ حضرت عائشہؓ نے کہا "بھتیجے! یہ کاتبوں کا کام ہے کہ انھوں نے لکھنے میں غلطی کر ڈالی"۔

حضرت عثمان نے جو مصاحف لکھوائے ان میں سے مدینہ منورہ کے تمام مصاحف خود امام یعنی انکے اپنے مصحف سے مختلف تھے

(۲۱) خالد ابن ایاس بن صخر ابن ابی الجہم بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کے مصحف کو پڑھا ہے اور انھوں نے ان کے

Marfat.com

مصحف کو اہل مدینہ کے مصحفوں سے بارہ حرفوں میں مختلف پایا ہے (آگے ان اختلافات کی تفصیل دی ہے) جو مندرجہ ذیل نقشہ میں واضح کر دیئے گئے ہیں:۔

نمبر شمار	امام (یعنی مصحف عثمانؓ)		مصاحف اہلِ مدینہ
۱	ووصّٰی بہا ابرٰھیم	۲/۱۳۲	ووصّٰی بہا ابراھیم
۲	وسارعوا الیٰ مغفرۃ		سارعوا الیٰ مغفرۃ
۳	ویقول الذین اٰمنوا		یقول الذین اٰمنوا
۴	یاایھا الذین اٰمنوا من یرتدّ منکم		یاایھا الذین اٰمنوا من یرتدد منکم
۵	والذین اتخذوا مسجدا		الذین اتخذوا مسجدا
۶	لاجدن خیرا منہا منقلبا		لاجدن خیرا منھما منقلبا
۷	وتوکل علی العزیز الرحیم		توکل علی العزیز الرحیم
۸	اوان یظھر فی الارض الفساد		وان یظھر فی الارض الفساد
۹	من مصیبۃ فبما کسبت		من مصیبۃ بما کسبت
۱۰	وفیھا ما تشتھی الانفس		وفیھا ما تشتھیہ الانفس
۱۱	فان اللہ ھو الغنی الحمید		فان اللہ الغنی الحمید
۱۲	ولا یخاف عقبٰھا		لا یخاف عُقبٰھا

Marfat.com

مختلف شہروں کیلئے جو مصحف لکھے گئے تھے ان میں باہمی اختلاف تھا

(۲۲) اس کے بعد امام ابن ابی داؤد نے ایک مستقل باب میں اپنی سندوں کے ساتھ وہ اختلافات نقل کئے ہیں جو ان مصاحف میں موجود تھے. جو مختلف شہروں کے لئے لکھے گئے تھے۔ یہ باب کافی طویل ہے بہ نظر اختصار ان اختلافات کو بھی ہم ایک نقشہ سے ظاہر کئے دیتے ہیں جس سے آپ کو معلوم ہو سکے گا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مختلف شہروں کے لئے جو مختلف مصاحف لکھوائے تھے اور جن کا مقصد ہی یہ تھا کہ مصاحف کے اختلافات کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے وہ مقصد بھی پورا نہ ہوسکا اور ان تمام کوششوں کے باوجود مختلف شہروں کے مصاحف میں کافی اختلافات باقی رہ گئے۔

نمبر شمار	آیت	مصحف	آیت	مصحف
۱	واوصٰی بھا ابراھیم (۲/۱۳۲)	مدینہ	ووصّٰی بھا	کوفہ و بصرہ
۲	سارعوا الی مغفرۃ		وسارعوا الی مغفرۃ	
	من ربکم (۳/۱۳۳)	"	من ربکم	"
۳	من یرتدد (۵/۵۴)	"	من یرتدّ	"

Marfat.com

نمبر شمار	آیت	مصحف	آیت	مصحف
۴	لئن أنجيتنا (۶/۶۳)	مدینہ وبصرہ	لئن انجانا	کوفہ
۵	الذین اتخذوا مسجدا ضرارا	مدینہ	والذین اتخذوا مسجدا	کوفہ وبصرہ
۶	خیرا منهما منقلبا (۱۸/۳۶)	"	خیرا منها منقلبا	"
۷	فتوکل (۲۶/۲۱۷)	"	وتوکل	"
۸	وان یظهر فی الارض (۴۰/۲۶)	"	او ان یظهر	"
۹	وما اصابکم من مصیبة بما کسبت (۴۲/۳۰)	"	(.... .... فبما کسبت)	"
۱۰	فیها ما تشتهیه الانفس (۴۳/۷۱)	"	ما تشتهی الانفس	"
۱۱	ومن یتول فان الله الغنی الحمید (۵۷/۲۴)	"	.... فان الله هو الغنی الحمید)	"
۱۲	فلا یخاف عقبها (۹۱/۱۵)	"	ولا یخاف	"
۱۳	قل ربی یعلم (۲۱/۴)	مدینہ وبصرہ	قال ربی یعلم	کوفہ
۱۴	قل انما ادعو ربی (۷۲/۲۰)	"	قال انما ادعو ربی	"
۱۵	لله - لله - لله (۲۳/۸۵-۸۷-۸۹)	مدینہ وکوفہ	لله - الله - الله	بصرہ

Marfat.com

نمبر شمار	آیت	مصحف	آیت	مصحف
۱۶	ووصینا الانسان بوالدیه احسانا (ر ۴۶/۱۵)	کوفہ	ووصینا الانسان بوالدیه حسناً	مدینہ وبصرہ
۱۷	وما عملت (ر ۳۶/۳۵)	〃	وما عملتهُ ایدیهم	〃
۱۸	فهل ینظرون الا الساعة تأتیهم بغتة (ر ۴۷/۱۸)	مکہ وکوفہ	... ... ان تأتیهم	〃
۱۹	وسیعلم الکافر (ر ۱۳/۴۲)	مدینہ	وسیعلم الکفار	عراق
۲۰	جاؤا بالبینات و بالزبر (ر ۳/۱۸۴)	شام وحجاز	جاؤا بالبینات والزبر	〃
۲۱	ما فعلوه الا قلیلا (ر ۴/۶۶)	شام	ما فعلوه الا قلیل	〃
۲۲	زین لکثیر من المشرکین قتل اولادهم شرکاؤهم (ر ۶/۱۳۷)	شام وحجاز	زین لکثیر من المشرکین قتل اولادهم شرکاؤهم	〃
۲۳	واذا انجاکم من آل فرعون (ر ۷/۱۴۱)	〃	واذ انجینٰکم	〃
۲۴	ثم کیدونی فلا تنظرون (ر ۷/۱۹۵)	〃	ثم کیدونِ	〃
۲۵	ما کان للنبیّ (ر ۷/۹۲)	شام	ما کان لنبیّ	〃
۲۶	هو الذی ینشرکم فی البر والبحر (ر ۱۰/۲۲)	〃	هو الذی یُسَیّرکم	〃

Marfat.com

نمبر شمار	آیت	مصحف	آیت	مصحف
۲۷	کانوا هم اشد منکم (۴۰/۲۱)	شام وحجاز	کانوا هم اشد منهم	عراق
۲۸	والحب ذا العصف (۵۵/۱۲)	〃	والحب ذو العصف	〃
۲۹	تبارك اسم ربك		... ...	〃
	ذو الجلال (۵۵/۷۸)	〃	ذی الجلال	
۳۰	وکل وعد الله الحسنیٰ (۵۷/۱۰)	〃	وکلا وعد الله الحسنیٰ	〃
۳۱	فامنوا بالله ورسوله (۴/۱۷۱)	مکہ	.... ورسله	بصرہ
۳۲	تجری من تحتها الانهر (۹/۱۰۰)	〃	تجری تحتها الانهر	〃
۳۳	وما عملت ایدیهم (۳۶/۳۵)	کوفہ	وما عملته ایدیهم	〃
۳۴	ولئن انجانا من هذه (۶/۶۳)	〃	ولئن انجیتنا	〃
۳۵	قال سبحن ربی (۱۷/۹۳)	〃	قل سبحن ربی	〃
۳۶	قال ربی یعلم القول		قل ربی یعلم القول	
	فی السماء (۲۱/۴)	〃	فی السماء	〃
۳۷	قال رب احکم بالحق	〃	قل رب احکم بالحق	〃

نوٹ:۔ فہرست طویل ہو جانے کے خوف سے واو، فاء، او وغیرہ کے اختلافات کو ہم نے قصداً نظر انداز کر دیا ہے۔

Marfat.com

حجاج ابن یوسف نے مصحفِ عثمانی میں گیارہ موقعوں پر تبدیلی کی

(۲۳) امام ابن ابی داؤد نے اپنی سندوں کے ساتھ عوف ابن ابی جمیلہ سے (صـ۴۹ وصـ۱۱۷) میں نقل کیا ہے کہ حجاج ابن یوسف ثقفی نے اپنے زمانہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مصحف میں گیارہ جگہ پر تبدیلیاں کیں جن کی تفصیل یہ ہے:۔

نمبر شمار	مصحفِ عثمانی رضی اللہ عنہ		حجاج ابن یوسف کی تبدیلی
۱	لم یتسنّ وانظر	(۲/۲۵۹)	لم یتسنہ وانظر
۲	شریعۃ ومنھاجا	(۵/۴۸)	شرعۃ ومنھاجا
۳	ھوالذی ینشرکم	(۱۰/۲۲)	ھوالذی یسیّرکم
۴	انا اتیکم بتاویلہ	(۱۲/۴۵)	انا انبئکم بتاویلہ
۵	سیقولون للہ للہ للہ	(۲۳/۸۵-۸۷-۸۹)	سیقولون للہ اللہ اللہ
۶	من المخرجین	(۲۶/۱۱۶)	من المرجومین
۷	من المرجومین	(۲۶/۱۶۷)	من المخرجین
۸	نحن قسمنا بینھم معایشتھم	(۴۳/۳۲)	معیشتھم
۹	من ماء غیر یاسن		من ماء غیر اسن

Marfat.com

نمبر شمار	مصحف عثمانی رضی اللہ عنہ	حجاج ابن یوسف کی تبدیلی
۱۰	فالذین اٰمنوا منکم واتقوا (۵۷/۵)	فالذین اٰمنوا منکم وانفقوا
۱۱	وما ھو علی الغیب بظنین (۸۱/۲۴)	وما ھو علی الغیب بضنین

کبار صحابہ کے مصاحف ایک دوسرے سے مختلف تھے

اس کے بعد امام ابن ابی داؤد نے ایک مستقل باب میں متعدد مختلف سندوں کے ساتھ بڑے بڑے صحابہ کے مصاحف کے باہمی اختلافات واضح کیے ہیں جو روایات کے ذریعہ سے ہم تک پہنچے ہیں۔ ان تمام روایتوں کو بیان کرنا ہمارے لئے مشکل ہے۔ روایات کو دیکھنے کے لئے آپ خود کتاب المصاحف ملاحظہ فرمایئے۔ یہاں ہم مختصراً صرف اختلافات کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔

مصحف عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ

نمبر شمار	مصحف عثمانی میں	مصحف فاروقی میں
۱	صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین (۱/۷)	صراط من انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم وغیر الضالین

Marfat.com

نمبر شمار	مصحف عثمانی میں	مصحف فاروقی میں
۲	آلمٓ ۝ اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم ۝ (۳/۱)	الم ۝ اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیام
۳	فی جنّٰتٍ یتساءلون عن المجرمین ما سلککم فی سقر (۷۴/ ۴۰-۴۲)	فی جنات یتساءلون ۝ یا فلان ما سلکک فی سقر۔

مصحف علی ابن طالب رضی اللہ عنہ

نمبر شمار	مصحف عثمانی رضؓ میں	مصحف حیدری رضؓ میں
۱	اٰمن الرسول بما انزل علیہ من ربہ والمؤمنون	اٰمن الرسول بما انزل علیہ واٰمن المومنون

مصحف ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

نمبر شمار	مصحف عثمانی میں	مصحف ابی بن کعب رضؓ میں
۱	واحل لکم ما وراء ذلکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسفحین ۭ فما استمتعتم بہ منھن فاٰتوھن اجورھن فریضۃ ط (۴/۲۴)	... ... فما استمتعتم بہ منھن الیٰ[۱] اجل مسمّٰی فاٰتوھن اجورھن فریضۃ ط

[۱] صفحہ ۲۱۸ پر ملاحظہ کیجیے۔

Marfat.com

نمبر شمار	مصحف عثمانی رض میں	مصحف حیدری رض میں
۲	للذین یؤلون من نسا ئھم تربص اربعۃ اشھر (۲/۲۲۶)	للذین یقیمون تریص اربعۃ اشھر
۳	فلا جناح علیہ ان یطوف بھما (۲/۱۵۸)	فلا جناح علیہ ان لا یطوف بھما
۴	فمن لم یجد فصیام ثلثۃ ایام ذلک کفارۃ ایمانکم اذا حلفتم (۵/۸۹)	فمن لم یجد فصیام ثلثۃ ایام متتابعات فی کفارۃ الیمین

مصحف عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

نمبر شمار	مصحف عثمانی رض میں	مصحف عبداللہ ابن مسعود رض میں
۱	ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ (۴/۴۰)	ان اللہ لا یظلم مثقال نملۃ

حاشیہ صفحہ ۲۱۷ :

آئندہ آپ دیکھیں گے کہ یہ آیت حضرت عبداللہ ابن عباس رض کے مصحف میں بھی اسی طرح ہے معلوم نہیں ہمارا ملا شیعوں کے متعہ نکاح سے اس قدر ناراض کیوں ہے جبکہ اس کی روایات کے مطابق متعہ کا جواز خود قرآن سے ثابت اور وہ بھی دو دو جلیل القدر صحابیوں کے قرآن سے۔ متعہ اور عجم کی سازش کے متعلق طلوع اسلام میں ایک مبسوط مضمون شائع ہو چکا ہے۔

Marfat.com

نمبر شمار	مصحفِ عثمانیؓ میں	مصحفِ عبداللہ ابن مسعودؓ میں
۲	یمریم اقنتی لربک واسجدی و ارکعی مع الراکعین (۳/۴۳)	یمریم اقنتی لربک وارکعی واسجدی مع الساجدین
۳	لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم (۲/۱۹۸)	(۱) لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم فی مواسم الحج
	... ...	(۲) لاجناح علیکم ان تبتغوا فضلا من ربکم فی مواسم الحج فابتغوا حینئذ
۴	بل یداہ مبسوطتان (۵/۶۴)	بل یداہ بسطان
۵	وتزوّدوا فان خیر الزاد التقویٰ (۲/۱۹۷)	وتزودوا وخیر زاد التقوی
۶	من بقلها وقثاءها و فومها و عدسها (۲/۶۱)	من بقلها وقثاءها وثومها وعدسها۔
۷	والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر (۱۰۳/۳-۱)	والعصر ان الانسان لفی خسر وانه فیه الیٰ اٰخر الدهر الا الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالصبر
۸	اولٰئک لهم نصیب مما کسبوا (۲/۲۰۲)	اولٰئک لهم نصیب مما اکتسبوا

Marfat.com

نمبر شمار	مصحفِ عثمانیؓ میں	مصحفِ عبداللہ ابن مسعودؓ میں
۹	ولكل وجهة هو موليها (۲/۱۴۸)	ولكل جعلنا قبلة يرضونها
۱۰	واتموا الحج والعمرة لله (۲/۱۹۶)	واقيموا الحج والعمرة للبيت
۱۱	وحيث ما كنتم فولوا وجوهكم شطره (۲/۱۴۴)	وحيث ما كنتم فولوا وجوهكم قبله
۱۲	ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها	ولا تخافت بصوتك ولا تعال به
۱۳	فازلهما الشيطن عنها فاخرجهما مما كانا فيه (۲/۳۶)	فوسوس الشيطن عنها فاخرجهما مما كانا فيه
۱۴	ولا يقبل منها شفاعة (۲/۴۸)	لا يوخذ منها شفاعة
۱۵	ان البقر تشابه علينا (۲/۷۰)	ان البقر متشابه
۱۶	وان يأتوكم اسرى تفدوهم (۲/۸۵)	وان يوخذوا تفدوهم
۱۷	واذ يرفع ابرهيم القواعد من البيت واسمعيل ربنا تقبل منا (۲/۱۲۷)	واذ يرفع ابرهيم القواعد من البيت واسمعيل يقولان ربنا تقبل منا۔
۱۸	واذ اخذنا ميثاق بنى اسرائيل لا تعبدون الا الله (۲/۸۳)	..........لا يعبدون الا الله
۱۹	ثم توليتم الا قليلا منكم (۲/۸۳)	ثم تولوا الا قليلا منهم

Marfat.com

نمبر شمار	مصحفِ عثمانیؓ میں	مصحفِ عبداللہ ابن مسعودؓ میں
۲۰	ومن تطوع خیرا۔ (۲/۱۵۸)	فمن تطوع خیرا۔
۲۱	لیس البرّان تولوا وجوھکم (۲/۱۷۷)	لا تحسبن ان البر
۲۲	ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ فی ظلل من الغمام والملئکۃ (۲/۲۱۰)	ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ والملئکۃ فی ظلل من الغمام۔
۲۳	الا ان یخافا الا یقیما حدود اللہ (۲/۲۲۹)	الا ان یخافوا الا یقیما حدود اللہ
۲۴	وان طلقتموھن من قبل ان تمسوھن (۲/۲۳۷)	...... من قبل ان تجامعوھن۔ ... ...
۲۵	قال اعلم ان اللہ علی کل شئ قدیر (۲/۲۵۹)	قیل اعلم ان اللہ علی کل شئ قدیر۔
۲۶	ما ننسخ من ایۃ او ننسھا (۲/۱۰۶)	ما ننسک من ایۃ او ننسخھا
۲۷	یسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ (۲/۲۱۷)	یسئلونک عن الشھر الحرام عن قتال فیہ
۲۸	لمن اراد ان یتم الرضاعۃ (۲/۲۳۳)	لمن اراد ان یکمل الرضاعۃ
۲۹	حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطی۔ (۲/۲۳۸)	حافظوا علی الصلوات و علی الصلوٰۃ الوسطی۔
۳۰	فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج۔ (۲/۱۹۷)	فلا رفث ولا جدال فی الحج۔

Marfat.com

نمبرشمار	مصحفِ عثمانیؓ میں	مصحفِ عبداللہ ابن مسعودؓ میں
۳۱	اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم - (۳/۲)	.... الحی القیام
۳۲	وما یعلم تاویلہ الا اللہ - (۳/۷)	وان حقیقۃ تاویلہ الا عند اللہ
۳۳	ویقتلون الذین یامرون بالقسط (۳/۲۱)	وقاتلوا الذی ....
۳۴	فنادتہ الملئکۃ وھو قائم یصلی فی المحراب ان اللہ یبشرک بیحیی - (۳/۳۹)	ونادہ الملئکۃ یازکریا ان اللہ یبشرک بیحیی. ... ...
۳۵	فاما الذین امنوا وعملوا الصلحت فیوفیھم اجورھم - (۳/۵۷)	.... فاُوَفِّیھم اُجورھم -
۳۶	ومن اھل الکتب من ان تامنہ بقنطار یؤدہ الیک ومنھم من ان تامنہ بدینار لا یؤدہ الیک (۳/۷۵)	.... بقنطار یُوَدِّہ الیک..... .... بدینار لا یوفہ الیک -
۳۷	اذ قالت الملئکۃ یمریم ان اللہ یبشرک - (۳/۴۵)	وقالت الملئکۃ یا مریم ان اللہ لیبشرک -
۳۸	ویعلمہ الکتب والحکمۃ - (۳/۴۸)	ونعلمہ الکتب والحکمۃ
۳۹	واللہ بما تعملون بصیر (۳/۱۵۶)	واللہ بصیر بما یعملون
۴۰	وان اللہ لا یضیع اجر المؤمنین ۳/۱۷۱	واللہ لا یضیع اجر المؤمنین

Marfat.com

نمبر شمار	مصحفِ عثمانیؓ میں	مصحفِ حیدریؓ میں
۴۱	ونقول ذوقوا عذاب الحریق (۳/۱۸۱)	ویقال لہم ذوقوا عذاب الحریق
۴۲	ان الذین یأکلون اموال الیتٰمیٰ ظلما انما یاکلون فی بطونہم نارا ط وسیصلون سعیرا ہ (۴/۱۰)	ومن یاکل اموال الیتامیٰ ظلما فانما یاکل فی بطنہ نارا وسوف یصلی سعیرا ہ
۴۳	اویغلب فسوف نؤتیہ اجرًا عظیما۔ (۴/۷۴)	اویغلب نؤتیہ اجرًا عظیما
۴۴	فاذا برزوا من عندک بیّت طائفۃ منہم (۴/۸۱)	.... بیّت مبیّت منہم
۴۵	وسوف یؤت اللہ المومنین اجرا عظیما (۴/۱۴۶)	وسیوتی اللہ المومنین ... .
۴۶	فسوف نؤتیہ اجرًا عظیما (۴/۱۱۴)	فسیؤتیہ اجرًا عظیما۔
۴۷	اولئک سوف یؤتیہم اجورہم ط وکان اللہ غفورًا رحیما (۴/۱۵۲)	اولئک سنؤتیہم اجورہم وقد انزل علیکم فی الکتاب وکان اللہ غفورًا رحیما۔
۴۸	قال اللہ انی منزلہا علیکم (۵/۱۱۵)	قال سأنزلہا علیکم
۴۹	ان تعذبہم فانہم عبادک	ان تعذبہم فعبادک

Marfat.com

نمبر شمار	مصحفِ عثمانی رض میں	مصحف عبداللہ ابن مسعود رض میں
۵۰	ثم لم تکن فتنتہم الا ان قالوا (۶/۲۳)	ما کان فِتنَتَهُمْ الا ان قالوا۔
۵۱	حتی اذا جاء احدکم الموت توفتہ رسلنا (۶/۶۱)	.... الموت یتوفاہ رسلنا۔
۵۲	ان الحکم الا للہ یقص الحق (۶/۵۷)	.... یقضی بالحق
۵۳	کالذی استهوته الشیٰطین (۶/۷۱)	کالذی استهوٰہ الشیطن
۵۴	لقد تقطع بینکم وضل عنکم (۶/۹۴)	لقد تقطّع ما بینکم ....
۵۵	کانما یصّعّد فی السماء (۶/۱۲۵)	کا نما یتصعد فی السماء
۵۶	ولیقولوا درست (۶/۱۰۵)	لَیَقُوْلُوْا دَرَسَ
۵۷	ان ھذا صراطی مستقیما (۶/۱۵۳)	وھذا سراطی مستقیما۔
۵۸	قالوا ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا و ترحمنا۔ (۷/۲۳)	قالوا ربنا الا تغفر لنا و ترحمنا۔
۵۹	اتذر موسی وقومہ لیفسدوا فی الارض ویذرك والهتك (۷/۱۲۷)	...... لیفسدوا فی الارض وقد ترکوك ان یعبدوك والهتك
۶۰	والذین یمسّکون بالکتٰب (۷/۱۷۰)	ان الذین استمسکوا بالکتاب
۶۱	وان اللہ مع المؤمنین (۸/۱۹)	واللہ مع المؤمنین
۶۲	ولا یحسبن الذین کفروا اسبقوا (۸/۵۹)	ولا یحسبُ الذین کفروا سبقوا

Marfat.com

نمبر شمار	مصحفِ عثمانی رضؓ میں	مصحف عبداللہ ابن مسعودؓ میں
۶۳	وما منعھم ان تُقْبَلَ منھم نفقٰتھم (۹/۵۴)	.... ان تَتَقَبَّلَ منھم نفقٰتھم
۶۴	قل اذن خیر لکم یؤمن باللّٰہ (۹/۶۱)	قل اذن خیر و رحمۃ لکم یؤمن باللّٰہ
۶۵	الا ان تقطع قلوبھم (۹/۱۱۰)	ولو قطِّعَتْ قلوبھم
۶۶	اولا یرون انھم یفتنون (۹/۱۲۶)	اولم ترا انھم یفتنون
۶۷	من بعد ما کاد یزیغ قلوب فریق منہم۔ (۹/۱۱۷)	من بعد ما زاغت قلوبٌ طائفۃ منھم
۶۸	حتّٰی اذا کنتم فی الفلك وجرین بھم (۱۰/۲۲)	.... وجرین بکم
۶۹	ولقد ارسلنا نوحا الٰی قومہ انی لکم نذیر مبین۔ (۱۱/۲۵)	ولقد ارسلنا نوحا الٰی قومہ فقال یٰقوم انی لکم نذیر مبین
۷۰	ان کنت علٰی بینۃ من ربی و اٰتٰنی رحمۃ من عندہ فعمیت علیکم (۱۱/۲۸)	ان کنت علٰی بینہ من ربی فعمیت علیکم
۷۱	ولا تضرونہ شیئا (۱۱/۵۷)	ولا تنقصوہ شیئا
۷۲	فاسر باھلك بقطع من اللیل ولا یلتفت منکم احد الا امرأتك (۱۱/۸۱)	فاسر باھلك بقطع من اللیل الا امرأتك
۷۳	قل افاتخذتم من دونہ اولیاء (۱۳/۱۶)	قل اَفَتَّخَذْتُمْ ....

Marfat.com

نمبر شمار	مصحفِ عثمانیؓ میں	مصحفِ عبداللہ ابن مسعودؓ میں
۷۴	وَسَيَعلمُ الكُفّرُ لمن عقبى الدار (۱۳/۴۲)	وسيعلم الكافرون لمن عقبى الدار
۷۵	ولا يلتفت منكم احد (۱۵/۶۵)	ولا يلتفتن منكم احد۔
۷۶	وسخر لكم الليل والنهار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامره (۱۶/۱۲)	وسخر لكم الليل والنهار والشمس والقمر والرياح بامره۔
۷۷	الذين تتوفهم الملئكة (۱۶/۲۸)	الذين توفاهم الملئكة
۷۸	ولنجزين الذين صبروا اجرهم (۱۶/۹۶)	وليوفّين الذين صبروا اجرهم
۷۹	فلنحيينه حيوة طيبة ولنجزينهم اجرهم (۱۶/۹۷)	.... حيوة طيبة وليوفينهم اجرهم۔
۸۰	اما يبلغن عندك الكبر احدهما او كلهما فلا تقل لهما اف (۱۷/۲۳)	اما يبلغان عندك الكبر اما واحد واما كلاهما فلا تقل لهما اف
۸۱	تسبح له السموت السبع والارض (۱۷/۴۴)	سبحت له الارض وسبحت له السموت
۸۲	لكنا هو الله ربى (۱۸/۳۸)	لكن هو الله ربى
۸۳	يوم يقول نادوا شركاءى (۱۸/۵۲)	يوم يقول لهم نادوا شركاءى
۸۴	قبل ان تنفد كلمت ربى (۱۸/۱۰۹)	قبل ان تُقضى كلمات ربى
۸۵	قول الحق الذى فيه يمترون (۱۹/۳۴)	قال الحق الذى فيه يمترون
۸۶	تكاد السموت يتفطرن منه (۱۹/۹۰)	تكاد السموت لتتصدع منه

Marfat.com

نمبر شمار	مصحف عثمانیؓ میں	مصحف عبداللہ ابن مسعودؓ میں
۸۷	فأُلئك يدخلون الجنه (۱۹/۶۰)	فاولئك سيدخلون الجنه
۸۸	ءَ إذا ما مت لسوف أُخرج حيا (۱۹/۶۶)	ءَ إذا ما مِتُّ سأخرج حيا۔
۸۹	ان كل من فى السمٰوت والارض الا اٰتى الرحمٰن عبدًا۔ (۱۹/۹۳)	.... والارض لما اٰتى الرحمٰن عبدا
۹۰	انما صنعوا كيد سٰحِرٍ (۲۰/۶۹)	.... كيد سِحْرٍ
۹۱	قد انجينٰكم من عدوكم (۲۰/۸۰)	قد نجينٰكم من عدوكم
۹۲	ومن الشيٰطين من يغوصون له ويعملون عملا دون ذلك وكنا له حفظين (۲۱/۸۲)	ومن الشيطين من يغوص له ويعمل وكنا لهم حفظين ....
۹۳	اذن للذين يقٰتلون بانهم ظلموا۔ (۲۲/۳۹)	اذن للذين قاتلوا بانهم ظلموا۔
۹۴	سورة انزلنها وفرضنا ها (۲۴/۱)	سورة انزلنها وفرّضنا ها
۹۵	فى بيوت اذن الله ان ترفع ويذكر فيها اسمه يسبح له فيها بالغدو والاٰصال (۲۴/۳۶)	.... ويذكر فيها اسمه يسبحون له فيها رجال بالغدو والاٰصال۔
۹۶	لا تحسبن الذين كفروا معجزين فى الارض (۲۴/۵۷)	اَحْسِبَ الذين كفروا معجزين فى الارض

Marfat.com

نمبر شمار	مصحفِ عثمانی رضؓ میں	مصحف عبداللہ ابن مسعودؓ میں
۹۷	وزلزلوا حتی یقول الرسول والذین اٰمنوا۔ ر ۲/۲۱۴)	فزلزلوا یقول حقیقۃ الرسول والذین اٰمنوا۔
۹۸	ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ ۴/۴۰	ان اللہ لا یظلم مثقال نملۃٍ
۹۹	وھوالذی ارسل الریح بُشرًا ۲۵/۴۸	.... الریاح مبشراتٍ
۱۰۰	اَنسجد لما تأمرنا ر ۲۵/۶۰)	.... لما تامرنا بہ
۱۰۱	وجعل فیھا سِرٰجا ر ۲۵/۶۱)	.... فیھا سُرُجا۔
۱۰۲	ھب لنا من ازواجنا وذریٰتنا ۲۵/۷۴	.... ازواجنا وذرّیّتنا
۱۰۳	فمکث غیر بعید ر ۲۷/۲۲)	فیمکث غیر بعید
۱۰۴	تکلمھم ان الناس ر ۲۷/۸۲)	تکلمھم بان الناس
۱۰۵	الا یسجدوا للہ ر ۲۷/۲۵)	ھلا یسجدوا للہ
۱۰۶	قالوا سِحرٰان تَظٰھَرَا ر ۲۸/۴۸)	قالوا سِحْرٰان تظاھرا
۱۰۷	فَعَمِیَتْ علیھم الانباء ر ۲۸/۶۶)	وعُمِّیَتْ علیھم الانباء
۱۰۸	لولا اَنْ مَنَّ اللہ علینا لخسف بنا ر ۲۸/۸۲)	.... علینا لَاُنْخُسِفَ بنا۔
۱۰۹	وقال انما اتخذتم من دون اللہ اوثانا مودۃ بینکم فی الحیوۃ الدنیا ر ۲۹/۲۵	انما اتخذتم من دون اللہ اوثانا وتخلقون افکا انما مودۃ بینکم فی الحیوۃ الدنیا

Marfat.com

نمبر شمار	مصحفِ عثمانیؓ میں	مصحفِ عبداللہ ابن مسعودؓ میں
۱۱۰	لیکفروا بما اتینٰھم ج ولیتمتعوا (۲۹/۶۶)	لیکفروا بما اتاھم قل تمتعوا
۱۱۱	ھدی و رحمۃ للمحسنین (۳۱/۳)	ھدی و بشریٰ للمحسنین
۱۱۲	فلا تعلم نفس ما اخفی لھم (۳۲/۱۷)	فلا تعلمنّ نفس ما یخفی لھم
۱۱۳	لمّا صبروا۔ (۳۲/۲۴)	بما صبروا۔
۱۱۴	من یقنت منکن للہ ورسولہ وتعمل صالحا (۳۳/۳۱)	من تعمل منکم من الصٰلحٰت وتقنت للہ ورسولہ
۱۱۵	یرضین بما اتیتھن کلھن (۳۳/۵۱)	یرضین بما اوتین کلھن۔
۱۱۶	وَالعَنْھُمْ لعنا کبیرا۔ (۳۳/۶۸)	والعنھم لعنا کبیرا۔
۱۱۷	وھم فی الغرفٰت اٰمنون (۳۴/۳۷)	وھم فی الغرفۃ اٰمنون
۱۱۸	قل ان ربی یقذف بالحق علام الغیوب (۳۴/۴۸)	.... بالحق وھو علام الغیوب
۱۱۹	فی ظلٰل علی الارائک متکؤن (۳۶/۵۶)	فی ظُلَلٍ علی الارائک متکئین
۱۲۰	فی شغل فٰکھون (۳۶/۵۵)	.... فٰکِھِیْن
۱۲۱	سلٰمٌ علی اِلْ یاسین (۳۷/۱۳۰)	سلام علی ادراسین
۱۲۲	اللہَ رَبَّکُمْ وربَّ اٰبائکم الاولین (۳۷/۱۲۶)	رَبّکم اللہ ورب ابائکم الاولین

Marfat.com

نمبر شمار	مصحف عثمانؓی میں	مصحف عبداللہ ابن مسعودؓ میں
۱۲۳	ان یبدل دینکم اوان یظهر فی الارض الفساد (۴۰/۲۶)	ان یبدل دینکم ولیظهر فی الارض الفساد
۱۲۴	کذلك یطبع الله علی کل قلب متکبر جبار (۴۰/۳۵)	یطبع الله علی کل قلب ....
۱۲۵	تکاد السموٰت یتفطرن (۴۲/۵)	.... ینفطرن
۱۲۶	أشهدوا خلقهم (۴۳/۱۹)	ما شهدوا خلقهم
۱۲۷	فلولا القی علیه أسورة (۴۳/۵۳)	لولا القی علیه أساور
۱۲۸	وعنده علم الساعة (۴۳/۸۵)	وانه علیم للساعة
۱۲۹	ان وعد الله حق والساعة لاریب فیها (۴۵/۳۲)	ان وعد الله حق وان الساعة ... ...
۱۳۰	فهل ینظرون الا الساعة ان تاتیهم بغتة (۴۷/۱۸)	... ... الا الساعة تأتیهم بغتة
۱۳۱	فسیؤتیه اجرا عظیما (۴۸/۱۰)	فسیؤتیه الله اجرا عظیما
۱۳۲	ان اراد بکم ضرا او اراد بکم نفعا (۴۸/۱۱)	.........، او اراد بکم رحمة
۱۳۳	ان یبدلوا کلام الله (۴۸/۱۵)	ان تبدلوا کلم الله

Marfat.com

نمبر شمار	مصحف عثمانیؓ میں	مصحف عبداللہ ابن مسعودؓ میں
۱۳۴	لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقکم (۴۹/۱۳)	لتعارفوا وخیارکم عند اللہ اتقاکم
۱۳۵	خُشَّعًا ابصارھم (۵۴/۷)	خاشعةً ابصارھم
۱۳۶	فلا اقسم بِمَوٰقِعِ النجوم (۵۶/۷۵)	.... بِمَوْقِعِ النجوم
۱۳۷	وجاء فرعون ومن قبلَهٗ (۶۹/۹)	.... ومن قِبَلَهٗ
۱۳۸	فیعذبه اللہ العذاب الاکبر (۸۸/۲۴)	فانه یعذبه ....

مندرجہ بالا تفصیل سے آپ کو معلوم ہوگیا کہ ایک سو اڑتیس (۱۳۸) موقعوں پر حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قرآن ہمارے موجودہ قرآن سے مختلف تھا۔ اور ایک سو اڑتیس موقعے بھی اس لئے ہیں کہ ہم نے اختصاراً زبر زیر پیش اور واو فاء اور آؤ وغیرہ کے اختلافات کو نظر انداز کر دیا ہے ورنہ کل اختلافات کی تعداد ایک سو پچاس تک پہنچتی ہے۔

مصحف عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ

نمبر شمار	مصحف عثمانیؓ میں	مصحف عبداللہ ابن عباسؓ میں
۱	فلا جناح علیه ان یطوف بهما (۲/۱۵۸)	...... ان لا یطوف بهما

Marfat.com

نمبر شمار	مصحف عثمانیؓ میں	مصحف عبداللہ ابن عباسؓ میں
۲	لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم فاذا افضتم (۲/۱۹۸)	لا جناح علیکم ان تبتغوا فضلا من ربکم فی مواسم الحج فاذا افضتم
۳	انما ذلکم الشیطن یخوف اولیاءہ (۳/۱۷۵)	...... یخوفکم اولیاءہ
۴	اولئک لھم نصیب مما کسبوا (۲/۲۰۲)	...... مما اکتسبوا
۵	واتموا الحج والعمرۃ للہ (۲/۱۹۶)	واقیموا الحج والعمرۃ للبیت
۶	وشاورھم فی الامر (۳/۱۵۹)	وشاورھم فی بعض الامر
۷	وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی (۲۲/۵۲)	...... ولا نبی محدث
۸	یحسرۃ علی العباد (۳۶/۳۰)	یاحسرۃ العباد
۹	کانک حفی عنھا (۷/۱۸۷)	...... حفی بھا
۱۰	وان عزموا الطلاق (۲/۲۲۷)	وان عزموا السراح
۱۱	وما یعلم تاویلہ الا اللہ و الراسخون فی العلم یقولون امنا بہ (۳/۷)	وما یعلم تاویلہ ویقول الراسخون امنا بہ
	....	....
۱۲	فان امنوا بمثل ما امنتم بہ (۲/۱۳۷)	فان امنوا بالذی امنتم بہ بما امنتم بہ

Marfat.com

نمبر شمار	مصحفِ عثمانیؓ میں	مصحف عبداللہ ابن عباسؓ میں
۱۳	حافظوا علی الصلوات و الصلوٰۃ الوسطیٰ (۲/۲۳۸)	.... والصلوٰۃ الوسطیٰ وصلوٰۃ العصر
۱۴	فما استمتعتم بہ منھن فاٰتوھن اجورھن (۴/۲۴)	فما استمتعتم بہ منھن الیٰ اجل مسمی فاٰتوھن اجورھن
۱۵	طیّبٰت احلت لھم (۴/۱۶۰)	طیّبٰتٍ کانت احلت لھم
۱۶	اذا جاء نصر اللہ والفتح (۱۱۰/۱)	اذا جاء فتح اللہ والنصر

مصحف حضرت عبداللہ ابن الزبیر رضی اللہ عنہ

نمبر شمار	مصحف عثمانیؓ میں	مصحف عبداللہ ابن الزبیرؓ میں
۱	لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم (۲/۱۹۸)	لاجناح علیکم ان تبتغوا فضلا من ربکم فی مواسم الحج
۲	وکذلک نصرف الاٰیٰت ولیقولوا دَرَسْتَ (۶/۱۰۵)	.... ولیقولوا دَارَسْتَ
۳	فی جنّٰت یتسآءلون ○ عن المجرمین ○ ما سلککم فی سقر (۷۴/۴۰-۴۲)	فی جنت یتساءلون ○ یا فلان ما سلکک فی سقر۔ ... ...

ص۱ حاشیہ آئندہ صفحہ ۲۳۴ پر ملاحظہ کیجئے

Marfat.com

نمبر شمار	مصحف عثمانی رضہ میں	مصحف عبداللہ ابن عباس رضہ میں
۴	فیصبحوا علیٰ ما اسرّوا فی انفسھم نٰدمین ۔ (۵/۵۲)	فیصبح الفساق علی اسرو...
	....	....
۵	ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون ۔ (۳/۱۰۴)	ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ویستعینون باللہ علی ما اصابھم واولئک ھم المفلحون
۶	صراط الذین انعمت علیھم (۱/۷)	صراط من انعمت علیھم

مصحف عبداللہ ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ ابوبکر بن عیاش سے نقل کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے شعیب بن شعیب بن محمد بن عبداللہ ہمارے ہاں تشریف لائے میرے اور ان کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ یہ تھی ۔ انھوں نے فرمایا

حاشیہ ۲۳۲ یہی کچھ ابی ابن کعب رضہ کے مصحف کے حوالہ سے بھی پہلے گذر چکا ہے جس سے شیعوں کے متعہ نکاح کا ثبوت" روایات کی رو سے مرتب شدہ قرآن" سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے ۔ ۱۲ ۔ طلوع اسلام

Marfat.com

کیا میں تمہیں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رض کا مصحف دکھلاؤں چنانچہ انھوں نے مجھے وہ مصحف دکھایا تو اس میں بہت سے الفاظ ہمارے مصحف کے الفاظ سے مختلف تھے۔ ابوبکر بن عیاش کہتے ہیں کہ انھوں نے مجھے ایک سیاہ جھنڈا بھی دکھایا جو موٹے کپڑے کا بنا ہوا تھا۔ اس میں ایک دستہ اور دو گھنڈیاں بندھی ہوئی تھیں۔ انھوں نے بیان کیا کہ یہ جھنڈا رسول اللہ صلعم کا ہے جو حضرت عمرو بن العاص کے پاس تھا۔ امام ابن ابوداؤد کہتے ہیں کہ اس حدیث میں میرے والد (یعنی امام حدیث ابوداؤد صاحب سنن) نے محمد بن العلاء کے واسطے سے ابوبکر بن عیاش ہی سے یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ یہ مصحف خود ان کے دادا عبداللہ ابن عمرو ابن العاص رض کا لکھا ہوا تھا۔

مصحف حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا

نمبر شمار	مصحف عثمانی میں	مصحف عائشہ صدیقہ رض میں
١	حافظوا علے الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ (بقرہ ۲۳۸)	حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ وصلوٰۃ العصر ... ...

Marfat.com

نمبر شمار	مصحف عثمانیؓ میں	مصحف عائشہ صدیقہؓ میں
۲	ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یاایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما ۳۳/۵۶	ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبیؐ والذین یصلون الصفوف الاول۔ یاایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔
....	... ...	

مصحف حضرت حفصہؓ وام سلمہ امہات المومنین رضی اللہ عنہما

ان دونوں امہات المومنین کے مصاحف میں بھی آیت ۲/۲۳۸ میں صلوٰۃ العصر کا اضافہ موجود تھا۔

مصاحف تابعینؒ

آپ کو مبادا یہ خیال گذرے کہ صحابہ کے دور میں، جمع عثمانی سے پہلے ممکن ہے مختلف صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مصاحف میں اختلافات ہوں گے لیکن جمع عثمانی کے بعد وہ تمام اختلافات دور ہو گئے ہوں گے۔ یہ بات نہیں۔ ہمارے مجموعہ ہائے روایات میں ایسی روایتیں بھی موجود ہیں جو یہ بتاتی ہیں کہ قرن ثانی یعنی عہد تابعین تک میں یہ اختلافات موجود تھے۔ چنانچہ امام ابن ابی داؤد نے اپنی کتاب المصاحف میں عہد صحابہ کے بعد عہد تابعین کے ان مصاحف کا تذکرہ بھی کیا ہے

Marfat.com

جو ان روایات کے مطابق ہمارے موجودہ قرآن سے مختلف تھے۔ ہمیں افسوس ہے کہ ان تمام مصاحف کے اختلافات کو بالتفصیل بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ ہم صرف مختصراً ان تابعین کے اسماء گرامی کے تذکرہ پر یہاں اکتفا کرتے ہیں جن کے مصاحف مصحف عثمانی سے مختلف بیان کئے جاتے ہیں۔ امام ابن ابی داؤد نے اس سلسلہ میں مصحف عبید بن عمیر لیثی، مصحف عطاء ابن ابی رباح مصحف عکرمہ مولی ابن عباس، مصحف مجاہد بن جبیر مخزومی، مصحف سعید بن جبیر، مصحف اسود بن یزید نخعی، مصحف علقمہ ابن قیس نخعی، مصحف طلحہ ابن مصرف ایامی، مصحف سلیمان بن مہران اعمش کوفی رحمۃ اللہ علیہم کا تذکرہ فرمایا ہے۔

آج ہمارے پاس حجاج ابن یوسف کا اصلاح کردہ مصحف ہے

جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے حجاج ابن یوسف نے گیارہ مقامات پر حضرت عثمان کے قرآن میں تبدیلی کی اور ان روایتوں کے مطابق یہی تبدیل شدہ قرآن ہے جو آج امت کے پاس موجود ہے۔ بالفاظ دیگر جو قرآن آج امت کے پاس موجود ہے وہ نہ من وعن رسول اللہ صلعم کا دیا ہوا ہے نہ صحابہ کا مرتب کردہ بلکہ یہ وہ قرآن ہے جس

Marfat.com

ہیں حجاج ابن یوسف نے تبدیلیاں کر دی تھیں۔ عجم کی سازش اس سے کہنا یہ چاہتی ہے کہ قرآن کریم میں پہلی صدی کے آخر تک تبدیلیاں ہوتی رہیں اور یہی وہ زمانہ ہے جب احادیث کی تدوین شروع ہوئی تھی یعنی امام مسلم ابن شہاب زہری کا زمانہ۔ لہٰذا اس وقت تک قرآن وحدیث دونوں ہی غیر محفوظ شکل میں تھے۔ ہمارے پاس قرآن بھی ایک تابعی کا ہے اور احادیث بھی تابعین ہی کی جمع کردہ ہیں۔ لہٰذا دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر کوئی فرق ہے تو صرف اتنا ہی ہے کہ قرآن ایک ایسے تابعی کا ہے جو ظلم وستم اور فسق وفجور میں آج تک ضرب المثل ہے اور حدیث امام زہری کی ہے جو ائمہ حدیث کے نزدیک نہایت ہی متقی پرہیزگار اور خدا ترس آدمی تھے۔

قرآن کے اختلافات قرات اور لب ولہجہ کے اختلافات نہیں تھے

عہد صحابہ اور عہد تابعین میں قرآن کے اندر جو اختلافات تھے وہ قراتوں اور لب ولہجہ کے اختلافات نہیں تھے۔ عہد صحابہؓ کے اختلافات کو ہم نے بالتفصیل آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ اسی نمونہ کو سامنے رکھ کر تابعین کے اختلافات کو بھی قیاس کر لیجئے

Marfat.com

ان نقشوں میں ہم نے مصحف عثمانی اور دیگر مصاحف کے اختلافات کو پہلو بہ پہلو پیش کر کے بتا دیا ہے کہ یہ اختلافات قطعاً لب ولہجہ کے اختلافات نہیں تھے۔ بعض جگہ آیتیں کی آیتیں اور اکثر الفاظ کے الفاظ ایک دوسرے سے بدلے ہوئے یا کم وبیش ہیں۔ ان اختلافات کو کسی طرح بھی لب ولہجہ کا اختلاف نہیں کہا جاسکتا۔ لب ولہجہ کا اختلاف یہی ہو سکتا ہے کہ ایک شخص ایک لفظ کو کسی خاص ہیئت سے ادا کرتا ہے تو دوسرا شخص اسی لفظ کو دوسری ہیئت سے ادا کرتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ دونوں شخصوں کے وطن اور قبیلے مختلف ہوں۔ ایک ہی خاندان اور ایک ہی مقام کے دو شخصوں کے تلفظ اور طرز ادا میں قطعاً کوئی فرق نہیں ہوسکتا مگر ان اختلافات کی صورت یہ تھی کہ ایک ایک قبیلہ اور خاندان اور ایک ایک مقام کے لوگوں کے قرآن پڑھنے میں زبردست اختلافات موجود تھے۔ اسکے ثبوت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سنئے۔

یہ روایت کتاب المصاحف کے علاوہ خود صحیح بخاری میں بھی صفحہ ۲۴۷/ج ۲ پر موجود ہے۔ روایت کا لفظی ترجمہ درج ذیل ہے

"مسور ابن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن عبد قاری حضرت عمرؓ سے سنکر بیان کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے

Marfat.com

ہشام بن حکیم (ابن حزام) کو رسول اللہ صلعم کی زندگی میں سورۂ فرقان پڑھتے ہوئے سُنا۔ میں نے ان کا پڑھنا سُنا تو وہ بہت سارے ایسے الفاظ پڑھ رہے تھے جو مجھے رسول اللہ صلعم نے نہیں پڑھاتے تھے۔ قریب تھا کہ میں نماز ہی میں ان پر حملہ کر بیٹھوں مگر میں نے بمشکل صبر کیا۔ حتیٰ کہ انھوں نے سلام پھیرا تو میں نے انہی کی چادر میں انھیں کس لیا اور میں نے ان سے پوچھا کہ یہ سورت جو میں نے تمہیں پڑھتے ہوتے سنی ہے تمہیں کس نے پڑھائی۔ انھوں نے کہا کہ مجھے تو رسول اللہ صلعم نے پڑھائی ہے۔ میں نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلعم نے خود مجھے اس کے خلاف پڑھائی ہے جو تو پڑھ رہا تھا اور میں اس کو کھینچتا ہوا رسول اللہ صلعم کی طرف لے چلا اور میں نے رسول اللہ صلعم سے کہا کہ میں نے اس کو سورۂ فرقان کو ایسے الفاظ میں پڑھتے ہوتے سُنا ہے جو آپ نے مجھے نہیں پڑھاتے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا "انھیں چھوڑ تو دو۔ ہشام! پڑھو" چنانچہ ہشام نے اسی طرح رسول اللہ صلعم کے سامنے پڑھ دیا جیسا کہ میں نے پڑھتے ہوتے سنا تھا۔ اس پر رسول اللہ صلعم نے فرمایا "یونہی تو نازل ہوتی ہے" پھر فرمایا عمر! اب تم پڑھو۔ چنانچہ جس طرح حضورؐ نے مجھے پڑھائی تھی میں نے پڑھ کر سنائی تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا "یوں بھی نازل ہوتی ہے" اس کے بعد آپ نے

Marfat.com

فرمایا کہ یہ قرآن تو سات حرفوں پر نازل ہوا ہے لہٰذا جس
طرح آسان ہو پڑھ لیا کرو۔"

آپ کو حیرت ہو گی کہ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی قریشی ہیں اور مکہ کے رہنے والے ہیں اور ہشام ابن حکیم بھی قریشی اور مکی ہیں دونوں کی زبان ایک ہے دونوں کا لب و لہجہ ایک ہے۔ ایک خاندان اور ایک ہی مقام کے دونوں آدمی سورۂ فرقان کو اس قدر اختلاف کے ساتھ پڑھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ان پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ بمشکل نماز ختم ہونے تک صبر کرتے ہیں اور نماز کے بعد انہی کی چادر میں کس کر گھسیٹتے ہوئے رسول اللہ صلعم کے پاس لاتے ہیں۔ رسول اللہ صلعم دونوں سے وہ سورت سنتے ہیں۔ ہشام بن حکیم سے سنکر بھی کہتے ہیں کہ ہاں یوں ہی تو نازل ہوتی ہے اور پھر حضرت عمرؓ سے سن کر بھی فرماتے ہیں کہ ہاں یوں بھی نازل ہوتی ہے اور پھر ساتھ ہی یہ بھی کہ قرآن تو سات حرفوں پر نازل ہوا ہے جس طرح آسان ہوا کرے پڑھ لیا کرو۔ ان روایات کی بناء پر علامہ سیوطی تفسیر اتقان میں یہ لکھنے پر مجبور ہو گئے کہ:۔

بہت سے عوام جو یہ نقل کرتے ہیں کہ اس سے مراد سات

Marfat.com

قرآتیں ہیں یہ بہت ہی بُری جہالت ہے۔

اس پر اتقان کا محشی لکھتا ہے:۔

"اس حدیث سے ان لوگوں کے قول کی تقویت ہوتی ہو جو یہ کہتے ہیں کہ حروف سے مُراد، مرادف الفاظ کے ساتھ معنوں کا ادا کر دینا ہے خواہ وہ ایک ہی لُغت سے کیوں نہ ہو کیونکہ یہاں ہشام کا لغت قریش ہی کی زبان تو ہے اور ایسے ہی عمرؓ کا لغت بھی۔ اور اس کے باوجود دونوں کے پڑھنے میں اختلاف ہو رہا ہے۔ ابن عبد البرؒ نے ایسا ہی کہا ہو اور اکثر اہل علم سے یہی منقول ہے کہ سات حرفوں سے مُراد یہی ہو۔"

(عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۱)

ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ یہ اختلافات صرف لب و لہجہ اور قراءتوں کے اختلافات نہیں تھے بلکہ مرادف الفاظ کے ساتھ مطلب اور معنی ادا کر دینے کے اختلافات تھے۔ ہر شخص کو یہ آزادی حاصل تھی کہ وہ قرآن کے معنی اور مضمون کو اپنے الفاظ میں جس طرح چاہے بیان کر دے۔

قرآن بھی روایت بالمعنیٰ ہی

روایات پر ایک بہت بڑا اعتراض یہ بھی تھا کہ جو کچھ روایتوں میں بیان کیا جا رہا ہے، یہ حضور اکرمؐ کے الفاظ نہیں ہیں روایت بالمعنیٰ

Marfat.com

ہے۔ یعنی راوی رسول اللہؐ کے مطالب کو اپنے الفاظ میں بیان کرتا ہے۔ اس لئے معلوم نہیں آپؐ نے کیا فرمایا تھا اور سننے والے نے اپنے الفاظ میں اس کو کس طرح نقل کر دیا ہے۔ اس اعتراض سے بچنے کے لئے عجم کی سازش نے قرآن کریم کو بھی بالکل اسی سطح پر لاکر رکھ دیا ہے کہ حضورؐ کے زمانے میں ہر شخص کو یہ آزادی حاصل تھی کہ وہ قرآن کے معنی اور مضمون کو اپنے الفاظ میں جن مرادف الفاظ کے ساتھ چاہے بیان کر دے۔ مختصراً یہ کہ ان روایات کی رُو سے موجودہ قرآن حضور اکرم صلعم نے مرتب نہیں کیا تھا نہ اس کو لکھوایا تھا۔ صحابہؓ کے زمانے میں حضرت ابو بکرؓ نے، عمرؓ نے، عثمانؓ نے یا زید ابن ثابتؓ نے اسے لکھا اور مرتب کیا جس میں غلطیاں بھی رہ گئیں۔ حجاج ابن یوسف نے اپنے زمانے میں گیارہ مقامات پر اصلاح کی۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ جو قرآن آج ہمارے پاس موجود ہے وہ قرآن کے معنی اور مضمون کی وہ تعبیر ہے جو حضرت عثمانؓ نے اپنے الفاظ (یا دیگر صحابہ کے الفاظ) میں دی تھی اور حجاج ابن یوسف نے اس کی اصلاح کی تھی۔

ذرا اپنے دلوں کو ٹٹولئے

کتاب المصاحف ایک سو بچانوے صفحات پر پھیلی ہوئی ایک ضخیم کتاب

Marfat.com

ہے۔ پوری کتاب کو نقل کرنا ہمارے بس کی بات نہیں ہے جن حضرات کو شوق ہو وہ روایات کے اس مہتم بالشان خزانے کو خود ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ لیکن ہم اپنے ان ناظرین سے جن کے دل میں ایمان اور احترام قرآن کی ایک ننھی سی چنگاری بھی روشن ہو مندرجہ بالا اقتباسات کو پیش کرنے کے بعد صرف اتنا سوال کرنا چاہتے ہیں کہ وہ ذرا اپنے دلوں کا جائزہ لے کر اتنا بتائیں کہ ان اقتباسات کو پڑھنے کے بعد قرآن کریم کے متعلق ان کے دلوں میں کیا تصور پیدا ہوتا ہے۔ کیا ایسی کتاب جس کے متعلق آپ نے یہ کچھ پڑھا ہے خدا کی کتاب کہلانے کی مستحق ہو سکتی ہے اور کیا اس کے متعلق یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ اس کا ایک ایک لفظ خدا کی طرف سے ہے اور وہ آج تک محفوظ ہی اور یہ وہی کتاب ہے جو خدا کی طرف سے نازل ہوئی۔ اور جسے رسول اللہ صلعم نے خدا کی طرف سے امتِ محمدیہ کو دیا تھا۔

سوچیے، ذرا ٹھنڈے دل سے سوچیے اور بتلائیے کہ آخر اس کتاب اور تورات و انجیل میں کیا فرق باقی رہ جاتا ہے۔

تورات، انجیل اور دیگر مذاہب کی مبینہ آسمانی کتابوں کے خلاف آپ سب سے بڑا اعتراض یہی وارد کرتے ہیں (اور اسی کی بنا پر آپ انھیں غیر یقینی قرار دیتے ہیں) کہ ان کے متعلق یقینی طور

Marfat.com

پر نہیں کہا جا سکتا کہ وہ حرفاً حرفاً وہی ہیں جو ان مذاہب کے پیغمبروں نے اپنی امت کو دی تھیں۔ آپ نے دیکھ لیا کہ ان روایات نے کس طرح قرآن کو بھی اسی سطح پر لا کر کھڑا کر دیا ہے جہاں دیگر مذاہب کی کتابیں تھیں؟ دیکھ لیجئے کہ عجم کی یہ سازش کس طرح کامیاب ہوئی؟ چنانچہ آج غیر مسلم مستشرقین انہی روایات کو سامنے لاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کی روشنی میں بتائیے کہ تم قرآن کی حفاظت کا دعویٰ کس طرح ثابت کر سکتے ہو؟ آپ کو معلوم ہے کہ یہی "کتاب المصاحف" جس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے، شائع کس طرح سے ہوئی ہے؟ ایک فاضل مستشرق ہے۔ Arthur Jeffery اس نے کیا یہ ہے کہ قرآن کے متعلق جس قدر اختلافات ہماری کتب روایات میں پائے جاتے ہیں ان سب کو ایک جگہ جمع کر کے شائع کر دیا ہے۔ کتاب کا نام[1] Material For The History Of The Text Of The Quran. ہے

اس کے ساتھ ہی اس نے اس خیال سے کہ مبادا یہ نہ کہہ دیا جائے کہ ایک غیر مسلم (عیسائی) نے معاندانہ طور پر "غیر مستند چیزوں" کو جمع

---

[1] یہ کتاب E.J. Brill پبلشرز لیڈن سے مل سکتی ہے۔

Marfat.com

کر دیا ہے، امام ابن ابی داؤد کی "کتاب المصاحف" کو من وعن شائع کر دیا ہے جس میں وہ تمام احادیث موجود ہیں جو ان اختلافات کی سند ہیں اور اس طرح ساری دنیا پر ظاہر کر دیا کہ یہ ہے اس کتاب کی حقیقت جس کے متعلق مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ نے لے رکھی ہے۔

یہ ہیں عجم کی وہ سازشیں جن کی بنا پر اس نے خود قرآن ہی کے متعلق یہ خیال عام کر دیا کہ یہ کونسی محفوظ کتاب ہے؟ انہی سازشوں کا اثر ہے کہ آج جب یہ کہا جاتا ہے کہ اگر احادیث دین کا غیر متبدل جزو تھیں تو رسول اللہ کو چاہیے تھا کہ انھیں بھی قرآن کی طرح محفوظ شکل میں امت کو دے کر جاتے، تو مُلّا کی طرف سے جواب یہ دیا جاتا ہے کہ (معاذ اللہ معاذ اللہ) قرآن کونسا محفوظ تھا جو تم احادیث کے خلاف ایسا اعتراض وارد کرتے ہو؟ توبہ! توبہ! پناہ بخدا۔ آج مسلمان کی حالت یہ ہو چکی ہے کہ وہ خود قرآن ہی کے متعلق اعلان کرتا ہے کہ وہ بھی محفوظ شکل میں اُمت کو نہیں ملا تھا ع

چیست یارانِ طریقت بعد ازیں تدبیر ما؟

غور فرمایا آپ نے کہ عجم کی محولہ بالا سازش کس قدر گہری تھی

Marfat.com

اور اس کا اثر کس قدر دور رس ہے! اسی کا نتیجہ ہے کہ وہ مُلّا جو ان روایات کا پاسبان اور اس طرح عجم کی سازش کو برقرار رکھنے کا ذمہ دار ہے حاملِ دینِ متین اور محافظِ شرعِ مبین قرار پا رہا ہے اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ خدا سے ڈرو اور اس قسم کی اسلام سوز باتیں رسول اللہؐ کی طرف تو نہ منسوب کرو، اسے ملحد، بے دین، مرتد اور نہ جانے کیا کیا کچھ ٹھہرا دیا جاتا ہے؟ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ آج نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ آج غیر مسلموں کی طرف سے نہیں بلکہ خود مسلمانوں (اور مسلمانوں میں سے بھی ان کے دین کے محافظ "علماء کرام") کی طرف سے یہ مطالبہ ہو رہا ہے کہ ہم ثابت کریں کہ قرآن واقعی محفوظ کتاب ہے! اور یہ مطالبہ اس طرح سے کیا جاتا ہے، گویا ان کا قرآن سے کوئی رشتہ یا تعلق نہیں۔ قرآن کا رشتہ صرف طلوعِ اسلام سے ہے۔ اس لئے اس کی ذمہ داری طلوعِ اسلام پر ہے کہ وہ ثابت کرے کہ قرآن محفوظ کتاب ہے اور ملا یہ ثابت کرے گا کہ قرآن محفوظ کتاب نہیں!! جب حالت یہاں تک پہنچ جائے تو آپ ہی بتائیے کہ

آیاتِ الٰہی کا نگہبان کدھر جائے؟

بایں ہمہ اگر یہ ہمارا ذمہ ہے کہ ہم ثابت کریں کہ قرآن اللہ کی

Marfat.com

محفوظ کتاب ہے تو ہم اس ذمہ داری سے ہچکچاتے نہیں بسر وچشم اپنے سر لیتے ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

ہمارا ایمان

لیکن مشکل یہ ہے کہ ہم جو کچھ ثابت خود قرآن سے ثابت کریں گے۔ اس پر اگر مُلّا نے کہدیا کہ ہم قرآن کی شہادت تسلیم ہی نہیں کرتے تو اس کا کیا جواب ہوگا؟ لیکن ہمارا یقین ہے کہ دین کے معاملے میں اس حد تک صرف مُلّا ہی جاسکتا ہے عام مسلمان جن کے دل میں خدا اور قرآن کی کچھ بھی عظمت ہے کبھی ایسا کہنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ اس لئے ہمارا مخاطب عجم کی سازشوں کا علمبردار مُلّا نہیں بلکہ متلاشی حق مسلمان ہے۔ آیئے ہم دیکھیں کہ قرآن کریم نے اس یقین کو پیدا کرنے کے لئے کہ رسول اللہ صلعم نے قرآن کو مکتوب اور محفوظ شکل میں امت کو دیا تھا کیا کچھ کہا ہے۔

غیر مکتوب چیز یقینی نہیں ہوسکتی

یہ ایک حقیقت ہے کہ علم کی دنیا میں یقینی شئے اسی کو کہا جاسکتا ہے جو سپرد کتابت میں آجائے۔ چنانچہ خود عربوں کے ہاں یہ ضرب المثل موجود ہے "العلم صید والکتابۃ قید" (علم ایک وحشی شکار کی طرح ہے اس کو لکھ کر ہی محفوظ کیا جاسکتا ہے

Marfat.com

لہذا سب سے پہلے ہمارے سامنے یہ سوال آتا ہے کہ رسول اللہؐ نے قرآن کو لکھی ہوئی شکل میں اُمت کو دیا تھا یا نہیں۔

کتابت قرآن کی نگاہ میں

قرآن نے لکھنے پڑھنے پر کتنا زور دیا ہے یہ محتاج بیان نہیں حضورؐ پر جو سب سے پہلے وحی آتی ہے اس میں آپ کو خطاب کرکے فرمایا گیا ہے۔

اقرأ وربك الاكرم ٥ الذى علم بالقلم ٥

علم الانسان مالم يعلم ٥ ($\frac{96}{5-3}$)

اے پیغمبر! پڑھ۔ تیرا پروردگار نہایت کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا (اور اس طرح) انسان کو وہ کچھ سکھا دیا جو وہ نہیں جانتا تھا

دوسری جگہ

نٓ والقلم وما يسطرون ٥ ($\frac{68}{1}$)

نٓ۔ ہم شہادت پیش کرتے ہیں قلم کی اور اس کی جو کچھ وہ لکھتے ہیں

فرما کر کتابت وتحریر کی اہمیت کو واضح کر دیا۔ قرآن نے بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے معاملہ میں بھی لکھ لینے کو ضروری قرار دیا ہے کیونکہ جو بات لکھی ہوئی نہ ہو بلکہ محض لوگوں کی زبانی نقل درنقل

Marfat.com

ہوتی آرہی ہو وہ نہ خدا کے نزدیک صحیح تر ہے نہ شہادت کے لئے استوار تر بلکہ محل شک و شبہ بن جاتی ہے۔ چنانچہ حکم ہے۔

یاایھا الذین اٰمنوا اذا تداینتم بدین الیٰ اجل مسمّی فاکتبوہ ـــــ ولا تسئموا ان تکتبوہ صغیرا اوکبیرا الیٰ اجلہ ط ذٰلکم اقسط عند اللہ واقوم للشہادۃ وادنیٰ ان لا ترتابوا۔ (۲/۲۸۲)

اے پیروان دعوتِ ایمانی! جب کبھی آپس میں قرض کا لین دین کسی وقت مقررہ تک کرو تو اس کو لکھ لیا کرو ـــــــــــ
معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو اس کو اس کی میعاد تک لکھ لینے میں سستی نہ کیا کرو۔ کیونکہ لکھ لینا ہی اللہ کے نزدیک صحت کی بڑی ضمانت اور گواہی کے لئے بڑی استواری کا باعث اور شکوک و شبہات سے بالاتر ہے۔

ظاہر ہے کہ قرض کا لین دین محض ایک باہمی معاملہ کی بات ہے۔ اس کے برخلاف قرآن کا معاملہ بالکل دین کا بلکہ دین کی بنیاد کا معاملہ ہے۔ اگر چھوٹا یا بڑا قرضہ دستاویز نہ لکھنے کی وجہ سے خدا کے نزدیک صحت سے دور، شہادت کے لئے نا استوار اور محل شبہ قرار پا سکتا ہے تو قرآن کا نہ لکھا جانا اور محض زبانی نقل پر اکتفا کر لینا کیسے جائز ہو سکتا تھا۔ چنانچہ رسول اللہ صلعم کو پہلی ہی وحی میں قراءت اور

Marfat.com

اور قلم کی طرف متوجہ کر دیا گیا کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منصب رسالت پر فائز ہونے تک لکھنے پڑھنے سے ناآشنا تھے حق تعالیٰ کی طرف سے اس رہنمائی کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ شبہ کرنا بھی بہت بڑی جسارت ہے کہ آپ نے حق تعالیٰ کی اس رہنمائی سے خود فائدہ نہیں اٹھایا ہوگا اس رہنمائی کے بعد یقیناً آپ نے لکھنا پڑھنا سیکھا ہوگا۔ بہرحال اتنی بات تو یقینی ہے کہ منصب رسالت پر فائز ہو جانے کے بعد آپ امی نہیں رہے تھے آپ لکھ پڑھ سکتے تھے۔ چنانچہ سورۃ عنکبوت میں ہے:۔

وما کنت تتلوا من قبلہ من کتب ولا تخطہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون ۰ (۲۹/۴۸)

اور اے پیغمبر! تم قرآن کے نازل ہونے سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھ سکتے تھے اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے کچھ لکھ سکتے تھے (اگر ایسا ہوتا) پھر تو باطل پرست لوگ ضرور شبہ کر سکتے تھے۔

یہاں قرآن کریم نے کتابیں پڑھ سکنے اور اپنے ہاتھ سے لکھ سکنے کی نفی صرف نزول قرآن سے پہلے زمانہ کے لئے کی ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ نزول قرآن کے بعد آپ بخوبی لکھ پڑھ سکتے تھے۔ ورنہ "من قبلہ" کے لفظ سے کوئی فائدہ نہیں۔ یہ لفظ بالکل بے کار

Marfat.com

ہو جاتا ہے اس صورت میں ماکنت تتلوا من کتٰب ولا تخطہ بیمینک کافی تھا۔ معلوم نہیں یہ خیال کہاں سے پیدا کر لیا گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخر عمر تک لکھنے پڑھنے سے ناآشنا رہے۔ حیرت ہے کہ حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ عبرانی زبان سیکھنا چاہیں تو ہفتہ بھر میں عبرانی جیسی ایک غیر زبان سیکھ کر عبرانی زبان میں خطوط لکھنے پڑھنے کے قابل ہو سکتے ہوں مگر محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا ذہین شخص جس کی ذہانت یقیناً حضرت زیدؓ سے بڑھ کر تھی اس کے متعلق یہ خیال کر لیا جائے کہ وہ تا دم وفات اَن پڑھ ہی رہا۔

قرآن کی اس واضح شہادت کے بعد ہم اس غلط خیال کے لئے کوئی وجہ جواز نہیں دیکھتے قرآن اتنا ہی نہیں کہتا بلکہ وہ یہاں تک کہتا ہے کہ وحی نازل ہونے کے بعد اول آپ اس کو خود قلم بند فرما لیا کرتے تھے اور اس کے بعد دوسرے صحابہ کو لکھوا دیا کرتے تھے اور ایسا عموماً بالالتزام ہوتا رہتا تھا۔ ملاحظہ ہو:

وقالوا اساطیر الاولین اکتتبہا فھی تمْلیٰ علیہ بکرۃ واصیلا۔ (۲۵/۵)

مشرکین کہتے ہیں (قرآن اس کے سوا کیا ہے کہ) پچھلے لوگوں کی

Marfat.com

کہانیاں ہیں جو اس (محمدؐ) نے خود لکھ لی ہیں اور وہی اسکے سامنے
صبح وشام لکھوائی جاتی رہتی ہیں۔

اِکۡتَتَبَ کے معنی ہیں کہ انسان خود لکھے بلکہ یہ بھی کہ کوئی دوسرا
بول رہا ہو اور یہ خود لکھ رہا ہو۔

واکتتب الکتاب خطه واستملاہ (محیط المحیط ص۱۷۸۵ ج ۲)

اور اکتتب الکتاب کے معنی یہ ہیں کہ اس نے کتاب کو خود لکھا
اور دوسرے سے املاء کرانے کی خواہش کی

املاء کے معنی Dictate کرانے کے ہیں یعنی ایک بولتا جائے اور دوسرا لکھتا جائے۔ تملی علیه سے پہلے اکتتب کے معنی بجز اس کے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتے کہ پہلے آپ خود لکھ لیتے تھے۔ پھر تملی علیه پر ایک فاء آرہی ہے جو تعقیب کے لئے آتی ہے لہٰذا دونوں فعلوں کا ایک زمانہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اس کو عطف تفسیری قرار دے دیا جائے۔ لہٰذا اس کے معنی صاف یہ ہیں کہ وحی رسول اللہؐ پہلے خود لکھ لیا کرتے تھے۔ اور اسکے بعد صحابہ کو لکھا دیا کرتے تھے۔ یہ بھی واضح ہے کہ یہ آیت مکی ہے جس سے معلوم ہوتا ہو کہ آپ کی مکہ ہی میں یہ عادت شریفہ تھی کہ وحی نازل ہونے کے بعد پہلے خود قلم بند فرما لیا کرتے تھے پھر دوسرے صحابہؓ کو لکھوا دیا کرتے تھے اور یہ سلسلہ التزاماً جاری رہتا تھا۔

Marfat.com

لفظ کتاب کی لغوی تحقیق

قرآن کریم نے جا بجا اپنے آپ کو کتاب کہا ہے چنانچہ سورۃ فاتحہ کے بعد قرآن شروع ہی ان الفاظ سے ہوتا ہے :

الۤمّۤ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۝ (۲/۱-۲)

الم ۔ یہ الکتاب ہے جس میں شک کی گنجائش ہی نہیں ۔

ہمیں سب سے پہلے اس پر غور کرنا چاہئے کہ کتاب کہتے کسے ہیں ۔ کتاب کی لغوی تحقیق حسب بیان علماء لغت یہ ہے کہ کتاب دراصل اس لوہے کے چھلّے کو کہتے ہیں جو تحفظ نسل کے لئے اونٹنیوں کی شرمگاہوں پر ڈال دیا جاتا تھا کہ وہ ہر قسم کے اونٹ سے حاملہ نہ ہوسکیں پھر اس کے بعد اونٹنی کے نتھنوں کو ملا کر ان میں ایسا ہی چھلّہ پہنا دیا جاتا تھا تاکہ وہ اپنے بچہ کو نہ سونگھ سکے اور اس طرح اپنے بچّہ کو دودھ نہ پلا دے ۔ پھر اس کے بعد چند چیزوں کو ملا کر چھلّہ ڈال دینے کے معنی میں استعمال ہونے لگا ۔ چونکہ کتاب میں بھی اس کے اوراق کو ملا کر چھلا ڈالا جاتا تھا (یا جیسا کہ آجکل چھلّے کے بجائے دھاگا ڈال دیا جاتا ہے) اس لئے کتاب عرفی پر بھی اس کا اطلاق کیا جانے لگا ۔ اس کے بعد اس میں مزید وسعتیں ہوتی چلی گئیں (ملاحظہ ہو محیط المحیط صفحہ ۱۷۸۹ ج ۲) اور دیگر مبسوط لغات عربی)

Marfat.com

بہر حال اس تحقیق سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ کتاب کے مفہوم میں چند چیزوں کو ملا کر مجتمع کر دینا ضروری ہے۔ لہٰذا کتاب کا اطلاق اصل لغت کے لحاظ سے اسی مجموعۂ اوراق پر کیا جا سکے گا جس کی شیرازہ بندی کسی کپڑے یا دھاگے سے کر دی گئی ہو۔ قرآن کریم اپنے آپ کو ایک دو جگہ نہیں سینکڑوں جگہ "کتاب" کے لفظ سے یاد کرتا ہے کہیں صرف کتاب کہتا ہے ملاحظہ ہو:-

۲/۲-۷۸-۷۹-۱۰۱-۱۵۱-۲۳۱   ۳/۷-۲۳-۱۶۴   ۴/۱۱۳-۱۲۷-۱۳۶-۱۴۰   ۶/۹۲

۷/۲-۱۹۶   ۱۴/۱   ۱۵/۱   ۱۶/۶۴   ۲۱/۲۰   ۲۸/۸۶   ۲۹/۴۷-۵۱   ۳۹/۱   ۴۰/۱   ۴۵/۲   ۴۶/۲-۱۲   ۶۲/۲

کہیں اپنے آپ کو کتٰب مبین کہتا ہے۔ ملاحظہ ہو ۵/۱۵   ۱۲/۱   ۲۶/۱   ۲۷/۱

۳۶/۶۹   ۳۸/۲   ۴۳/۲   ۴۴/۲

کہیں اپنے آپ کو الکتٰب بالحق کہتا ہے۔ دیکھئے ۲/۱۷۶   ۳/۳   ۴/۱۰۵

۱۳/۱   ۱۶/۳۲

کہیں الکتاب مفصلا کہتا ہے۔ دیکھئے ۶/۱۱۴

کہیں کتاب انزلنٰہ مبارکٌ کہتا ہے۔ دیکھئے ۶/۱۵۵   ۳۸/۲۹

کہیں الکتٰب الحکیم کہتا ہے۔ دیکھئے۔ ۱۰/۱   ۳۱/۱-۲

کہیں الکتٰب لا ریب فیہ کہتا ہے۔ دیکھئے ۲/۲   ۱۰/۳۷   ۳۲/۲

Marfat.com

کہیں کتٰب احکمت اٰیتُہٗ کہتا ہے۔ دیکھئے ۱۱/۱ - ۴۱/۲
کہیں کتٰب عزیز کہتا ہے۔ دیکھئے ۴۱/۴۱
کہیں نزلنا علیک الکتٰب تبیانا لکل شئی کہتا ہے۔ دیکھئے ۱۶/۸۹
کہیں احسن الحدیث کتابا متشابہا مثانی کہتا ہے۔ دیکھئے ۳۹/۲۳

غرضکہ مختلف عنوانوں اور مختلف صفات کے ساتھ وہ اپنے آپ کو کتاب کہتا ہے۔ ان مختلف عنوانات وصفات سے بحث کرنے کے لئے اس وقت نہ گنجائش ہے اور نہ ہی ضرورت۔ آپ صرف اس وقت اتنا دیکھئے کہ قرآن اپنے کو کتاب کہتا ہے۔ (کتاب کا صحیح مفہوم اپنے ذہن میں رکھئے) جس میں شیرازہ بندی کا مفہوم داخل ہے لہذا یقیناً نزول قرآن ہی کے وقت سے قرآن کریم ایسی صورت اختیار کرتا جارہا تھا جس پر کتاب کا لفظ صادق آسکے۔

پھر وہ اپنے آپ کو ایک ایسی کتاب کہتا ہے جس میں شک اور شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور ہم آپ کو پہلے بتا چکے ہیں کہ قرآن کی نگاہ میں اگر کوئی چیز لکھی ہوتی نہ ہو چاہے وہ چھوٹی ہو یا بڑی، تو خدا کے نزدیک نہ وہ صحیح تر ہے نہ شہادت کے لئے استوار تر ہے اور نہ ہی شک وشبہ سے بعید تر۔ ظاہر ہے کہ جب قرآن اپنے لئے یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ اس میں شکوک وشبہات کی کوئی گنجائش

Marfat.com

ہی نہیں ہے اور خود ہی یہ اصول بھی بیان کیا ہے کہ شبہ سے بالاتر وہی چیز ہو سکتی ہے جسے لکھ لیا جائے تو لامحالہ اسے خود اپنے اصول کے مطابق کہیں لکھا ہوا ہونا چاہئے۔ نہ صرف منتشر اوراق پر لکھا ہوا بلکہ مجموعی (شیرازہ بند) اوراق پر، تاکہ اس کو کتاب کہنا صحیح ہو۔

قرآن اور کتاب اس مجموعہ کا نام ہے جس میں بہت سی سورتیں ہیں

قرآن اپنی حقانیت پر استدلال کرتے ہوئے دنیا کی تمام قوموں کو تحدی (چیلنج) کرتا ہے اور کہتا ہے:۔

ام یقولون افترٰیہ ط قل فاتوا بسورۃ مثلہ (۱/۳۸)

کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ محمدؐ نے قرآن کو جھوٹ بنالیا ہے۔

ان سے کہدو قرآن کی طرح کوئی سورت بنالاؤ۔

دوسری جگہ وہی تحدی (چیلنج) اس صورت میں پیش کرتا ہے:

ام یقولون افترٰیہ ط قل فأتوا بعشر سور مثلہ مفتریات (۱۲/۱۴)

کیا وہ کہتے ہیں کہ محمدؐ نے قرآن کو جھوٹ بنالیا ہے۔ ان سے کہدو کہ تم ذرا اس جیسی گھڑی ہوئی دس سورتیں بناکر دکھادو۔

Marfat.com

تیسری جگہ اسی تحدی کو اس صورت میں پیش کرتا ہے۔

قل لئن اجتمعت الانس والجن ان یأتوا بمثل
هذا القرآن لا یأتون بمثله ولو کان بعضهم
لبعض ظهیرا ٥ ...... (۱۷/۸۸)

اے پیغمبر! کہدو کہ اگر سارے انسان اور جن (شہری اور بدوی لوگ) بھی اس پر اکٹھے ہو کر کوشش کریں کہ اس قرآن جیسا ایک دوسرا قرآن بنا لائیں تو اس جیسا قرآن بنا کر نہیں لا سکتے۔ اگرچہ وہ سارے ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔

ان تینوں آیتوں کو سامنے رکھ کر سوچئے اور غور کیجئے کہ کہیں وہ یہ چیلنج کرتا ہے کہ قرآن جیسی ایک ہی سورت بنا لاؤ۔ کہیں کہتا ہے کہ دس سورتیں بنا لاؤ، کہیں کہتا ہے کہ اس جیسا قرآن بنا لاؤ۔ ان تمام آیتوں کو سامنے رکھنے سے قرآن کے متعلق ذہن انسانی میں جو تصور پیدا ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ قرآن ایک ایسی کتاب کا نام ہے جس میں بہت سی سورتیں ہیں کہ کبھی اس پورے قرآن جیسا قرآن بنانے کا چیلنج کیا جاتا ہے اور کبھی اس جیسی صرف دس سورتوں کا اور کبھی صرف ایک ہی سورت کا۔

قرآن لکھا جاتا تھا اور دیکھکر اسکی تلاوت کیجاتی تھی مگر اس کے

باوجود جب کفار و مشرکین اپنے اسی عناد پر قائم رہتے ہیں تو قرآن کریم بطور استعجاب سوال کرتا ہے۔

ام عندهم الغيب فهم يكتبون .... (۶۸/۴۷)

کیا ان کے پاس بھی علم غیب ہے جسے وہ لکھ لیتے ہوں؟

اور ام لكم كتب فيه تدرسون .... (۶۸/۳۷)

کیا تمہارے پاس کوئی دوسری کتاب ہے جس میں دیکھ کر تم پڑھتے ہو؟

یہ سوالات قرآن کے انکار پر کئے جا رہے ہیں جس کا مطلب یہی ہے کہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے جو وحی ہونے کے بعد فوراً لکھ لی جاتی ہے اور محمد رسول اللہ والذین معہ اس کو دیکھ دیکھ کر پڑھتے اور تلاوت کرتے رہتے ہیں۔ اے کفار و مشرکین! کیا تمہارے پاس بھی کوئی ایسی کتاب ہے جو عالم غیب سے بطور وحی کے آتی ہو اور اسی طرح فوراً لکھ لی جاتی ہو نیز تم لوگ بھی اس کتاب کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے صحابہ کی طرح دیکھ دیکھ کر پڑھتے ہو؟ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم وحی کے بعد فوراً لکھ لیا جاتا تھا اور حضور اکرم صلعم اور تمام صحابہ اس کتاب کو دیکھ دیکھ کر اس کی تلاوت کیا کرتے تھے۔

اوپر آپ دیکھ چکے ہیں کہ قرآن اس مجموعۂ کتاب کا نام تھا

Marfat.com

جس میں بہت سی سورتیں تھیں۔ یہاں آپ نے دیکھا کہ وہ وحی کے فوراً بعد لکھ لیا جاتا تھا اور اس کو دیکھ دیکھ کر اس کی تلاوت کی جایا کرتی تھی۔ لامحالہ اس کتاب میں یہ تمام سورتیں آگے پیچھے کسی خاص ترتیب ہی سے لکھی ہوئی ہوں گی۔ کیونکہ مختلف سورتوں کو یوں لکھ لینے کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا کہ کوئی سورت کسی سورت سے نہ آگے ہو نہ پیچھے۔ یہاں سے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ قرآن کریم کی ایک خاص ترتیب بھی تھی اور وہ ترتیب نزول قرآن کے ساتھ ساتھ ہی قائم ہوتی جا رہی تھی۔

قرآن کریم ایک محفوظ کتاب میں لکھا ہوا موجود تھا

اس کے بعد قرآن کریم ہمیں نہایت زوردار الفاظ کے ساتھ بتاتا ہے کہ وہ ایک بہت ہی محفوظ کتاب میں لکھا جا رہا ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

فلا اقسم بمواقع النجوم ○ وانہ لقسم لو تعلمون عظیم ○ انہ لقرآن کریم ○ فی کتاب مکنون ○ لا یمسہ الا المطھرون ○ تنزیل من رب العلمین ○ (۵۶/۷۵-۸۰)

ستاروں کے مواقع اس حقیقت پر شاہد ہیں۔ اور اگر تم سمجھو تو یہ

Marfat.com

شہادت ایک بہت بڑی شہادت ہے کہ یقیناً یہ قرآن بڑی
تعظیم وتکریم کا مستحق ہے جو ایک محفوظ کتاب میں لکھا ہوا ہے
جسے ان لوگوں کے سوا جو پاک وصاف ہوں کوئی نہیں چھوتا،
یہ کتاب تمام جہانوں کے پروردگار کی طرف سے اتاری گئی ہے۔

ملاحظہ فرمائیے کہ کس قدر تاکید اور شہادتوں کے ساتھ قرآن کریم اپنے متعلق یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ وہ ایک محفوظ کتاب میں لکھا ہوا ہے جسے وہی لوگ ہاتھ لگاتے ہیں جو ہر طرح پاک وصاف ہوتے ہیں۔ اس کتاب کے محفوظ ہونے کی سب سے بڑی ضمانت یہ ہے کہ وہ خود رسول اللہ صلعم کی اپنی حفاظت میں رہتی ہے جس پر خدا، اس کے فرشتوں اور اس کے بندوں تک کو پورا پورا اعتماد ہے۔ خداوند تعالیٰ نے اس عظیم الشان حقیقت کو کتنی زبردست تاکیدوں اور شہادتوں کے ساتھ بیان کیا ہے۔ قرآن کا یہ خاص اسلوب ہے کہ وہ عالم انفس پر آفاقی قوانین سے استشہاد کرتا ہے۔ یہاں چونکہ قرآن کو یہ بیان کرنا ہے کہ قرآن کریم ایک محفوظ کتاب میں لکھا ہوا ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری حق تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے اس کے استشہاد میں وہ آفاقی حقائق کو شہادت میں پیش کرتا ہے کہ دیکھو ان ستاروں کے وجود پر غور کرو۔ جو جگہ جس ستارے

Marfat.com

کے لئے مقرر کردی گئی ہے وہ ایک انچ بھی اپنے مقام سے نہیں ہٹتا حتیٰ کہ تم دریائی اور صحرائی سفر میں ان ستاروں ہی سے راستے معلوم کرتے ہو۔ ان ستاروں کی ایسی حفاظت کون کر رہا ہے؟ ظاہر ہے کہ خدا ہی کر رہا ہے۔ اب تم خود دیکھ لو کہ جس چیز کی حفاظت خدا اپنے ذمہ لے لیتا ہے وہ کتنی محفوظ رہتی ہے۔ لہٰذا یہ کتاب جس کی ذمہ داری بھی خدا نے لے لی ہے کس قدر محفوظ رہنی چاہیئے۔ مگر ہمارے مفسرین نے ان ساری شہادتوں اور تاکیدوں کو بے کار کر دیا۔ ان کی سمجھ ہی میں نہیں آیا کہ مواقع النجوم کو شہادت میں پیش کرنے سے کیا مطلب ہے اور قرآن کیا کہنا چاہتا ہے، مُلّا کی عادت ہے کہ جو بات اس کی سمجھ میں نہ آئے اسے وہ نہایت آسانی کے ساتھ دوسرے جہان پر چسپاں کر کے چھٹی حاصل کر لیتا ہے چنانچہ یہاں بھی مفسرین نے کہدیا کہ یہ اس دنیا جہان کی بات ہی نہیں یہ تو دوسرے جہان کی بات ہے۔ کتاب مکنون سے مراد لوح محفوظ ہے اور مطہرون سے مراد فرشتے ہیں۔ چلئے چھٹی ہو گئی۔ آیات کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن کریم لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے جسے فرشتے ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں مگر دوسری طرف یہی مفسرین جب یہ حکم لگاتے ہیں کہ قرآن پاک کو جنابت اور حدیث کی حالت میں چھونا جائز نہیں ہے قرآن کو وضو

Marfat.com

کر کے پاک صاف ہو کر ہاتھ لگانا چاہتے تو پھر اسی مطہروں سے مراد فرشتوں کے بجائے انسان ہو جاتے ہیں۔

قرآن کریم رق منشور میں لکھا ہوا ہے

دوسری جگہ قرآن کریم ہمیں یہ بھی بتاتا ہے کہ وہ محفوظ کتاب جس کا اوپر ذکر آچکا ہے کس چیز پر لکھی ہوتی ہے پتھر کے ٹکڑوں پر لکھی ہوتی ہے، کھجور کے پتوں پر لکھی ہوتی ہے، ہڈی کے ٹکڑوں پر لکھی ہوتی ہے، یا کسی کاغذ پر لکھی ہوتی ہے۔ آخر کس چیز پر لکھی ہوتی ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ وہ ان میں سے کسی چیز پر بھی لکھی ہوتی نہیں ہے بلکہ وہ رقّ منشور پر لکھی ہوتی ہے یعنی ہرن کی جھلی کے بڑے بڑے کاغذوں Parchment پر ملاحظہ فرمائیے:-

والطورہ وکتاب مسطورہ فی رق منشورہ والبیت

المعمورہ والسقف المرفوعہ والبحر المسجورہ

ان عذاب ربك لواقع

متعین ومعلوم پہاڑ (حرا) اور یہ کتاب (قرآن) جو لکھی ہوئی ہے بڑے بڑے کشادہ جھلی[1] کے کاغذوں پر اور بیت معمور (کعبہ)

[1] الرق جلد رقیق یکتب فیہ ۱۲ محیط المحیط ج ۱ ص ۔ اس زمانے میں نرم کھال (جھلیوں) کے بنے ہوئے "کاغذ" لکھنے میں استعمال ہوا کرتے تھے۔

Marfat.com

اور بلند چھت (آسمان) اور پر جوش سمندر اس حقیقت پر شاہد ہیں کہ تیرے پروردگار کا عذاب ضرور واقع ہونے والا ہے۔

ان آیات میں قرآن کریم نے چند چیزوں پر روشنی ڈالی ہے (۱) قرآن ایک کتاب ہے (۲) وہ کتاب لکھی ہوئی ہے (۳) اور ہرن کی جھلی کے کشادہ کاغذوں پر لکھی ہوئی ہے۔

یہاں تک ہمیں قرآن کی ان تصریحات سے یہ معلوم ہو گیا کہ قرآن لکھا ہوا تھا۔ ایک کتاب میں لکھا ہوا تھا اور ایک خاص ترتیب کے ساتھ لکھا ہوا تھا۔ نیز یہ کہ وہ ہرن کی جھلی کے کشادہ کاغذوں پر لکھا تھا۔ اب صرف ایک چیز باقی رہ گئی کہ لکھنے والے کون تھے اور وہ کیسے لوگ تھے۔ قرآن کریم کہتا ہے:

کلا انہا تذکرۃ۔ فمن شاء ذکرہ۔ فی صحف مکرمۃ مرفوعۃ مطہرۃ۔ بایدی سفرۃ کرام بررۃ (۸۰: ۱۱-۱۶)

یوں نہیں یہ تو ایک نصیحت ہے۔ پھر جو کوئی چاہے اس کو پڑھے، لکھا ہوا ہے عزت کے ورقوں میں۔ اونچے رکھے ہوئے۔ نہایت ستھرے ہاتھوں میں لکھنے والوں کے جو بڑے درجہ والے نیک کار ہیں

Marfat.com

یہ ترجمہ ہم نے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا نقل کر دیا ہے۔ اگرچہ اس ترجمے کے بعض الفاظ سے ہمیں اختلاف ہے مگر ہمیں دکھانا یہ ہے کہ سَفَرَۃ کے معنی لکھنے والوں کے ہیں اور یہ سافِرٌ کی جمع ہے جن کے معنی خوشنویس اور ماہر کتابت کے آتے ہیں نہ کہ سفیر کی جیساکہ بعض دوسرے مفسرین نے امام بخاریؒ سمیت ظاہر کیا ہے۔ اس کے حاشیہ پر مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی مرحوم رقمطراز ہیں۔

"یعنی وہاں فرشتے اس کو لکھتے ہیں۔ اسی کے موافق وحی اترتی ہے اور یہاں بھی اوراق میں لکھنے والے اور جمع کرنے والے دنیا کے بزرگ ترین پاکباز نیکوکار اور فرشتہ خصلت بندے ہیں جنھوں نے ہر قسم کی کمی بیشی اور تحریف و تبدیل سے اس کو پاک رکھا ہے۔ (صفحہ ۷۶۲ ترجمہ شیخ الہند)

جیساکہ قرآنی شہادت سے اس سے پہلے ہم آپ کو بتا چکے ہیں حضور اکرم صلعم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ وحی نازل ہونے کے بعد اوّل آپ اس کو خود قلمبند فرما لیا کرتے تھے اور اس کے بعد کاتبینِ وحی اور صحابہ کرام کو لکھوا دیا کرتے تھے اور یہ سلسلہ التزاماً (صبح و شام) جاری رہتا تھا۔ آیت مندرجہ بالا میں قرآن کریم نے ان تمام لکھنے والوں کی پاکبازی، دیانت، نیکوکاری اور بزرگی کی شہادت دی ہے

Marfat.com

ظاہر ہے کہ جو کتاب خود رسول اور اس قسم کے پاکباز انسانوں کے ہاتھوں ضبط تحریر میں لائی جا رہی ہو اس کے متعلق کسی قسم کا بھی شک و شبہ نہیں کیا جا سکتا۔

قرآن کتابی شکل میں تمام مسلمانوں کے گھروں میں موجود تھا

اس وقت تک خود قرآن کی شہادتوں سے آپ دیکھتے آرہے ہیں کہ قرآن کریم نازل ہوتا تھا تو اسے فوراً لکھ لیا جاتا تھا۔ اس کا صرف ایک ہی نسخہ موجود نہیں تھا جو رسول اللہ صلعم کے پاس محفوظ رہتا ہو بلکہ وہ نسخہ تو اصل نسخہ تھا (جسے روایات میں امام یا الامام کے نام سے یاد کیا گیا ہے) اس نسخہ سے صبح و شام دوسرے کاتبینِ وحی اور اہلِ علم صحابہ اپنے اپنے لئے نقل کرتے رہتے تھے اور خود حضورؐ کی موجودگی میں یہ نقلیں کی جاتی تھیں۔ خود حضور اکرم صلعم لکھواتے تھے اور یہ دوسرے لوگ لکھتے تھے۔ اس سے ظاہر ہے کہ قرآن کے نسخے اس زمانے میں عام طور پر لکھے جاتے تھے اور ہونا بھی ایسا ہی چاہیے تھا۔ جس کتاب پر مسلمانوں کا ایمان تھا جو ان کی زندگی کا ضابطۂ عمل تھی۔ جو ہر وقت ان کے پیشِ نظر رہتی تھی۔ ہو نہیں سکتا کہ اس کتاب کے نسخے ان کے پاس موجود نہ ہوں۔

Marfat.com

اگر کتابت کے ساتھ حافظوں میں بھی محفوظ کردیا جائے تو حفاظت اور بھی محکم ہو جاتی ہے

قرآن کریم کو لکھ لینے کا کس قدر بلیغ اہتمام کیا

گیا ہے یہ تو آپ گذشتہ اوراق میں دیکھ چکے ہیں۔ یہ بھی آپ نے دیکھ لیا کہ خود قرآن لکھ لینے پر کتنا زور دیتا ہے اور یہ بھی آپ نے دیکھ لیا کہ رسول اکرم صلعم اور حضرات صحابہؓ نے اس کی کس طرح تعمیل کی۔ لیکن اگر تاریخِ عالم اور دنیا کے انقلابات پر آپ کی نظر ہے تو آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ کسی کتاب کو لکھوا دینے کے ساتھ ساتھ اگر حفظ یاد بھی کرا دیا جائے تو اس کی حفاظت اور بھی محکم ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ ایسے حادثات بھی آتے ہیں جو اسے اپنے مکتوب علمی خزانوں سے محروم کر دیتے ہیں۔ امم سابقہ پر یہی کچھ بیت چکی تھی۔ یہود کے پاس الواح میں لکھی ہوئی تورات موجود تھی۔ عیسائیوں کے پاس بھی انجیل مکتوب صورت میں موجود تھی۔ تورات کی حفاظت کا یہودیوں نے کچھ کم انتظام نہیں کیا تھا۔ ایک تابوت میں اس کو مقفل رکھا جاتا تھا اور اس تابوت کی بہت تعظیم اور عزت کی جاتی تھی۔ عقیدت مندیوں کی بڑی سے بڑی داستانیں اس کے ساتھ وابستہ تھیں مگر بخت نصر کے ایک حملہ نے اور رومیوں کے ایک سیلاب نے دونوں قوموں کو

Marfat.com

ان کی کتابوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محروم کر دیا۔ مصری قوم تہذیب و تمدن میں تمام اقوامِ عالم کی پیش رو تسلیم کی گئی ہے۔ ان کے تاریخی مکتشفات آج بھی علمائے عالم کو ورطۂ حیرت میں گم کئے ہوتے ہیں مگر ان کا تمام علمی اور کتابی سرمایہ یونانیوں کے ایک حملہ کو برداشت نہ کر سکا۔ اسکندریہ کی عظیم الشان لائبریری یوں نذرِ آتش کر دی گئی کہ اس کا نام ونشان بھی صفحۂ ہستی پر باقی نہ رہا۔ لہٰذا کسی علمی سرمایہ کو ہمیشہ ہمیشہ محفوظ کرنے کے لئے جہاں صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے کہ انسانوں کے حافظوں پر اعتماد کیا جائے بلکہ اس کو لکھ لینا بھی ضروری ہے وہاں صرف لکھ لینا بھی کافی نہیں ہے بلکہ اس کو انسانی حافظوں میں بھی محفوظ کرنے کی ضرورت ہے جب تک ان دونوں گوشوں سے کسی چیز کو محفوظ نہیں کیا جائے گا اس وقت تک وہ محفوظ نہیں رہ سکتی۔ حفاظت کے یہ دو بازو ہیں اگر کسی کتاب کے یہ دونوں بازو سلامت ہیں تو وہ رخشِ حیات کے ساتھ ساتھ پرواز کرتی چلی جائے گی لیکن جہاں اس کا کوئی سا ایک بازو بھی ٹوٹ گیا وہیں وہ گر پڑے گی۔

قرآنِ کریم کو انسانی سینوں میں بھی محفوظ کیا گیا

جو کتاب سینہ اور سفینہ دونوں

Marfat.com

میں محفوظ ہو وہی ہمیشہ محفوظ رہ سکتی ہے۔ قرآن کریم نے اپنی حفاظت کے ایک گوشے کو کس طرح محفوظ کیا ہے وہ آپ دیکھ چکے ہیں اس لئے اب حفاظت کے دوسرے گوشہ کو بھی دیکھ لیں۔ قرآن کریم نے ابتداء رسالت ہی میں خود حضور اکرمؐ کو یہ تاکید فرمادی تھی:

یاایھا المزمل قم اللیل الا قلیلا ہ نصفہ
او انقص منہ قلیلا ہ او زد علیہ ورتل القرآن
ترتیلا ہ (۷۳/۱-۴)

اے تزمیل کرنے والے! شب کے قلیل حصہ کو چھوڑ کر (کہ اس میں تم سو سکتے ہو) زیادہ تر رات کو قیام کیا کرو (یعنی آدھی رات اسی شغل میں گذارو کبھی ضرورۃً تھوڑا سا کم کر دو یا بڑھا دو تو مضائقہ نہیں ہے۔ اور اس رات کے قیام میں ترتیل کے ساتھ القرآن کی تلاوت کرو۔

یہاں لفظاً خطاب اگرچہ نبی کریم صلعم ہی کو تھا مگر معناً اس میں تمام مسلمان مخاطب تھے۔ چنانچہ ہر مسلمان اپنے اپنے گھر میں رات کا زیادہ تر حصہ قیام لیل ہی میں گذارتا تھا اور اس میں برابر تلاوتِ قرآن کی جاتی تھی اور ہر رات کو قرآن کا وہ حصہ جو اس وقت تک نازل ہو چکا تھا ختم کر لیا جاتا تھا لیکن آئندہ چل کر قرآن جوں جوں نازل ہوتا

Marfat.com

جارہا تھا اس کے حجم میں برابر اضافہ ہوتا جارہا تھا حتیٰ کہ ہجرت کے بعد حضورؐ کی آخری عمر میں قرآن کریم کا حجم اتنا ہوچکا تھا کہ ایک رات میں پورے قرآن کا ختم کر لینا آسان کام نہیں رہا تھا۔ سونا اور آرام کرنا بھی فطرۃً ضروری تھا۔ مملکت کے دوسرے مشاغل کی وجہ سے جو دن بدن بڑھتے جا رہے تھے رات کی نیند کی کمی دن میں پوری کی جاسکتی تھی اس لئے اس حکم میں تخفیف ہوگئی۔ چنانچہ اس سورت کی آخری آیات میں ہے:

ان ربک یعلم انک تقوم ادنیٰ من ثلثی اللیل ونصفہ وثلثہ وطائفۃ من الذین معک۔ واللہ یقدر اللیل والنہار علم ان لن تحصوہ فتاب علیکم فاقرؤا ما تیسر من القراٰن o (۷۳/۲۰)

اے پیغمبر! تمہارے پروردگار کو معلوم ہے کہ تم تقریباً دو تہائی رات، آدھی رات اور تہائی رات تک کھڑے رہتے ہو اور ان لوگوں کی ایک جماعت بھی (رات کا بیشتر حصہ قیام اللیل ہی میں گذارتی ہے) جو آپ کے ساتھ ہے۔ اللہ ہی رات اور دن کا اندازہ مقرر فرماتا ہے۔ خدا جانتا ہے کہ تم اس کو ہمیشہ پورا نہیں کرسکو گے لہٰذا اپنی عنایات تم پر منعطف کرتا ہے اور

Marfat.com

یہ سہولت عطا کرتا ہے کہ آئندہ (دو تہائی، آدھی یا ایک تہائی
رات کی تقلید نہیں ہے) جس قدر سہولت سے ہو سکے قرآن
پڑھ لیا کرو۔

مگر تاریخی روایات شاہد ہیں کہ اس تخفیف کے بعد بھی بعض حضرات صحابہ رات بھر میں پورا قرآن ختم کرنے کے عادی تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاصؓ اور حضرت عثمان بن عفان خلیفہ سوم رضی اللہ عنہم کے نام اس سلسلہ میں زیادہ مشہور ہیں یہ حکم کہ قرآن کریم کی تلاوت کی جائے۔ صرف مردوں ہی کو نہیں تھا بلکہ اس میں عورتیں بھی شامل تھیں۔ حضور اکرم صلعم کی ازواج مطہرات کے متعلق قرآن کریم میں یہ صریح حکم موجود ہے:

واذکرن ما یتلیٰ فی بیوتکن من اٰیٰت اللّٰہ
والحکمۃ (۳۳/۳۴)

اور اے ازواج نبی! جو خدا کی آیتیں اور حکمت کی باتیں تمہارے
گھروں میں تلاوت کی جاتی رہتی ہیں ان کو پیش نظر رکھا کرو۔

اس تعامل اور مزاولت کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان مرد اور عورتوں کے حافظوں میں بھی قرآن کریم محفوظ ہو گیا حتیٰ کہ قرآن کریم نے یہ اعلان کر دیا کہ:

Marfat.com

بل ھو اٰیٰت بیّنٰت فی صدور الذین اوتوا العلم (۲۹/۴۹)

بلکہ قرآن کریم واضح آیات کا ایک مجموعہ ہے جو اہلِ علم کے سینوں میں محفوظ ہے

آگے بڑھنے سے پہلے ذرا ان نتائج کو دہرا لیجئے جو قرآن کریم کی داخلی شہادتوں سے اب تک ہمارے سامنے آچکے ہیں۔

(۱) قرآن لکھنے پڑھنے کو انتہائی اہمیت دیتا ہے۔

(۲) جو چیز لکھی ہوئی موجود نہ ہو اس کی صحت کی کوئی ضمانت ہو سکتی ہے نہ شہادت کے لئے استوار ہو سکتی ہے اور نہ ہی شکوک و شبہات سے بالاتر ہو سکتی ہے۔

(۳) منصب رسالت پر فائز ہونے کے بعد آپ لکھنا پڑھنا سیکھ چکے تھے اور اس کے بعد آپ اُمّی نہیں رہے تھے۔

(۴) وحی نازل ہونے کے بعد اوّل حضور اکرم صلعم اس کو خود لکھ لیتے تھے اور پھر صحابہ کو لکھوا دیا کرتے تھے اور ایسا بالالتزام ہوتا رہتا تھا۔

(۵) قرآن نے اپنے کو بار بار کتاب کہا ہے اور کتاب کہتے ہی اس کو ہیں جس کی شیرازہ بندی کی جاچکی ہو۔

(۶) قرآن اس مجموعہ کا نام ہے جس میں بہت سی سورتیں ہیں۔

(۷) قرآن کریم عموماً مسلمانوں کے پاس لکھا ہوا موجود تھا اور لوگ اس

Marfat.com

میں دیکھ دیکھ اس کی تلاوت کرتے تھے۔

(۸) قرآن کریم مکتوب شکل میں موجود تھا اور اس کے لکھنے کے لئے ہرن کی جھلی کے کشادہ بڑے بڑے اوراق استعمال کئے جاتے تھے۔

(۹) قرآن کریم کو لکھنے والے لوگ نہایت پاکباز، نیکوکار اور فرشتہ خصلت ماہرینِ کتابت تھے۔

(۱۰) قرآن کتابی شکل میں مسلمانوں کے گھروں میں موجود تھا۔

(۱۱) رسول اللہ صلعم والذین معہٗ راتوں کو پورا قرآن ختم فرمایا کرتے تھے۔

(۱۲) عورتوں کو بھی قرآن کریم کو یاد کرنے کا حکم تھا۔

(۱۳) عہدِ رسالت میں اہلِ علم مردوں اور عورتوں کے سینوں میں قرآن کریم محفوظ ہو چکا تھا۔

ان تصریحات کی روشنی میں ذرا آگے بڑھئے اور حق تعالیٰ کے ان حتمی اعلانات اور وعدوں پر بھی غور فرمائیے جو اس نے قرآن کریم کی حفاظت اور جمع کرنے اور نیز باطل سے ہمیشہ کے لئے اس کی نگہداشت کرنے کے بارہ میں فرماتے ہیں اور غور کیجئے کہ نزول قرآن سے آج تک کس طرح حق تعالیٰ کے وہ تمام اعلانات اور وعدے حرف بہ حرف پورے ہوتے۔ قرآن کریم کا اعلان ہے:

Marfat.com

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون (۱۵: ۹)

یہ واقعہ ہے کہ الذکر (قرآن کریم) کو ہم نے ہی نازل کیا ہے اور ہم ہی
اس کے محافظ بھی ہیں۔

اس آیت میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ (۱) قرآن کریم کو ہم نے نازل کیا ہے اور نیز یہ کہ قرآن کی حفاظت ہم نے اپنے ذمہ لے لی ہے۔ گذشتہ اوراق میں آپ دیکھ چکے ہیں کہ اس نے اسی حقیقت کی شہادت میں عالمِ آفاق سے ستاروں کی شہادت پیش فرمائی تھی کہ دیکھ لو خدا جس چیز کی حفاظت کا ذمہ لے لیتا ہے وہ کس طرح محفوظ رہتی ہے۔ بعینہٖ یہی حال قرآن کریم کی حفاظت کا ہے کہ خدا نے اس کتاب کی حفاظت کی ذمہ داری قبول فرمائی تو آج تک اس میں ایک نقطہ اور شوشہ تک کی کمی یا زیادتی نہیں ہو سکی۔

یہ تو کتاب کی حفاظت کے متعلق تھا مگر کتاب کی حفاظت تو کتاب کی جمع و تدوین کے بعد ہی ہو سکتی تھی۔ اس سے پہلے یہ ضروری ہے کہ کتاب کی جمع و تدوین کی ذمہ داری بھی خدا نے خود ہی لے لی ہو۔ قرآن کا دوسرا دعویٰ یہ ہے کہ اس کی ذمہ داری بھی خدا نے خود اپنے ہی ذمہ رکھی ہے ملاحظہ ہو قرآن کا ارشاد ہے:۔

لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ ہ ان علینا جمعہ'

Marfat.com

وقرانہ ہ فاذا قرأنٰہ فاتبع قرانہ ہ ثم ان
علینا بیانہ ہ (۷۵ / ۱۶-۱۹)

اے پیغمبر! تم اپنی زبان کو جلدی جلدی پڑھ لینے کے لئے حرکت نہ دو۔ (اطمینان رکھو) یہ حقیقت ہے کہ قرآن کی جمع وتدوین اور اس کو پڑھانا ہمارے ذمہ ہے۔ لہٰذا جب ہم قرآن کو پڑھیں (یعنی وحی کریں) تو تم اس پڑھنے کی پیروی کرو۔ اسکے بعد اس کی توضیح وبیان ہمارے ہی ذمہ ہے۔

اس آیت کریمہ میں قرآن کریم نے تین عظیم الشان حقیقتوں کا اعلان کیا ہے جو صحیح ایمان کی بنیاد ہیں (۱) قرآن کی جمع وتدوین بھی حق تعالیٰ ہی کے ذمہ ہے (۲) قرآن کو پڑھانا بھی حق تعالیٰ ہی کے ذمہ ہے۔ (۳) اور اس کے معانی ومطالب کی توضیح وتشریح کے لئے بھی کسی قسم کے خارجی سہاروں کی قطعاً ضرورت نہیں ہے اس کی ذمہ داری بھی خدا نے اپنے ذمہ ہی رکھی ہے جو خدا ہی کی طرف سے پوری ہونی چاہئے۔ قرآن اپنی شرح خود اپنے آپ کرتا ہے اور تعریف آیات سے وہ اپنے معانی ومطالب کو خود ہی واضح کرتا چلا جاتا ہے۔ وہ کتاب مبین (۵/۱۵) ہے اس کی آیات بیّنات ہیں (۲۴/۱) وہ النور (۷/۱۵۷ و ۴/۱۷۴) ہے وہ خود ایک ایسی روشنی ہے جس کے لئے کسی دوسری روشنی

Marfat.com

کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

ان تصریحات کے بعد اب قرآن کریم کے اس عظیم القدر اعلان کو سامنے لائیے جس میں فرمایا ہے کہ

وانہ لکتاب عزیز لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید (۴۱: ۴۲-۴۲)

اور یہ حقیقت واقعہ ہے کہ قرآن بلاشبہ بڑی عزت والی کتاب ہے کہ باطل اس پر نہ سامنے سے حملہ کر سکتا ہے نہ اس کے پیچھے سے حملہ کر سکتا ہے (اور وہ ہمیشہ کیلئے دونوں طرف سے محفوظ ہے) یہ اس پروردگار کی طرف سے اتاری ہوئی کتاب ہے جو بڑی حکمت والا ہے اور ہر تعریف کا مستحق ہے۔

آپ نے دیکھا کہ باطل کی سرگرمیوں پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کس طرح قفل ڈال دیے گئے ہیں کہ باطل اس پر کسی جہت سے بھی حملہ آور نہ ہو سکے گا۔ اس میں نہ کوئی شخص کبھی کسی ایک لفظ، ایک شوشہ اور ایک نقطہ کا اضافہ کر سکے گا اور نہ ہی کمی کر سکے گا لہٰذا آیات مندرجہ بالا سے مندرجہ ذیل نتائج ہمارے سامنے آگئے۔

(۱) قرآن خدا نے نازل کیا ہے۔

(۲) قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری خدا نے خود اپنے ذمہ لی ہے۔

Marfat.com

(۳) قرآن کی جمع و تدوین اور اس کو پڑھانے کی ذمہ داری بھی خدا نے اپنے ذمہ رکھی ہے۔

(۴) قرآن کے بیان و توضیح کی ذمہ داری بھی خدا نے خود اپنے ہی ذمہ لی ہے لہٰذا قرآن کی تشریح و توضیح کے لئے کسی خارجی سہارے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۵) قرآن پر باطل کی ہر ممکن سرگرمی کے دروازے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیئے گئے ہیں اس لئے کوئی طاقت اس میں کسی قسم کی تحریف نہیں کر سکتی۔

غیر مسلم مورخین کا اعتراف

یہ واقعہ کہ قرآن کریم حرفاً وہی ہے جسے رسول اللہؐ نے امت کو دیا تھا ایک ایسی مسلّمہ حقیقت ہے جس کا اعتراف ان غیر مسلم مورخین کو بھی کرنا پڑا جنھوں نے عقیدتمندانہ نظر سے نہیں بلکہ مورخانہ انداز سے اس امر کی تحقیق کی ہے اور اس تحقیق پر روایات کو اثر انداز نہیں ہونے دیا۔ نمونہ کے طور پر ہم یہاں صرف چند شہادتوں پر اکتفا کریں گے تاکہ معلوم ہو سکے کہ مخالفین قرآن بھی قرآن کے ان بلند بانگ اعلانات کے متعلق کس قسم کے اعترافات پر مجبور ہو گئے ہیں۔ چنانچہ یورپ کی مشہور مستشرق Caroness Margaret Von Stein

Marfat.com

قرآن کریم کے متعلق رقمطراز ہے۔

اگرچہ تمام مذہبی صحائف خدا کی طرف سے نازل ہوتے تاہم صرف قرآن ہی ایک ایسا آسمانی صحیفہ ہے جس میں ذرا بھی ردوبدل نہیں ہوا اور وہ اپنی اصلی شکل میں محفوظ ہے۔

اسی طرح ایک دوسرا مستشرق Hortwig Hirschfeld اپنی کتاب (New Researches Into The Composition And Exegeses Of The Quran میں بالفاظ ذیل اس اٹل حقیقت کا اعتراف کرتا ہے:

عہد حاضر کے نقاد اس پر متفق ہیں کہ قرآن کے موجودہ نسخے اس اصلی نسخہ کا ہو بہو عکس ہیں جسے (حضرت) زید (ابن ثابتؓ) نے لکھا تھا اور قرآن کا متن بعینہٖ وہی ہے جسے محمد (صلعم) نے (لکھا کر) دیا تھا۔

اتنا ہی نہیں انسائیکلو پیڈیا برٹینکا کا مصنف "قرآن" کے زیر عنوان یہ اقرار کرتا ہے:

یورپ کے محققین کی وہ تمام کوششیں جو قرآن کے اندر بعد میں اضافات وغیرہ ثابت کرنے کے لئے کی گئی تھیں قطعاً ناکام رہی ہیں۔

Marfat.com

سر ولیم میور اپنی کتاب Life Of The Mohammad میں بدیں الفاظ اس مذکورہ بالا حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں:

ورنہ اس کے لئے داخلی اور خارجی ہر قسم کی ضمانت موجود ہے کہ ہمارے پاس قرآن کا بعینہٖ وہی متن موجود ہے جو خود محمد (صلعم) نے (امت کو) دیا تھا اور خود استعمال کیا تھا۔

مندرجہ بالا اقتباسات سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ قرآن کے وہ دعاوی اور ان کی صداقت صرف ہمارے نزدیک ہی مسلم نہیں ہے بلکہ اپنے تو اپنے بیگانے بھی ان دعووں کی صداقت پر آج تک انگلی نہیں رکھ سکے اور متعصب سے متعصب معاندین بھی اپنی تمام کوششوں کی ناکامیوں کے بعد ان عظیم حقیقتوں کے اعتراف پر مجبور ہو گئے ہیں کہ

(۱) قرآن کریم اور صرف قرآن کریم ہی ایک ایسا آسمانی صحیفہ ہے جس میں ذرا بھی ردو بدل نہیں ہوا اور وہ اپنی اصلی شکل میں محفوظ ہے۔

(۲) عہد حاضر کے نقاد اس پر متفق ہیں کہ قرآن کے موجودہ نسخے اس نسخہ کا ہو بہو عکس ہیں جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا کر دیا تھا۔

(۳) یورپ کے محققین کی وہ تمام کوششیں قطعاً ناکام رہی ہیں جو قرآن کے اندر بعد کے زمانہ میں کسی اضافہ وغیرہ ثابت کرنے

Marfat.com

کے لئے کی گئی تھیں۔

(۴) قرآن کا متن بعینہٖ وہی ہے جو حضور اکرم صلعم نے امت کو دیا تھا اور جو خود آپ کے استعمال میں رہتا تھا۔

قرآن کی ان داخلی شہادتوں اور مخالفین و معاندین اسلام کے ان اعترافات کے بعد کون بدبخت مسلمان ہوگا جو قرآن کریم کے متعلق اپنے حاشیۂ خیال میں شک و شبہ کا وہم و خیال بھی لا سکے گا۔

قرآن اپنے متعلق جو کچھ کہتا ہے وہ بھی ہمارے سامنے آگیا۔ اس کے ساتھ ہی ان غیر مسلم مؤرخین کی شہادات بھی ہمارے سامنے آگئیں جنھوں نے روایات کو اپنی تحقیق پر اثر انداز نہیں ہونے دیا[1]۔ اور اس کے ساتھ ہی ہم نے ان روایات کو بھی دیکھ لیا جن کی رُو سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ قرآن یکسر غیر محفوظ کتاب ہے جس میں بے شمار اختلافات موجود تھے۔ ان تصریحات

---

[1] اس کے ساتھ ہی اگر آپ یہ بھی دیکھنا چاہتے ہیں کہ قرآن کے کون کون سے اصل نسخے دنیا میں آج بھی موجود ہیں تو طلوعِ اسلام بابت ستمبر ۱۹۵۰ء اور دسمبر ۱۹۵۰ء کا باب المراسلات ملاحظہ فرمائیے۔ وہاں یہ امور تفصیل سے مل جائیں گے۔

Marfat.com

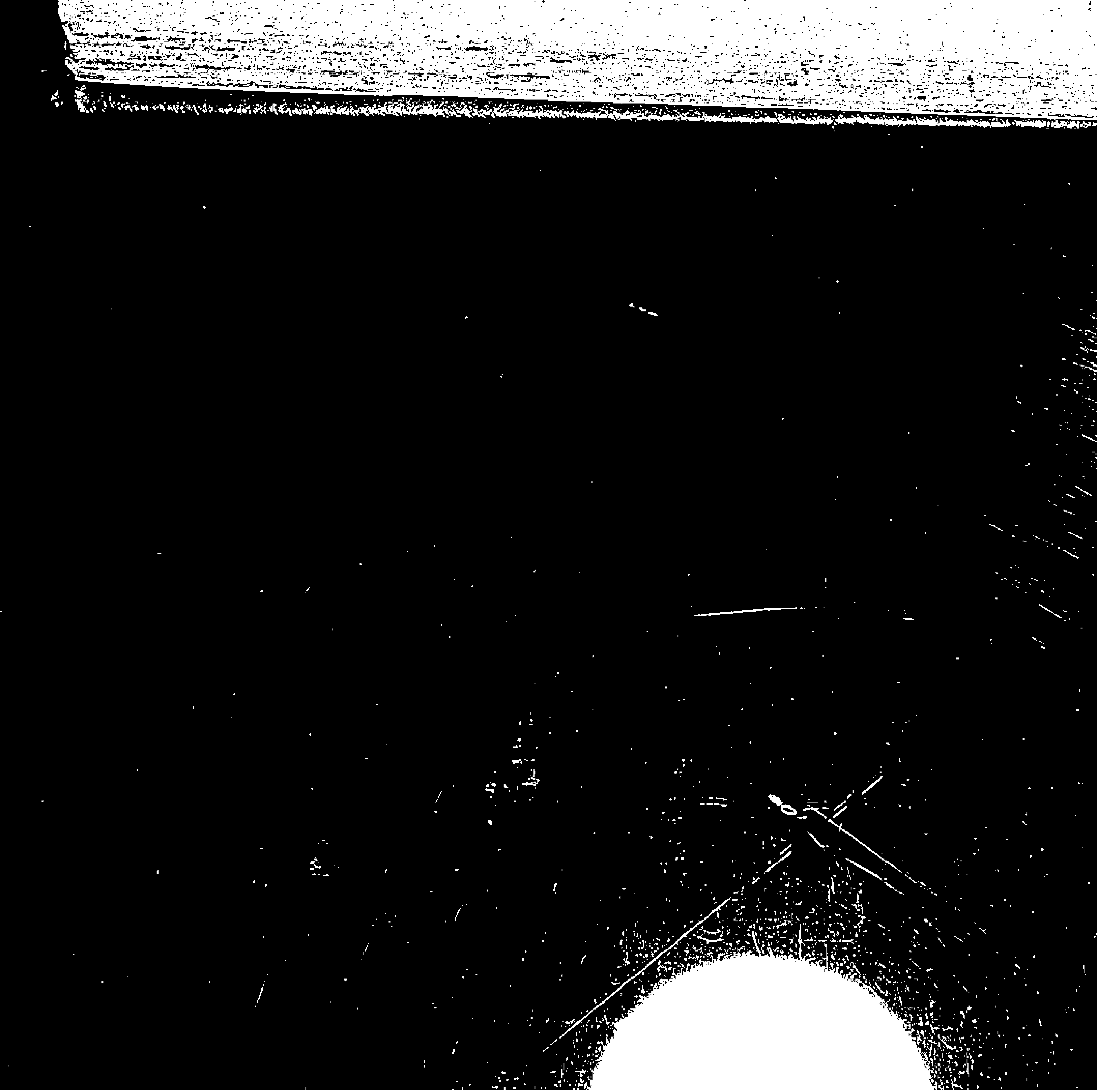

Marfat.com

ایک خط

قرآن، حدیث اور متعلّقہ مباحث

پرویز

میرے ایک واجب الاحترام دوست نے جن کی علمی قابلیت بین الاقوامی شہرت حاصل کر چکی ہے ایک مبسوط خط لکھا ہے جس میں قرآن اور احادیث اور ان سے متعلقہ مباحث کے ضمن میں بہت سے نکات پر وضاحت چاہی ہے۔ چونکہ امور مستفسرہ میں سے اکثر ایسے ہیں جن سے قارئینِ طلوع اسلام کو بھی دلچسپی ہے اس لئے میں نے مناسب سمجھا ہے کہ ان کے سوالات اور اپنے جواب کو طلوع اسلام میں شائع کر دیا جائے۔ ان میں کئی ایک باتیں ایسی ہوں گی جن پر معارف القرآن یا طلوع اسلام کی سابقہ اشاعتوں میں بحث ہو چکی ہے لیکن با ایں ہمہ میں سمجھتا ہوں کہ ان کی تکرار قارئینِ طلوع اسلام کے لئے فائدہ سے خالی نہ ہوگی۔ میں نے اپنے دوست کے مکتوبِ گرامی کو ربطِ مباحث

Marfat.com

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسلمانوں کے لئے قوانینِ حیات کا سب سے پہلا سرچشمہ قرآن ہے اور حتی الامکان اسی سے تمام قوانین اخذ کرنے چاہئیں۔ لیکن انسانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے بے شمار مسائل جو پیدا ہو رہے ہیں یا آئندہ ہوں گے، ان سب کے لئے قرآن میں صریحی احکام نہیں ملتے۔ میرے نزدیک قرآن کا کام قوانین وضع کرنا نہیں بلکہ واضعان قوانین پیدا کرنا ہے۔ اسلام کا بنیادی اصول صرف ایک ہے، یعنی توحید، لیکن بحث اس اصول سے نہیں بلکہ زندگی کے قوانین سے ہے جن کو شریعت بھی کہا جا سکتا ہے۔

اسلام نے نکاح، طلاق وغیرہ سے متعلق فوری قوانین ضرور بنائے ہیں، شاید اس لئے کہ ان کی طرف فوری توجہ کی ضرورت تھی یا شاید قرآن کو قانون سازی کی مثال پیش کرنا تھی لیکن ان ضروریات کیلئے جو بعد میں درپیش آئیں قوانین بنانے پر قرآن نے کوئی پابندی عائد نہیں کی اگر کوئی امتناع ہوتو اجتہاد بے معنی ہو جاتے۔ لہٰذا اگر قرآن میں تمام ضروریات کے لئے قوانین نہیں اور قوانین سازی کی اجازت ہے تو قرآن کے بعد رسول اللہ صلعم کے قول و فعل سے روشنی حاصل کی جا سکتی ہے۔ رسولِ خدا قرآن کی رو سے بدرجۂ اولیٰ واقف تھے اور جو قوانین انھوں نے بنائے وہ ہمارے لئے واجب اطاعت ہیں۔ کیونکہ انھوں

Marfat.com

نے قرآن کا جو مفہوم لیا ہے وہی صحیح ہے اور آپ ہم جو مفہوم اس کے برخلاف لے رہے ہیں وہ غلط ہے۔ البتہ جہاں قرآن یا اس کے بعد رسول اللہ کے قول وفعل میں بھی کسی مسئلہ کا حل نہیں ملتا تو پھر ظاہر ہے کہ ملت کو خود ہی غور وفکر کر کے قانون بنانا پڑیگا۔

اگر یہ صحیح ہے تو فرمائیے کہ رسول اللہؐ کے اقوال وافعال آپ کہاں تلاش کیجئے گا؟ وہ بہر صورت احادیث اور روایات میں ہی ملیں گے۔ اندریں حالات آپ احادیث سے کیسے انکار کر سکتے ہیں؟ یہ ٹھیک ہے کہ صحاح ستہ میں موضوع حدیثیں شامل ہو گئی ہیں، امام بخاریؒ انسان تھے، ان سے لکھواتے بشریت انتخاب میں سہو ممکن تھا۔ لیکن اس کا مداوا یہ تو نہیں کہ سرے سے تمام مجموعۂ احادیث کو ٹھکرا دیا جائے۔ کسی انسان کے بعض اعضا ناقص ہوں تو اسے قتل تو نہیں کر دیا جاتا! میں سمجھتا ہوں کہ احادیث اور روایات سے استناد ناگزیر ہے۔ خود آپ نے "معراج انسانیت" میں ایسا کیا ہے۔ آپ سوچیے تو کہ اگر احادیث وروایات سے انکار کر دیا جائے تو پھر خود قرآن کے متعلق شبہات پیدا ہو جائیں گے۔ آخر یہ بھی تو روایات ہی کے ذریعہ سے معلوم ہوا کہ رسول کریمؐ نے قرآن کو موجودہ شکل میں ترتیب دیا۔

Marfat.com

میرے خیال میں آپ اور آپ کے ہم خیال حضرات اپنی غیر معمولی قابلیتوں اور صلاحیتوں کو اس پر صرف کریں کہ صحاح ستہ میں کونسی روایتیں موضوع ہیں۔ حدیثوں سے بحیثیتِ مجموعی انکار کرنے سے جن نئے فتنوں کے سر اٹھانے کا اندیشہ ہے وہ اس طرح رفع ہوجاتے گا اور بہت سے پرانے فتنے بھی مٹ جائیں گے۔

آپ چونکہ احادیث سے انکار کرتے ہیں، شاید اس لئے آپ کا مسلمہ اصول یہ ہے کہ قرآن کے معانی و مطالب صرف قرآن ہی سے اخذ کئے جائیں۔ آپ اس دعوے پر دلیل قرآنی آیت "اِنَّ عَلَیۡنَا بَیَانَہٗ" سے لاتے ہیں۔ فرمایئے اس آیت سے انسانوں کے ذریعہ یہ کام لینے کا مفہوم کیوں نہیں نکلتا؟ آپ نے دیکھا کہ کس طرح ذاتی رجحان خاص معنی پیدا کرتا ہے؟ آپ سابقہ مفسرین پر جو الزام لگا رہے ہیں آپ خود بھی اس سے بالکل بری الذمہ نہیں ہو سکتے۔ ایک معمولی انسان کو جو حامل وحی نہ ہو، اپنی فہم و فراست سے کام لینا پڑتا ہے۔ ایسے میں قرآن کے ان مقامات سے متعلق خصوصی مشکل پیدا ہوتی ہے جن کا مفہوم واضح نہیں مثلاً "ھو اللہ احد" کے مفہوم میں پوری اسلامی تاریخ میں اختلاف واقع نہیں ہوسکا۔ اس کے برعکس "لکم دینکم ولی دین" وغیرہ

Marfat.com

آیات میں اکثر اختلاف پایا جاتا ہے۔ اگر آپ اسے تسلیم کرتے ہیں تو ان تنقیحات کا آپ کیا جواب دیجے گا:

۱۔ کیا قرآن کی تمام آیتوں کا مفہوم اسی طرح واضح ہے جیسے هوالله احد کا؟

۲۔ اگر جواب اثبات میں ہے تو پھر ان آیتوں کے متعلق اختلاف رائے کیوں ہوا؟ حالانکہ هوالله احد کے معانی میں کوئی اختلاف نہیں ہوا۔

۳۔ اگر (۱) کا جواب نفی میں ہے تو پھر ایماندارانہ اختلاف رائے کی گنجائش ہے یا نہیں۔ یعنی قرآن ہی سے متبادل معنی اخذ کرنا ممکن ہے یا نہیں، خواہ یہ امکان محض علمی طور پر ہی کیوں نہ ہو؟

۴۔ اگر متبادل معانی کا امکان ہو تو کیا دو مطالب صحیح ہوں گے؟ یا ایک صحیح اور دوسرا غلط۔ جب دونوں معانی قرآن سے اخذ کئے گئے ہوں گے تو صحت وعدم صحت کا معیار کیا ہوگا؟

۵۔ جب یہ کہا جاتا ہے کہ قرآن کا مطلب قرآن ہی سے اخذ کیا جائے تو کیا اس سے مراد یہ ہے کہ قرآنی الفاظ (مثلاً خمر، میسر وغیرہ) کے معانی قرآن میں تلاش کئے جائیں یا

Marfat.com

اس زمانہ کی مروجہ عربی کتابوں میں؟ اگر ان کتابوں میں متعدد معانی دیئے ہوں جو اسی آیت پر سیاق عبارت کی بنا پر چسپاں ہو سکتے ہوں تو اس صورت میں کیا طریقہ اختیار کیا جائے؟

۶۔ اگر انحصار اس کا عربی زبان پر ہی رکھا جائے تو کیا قرآن کے زمانے کے اہلِ زبان قرآن کو بہتر سمجھ سکتے ہیں یا آج کے؟

۷۔ کیا ان حالات میں یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ قرآنی الفاظ کے معانی معلوم کرنے کے لئے رسول اللہؐ، ان کے صحابہ اور ان کے جانشینوں کی طرف رجوع کرنا چاہیئے؟ (اسے تقلید پرستی پر محمول نہ کیجئے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ آخر کوئی معیار تو ہو جس کے مطابق ہم کہہ سکیں کہ جو مفہوم ہم لے رہے ہیں وہ صحیح ہے)

اندریں حالات میرا مشورہ یہی ہے کہ آپ احادیث کی چھان بین کیجئے اور صحیح اور موضوع کو الگ الگ کر دیجئے۔

آپ نے "معراجِ انسانیت" میں "عقل وخرد" کے تقاضوں کے مطابق جسمانی معراج سے انکار فرمایا ہے۔ میں اس وقت جسمانی

Marfat.com

یا روحانی معراج کی بحث میں نہیں پڑنا چاہتا، ممکن ہے جس نتیجہ پر آپ پہنچے ہیں وہی صحیح سوال صرف آپکے طرزِ استدلال کا ہے۔ اگر معراج کی جسمانی تعبیر اس وجہ سے صحیح نہیں ہو سکتی کہ وہ عقل کی کسوٹی پر پوری نہیں اترتی تو سب سے پہلا اعتراض خود نزولِ وحی کے متعلق ہونا ہے اس طرح نبوت کا سارا سلسلہ ہی ختم ہو جاتا ہے پس اگر عقل و خرد کے علی الرغم وحی کو تسلیم کیا جاتا ہے تو جسمانی معراج کے امکان کو تسلیم کرنے میں پس و پیش کیوں ہے؟

"عقل و خرد" سے مجھے آپ کی ایک تحریر کا خیال آ گیا جس میں آپ نے دو اور دو چار کی مثال دی ہے اور فرمایا ہے کہ اہلِ حق کہتے ہیں کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں اور اہلِ باطل ان کو ساڑھے تین کہتے ہیں اور بعد میں بطور مفاہمت پونے چار تسلیم کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور دنیا کے سامنے اہلِ حق کو ہٹ دھرم ثابت کرتے ہیں۔ بادی النظر میں یہ مثال آپ کے استدلال کے لئے فیصلہ کن ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں Fallacy ہے۔ اول تو یہ زندگی کے مسائل میں حق اور ناحق ایسے بدیہی نہیں ہوتے جیسے کہ ریاضی کے مسائل ہیں۔ دوسرے سب سے اہم بات یہ ہے کہ آپ نے دو اور دو چار کو ایک ابدی حقیقت سمجھ کر مثال دی ہے جو صحیح نہیں ہے؟ ریاضی ذہنِ انسانی کی تخلیق ہے اور دو اور دو کو بجائے چار کے

Marfat.com

ساڑھے تین یا پونے چار مان کر بھی ریاضی کی تشکیل کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ ریاضی جدید کی بعض شاخوں میں یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ ۱ + ۱ = ۱ یعنی ایک اور ایک کا حاصل جمع ایک ہوتا ہے۔ تو کیا آپ دین اور حیات کی حقیقتوں کو بھی اسی قسم کی ریاضیاتی حقیقتیں تسلیم کرنے پر آمادہ ہیں کہ ان کے مختلف مفہوم لئے جا سکتے ہیں جو اپنی جگہ صحیح ہیں؟ سچ تو یہ ہے کہ جدید علوم دو دھاری تلوار ہیں اور بغیر کما حقہٗ واقفیت کے ان کو استعمال کرنا خطرہ سے خالی نہیں۔

آپ کی تحریروں میں ایک اور بات جو میں نے دیکھی وہ یہ ہے کہ آپ بعض الفاظ کے متداول اور معروف معنوں کو چھوڑ کر انھیں نئے معنی دے رہے ہیں اور نئے معنی کے لحاظ سے ان پر حکم لگا رہے ہیں، مثلاً مذہب یا نماز وغیرہ۔ مذہب اُردو زبان میں انہی معنوں میں رائج ہے جو عربی میں "دین" کے ہیں۔ اگرچہ لفظ مذہب بھی عربی کا ہے لیکن اردو میں ایک خاص معنوں میں لے لیا گیا ہے۔ آپ "مذہب" کو "رسم پرستی" یا "ملائیت" کے معنوں میں لے کر "مذہب" "ترک کرنے کی تلقین کر رہے ہیں جس سے مخالفین کو یہ کہنے کا موقعہ مل رہا ہے کہ آپ دہریت کی طرف لئے جا رہے ہیں۔

Marfat.com

جواب ہمارا ایمان ہے کہ قرآن تمام انسانوں کی ہدایت کے لئے خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے اور اس کی ہدایت قیامت تک نافذ العمل رہے گی۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے ضابطہ ہدایت میں ہر قسم کے مسائل و معاملات کے لئے جزئی اور فرعی احکام نہیں دیئے جا سکتے تھے، اس لئے قرآنی ہدایت کا اسلوب یہ ہے کہ اس نے

۱۔ وہ تمام محکم اصول بیان فرما دیئے ہیں جن کے ماتحت انسانی معاشرہ کے لئے تمام قوانین بنائے جا سکتے ہیں۔ چونکہ زمانہ کے بدلنے سے انسانی معاملات کی تفاصیل میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے اس لئے ان اصولوں کے ماتحت جو جزئیات مدون کی جائینگی وہ بھی حالات کے تقاضوں کے ساتھ ساتھ بدلتی رہیں گی، لہٰذا قرآن کے ان اصولوں کے تحت ہر زمانہ کی ملتِ اسلامیہ اپنے لئے جزئیات خود متعین کرے گی۔ ان جزئیات کی تدوین میں وہ ان جزئیات سے مدد لے سکتی ہے جو اس سے پہلے مدون ہوتی ہوں، یعنی وہ جزئیات ان کے لئے نظائر Precedents کا کام دیں گی۔

۲۔ قرآن نے بعض امور سے متعلق جزئی احکام بھی خود ہی متعین کر دیئے ہیں۔ یہ جزئیات بھی ناقابل تغیر و تبدل ہیں۔ اس لئے

Marfat.com

کہ قرآن میں ردوبدل کا حق کسی کو حاصل نہیں۔

آپ یہ فرماتے ہیں کہ جن احکام کی جزئیات قرآن نے متعین نہیں کیں ان جزئیات کے لئے ہمیں احادیث کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور اگر وہاں سے جزئیات مل جائیں تو انھیں قیامت تک کے لئے اسی طرح ناقابلِ تغیر و تبدل سمجھ لینا چاہئے جس طرح ان جزئیات کو جن کا تعین قرآن نے خود کر دیا ہے۔ میں یہ سمجھنا چاہتا ہوں کہ قرآن نے

خدا نے خود ہی ایسا کیوں کر دیا؟

جزئیات کے تعین میں اس قسم کی تفریق کیوں کی۔

یعنی ایسا کیوں کیا کہ بعض احکام کی جزئیات خود متعین کر دیں اور دوسرے احکام کی جزئیات کا تعین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چھوڑ دیا۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متعین فرمودہ جزئیات کو قرآنی جزئیات کی طرح قیامت تک واجب الاتباع (یعنی ناقابل تغیر و تبدل) رہنا تھا تو قرآن نے ان جزئیات کو بھی خود ہی کیوں نہ متعین کر دیا؟ یہ سب جزئیات ایک ہی جگہ مذکور اور محفوظ ہو جاتیں۔ کیا اللہ تعالیٰ ان جزئیات کو خود متعین نہیں کر سکتا تھا؟ کیا ان سے قرآن کی ضخامت بڑھ جانے کا اندیشہ تھا؟ قرآن کی کیفیت یہ ہے کہ وہ سینکڑوں مرتبہ "آتوا الزکوٰۃ"

Marfat.com

کا حکم دہرائے چلا جاتا ہے۔ کیا وہ کسی ایک آیت میں اتنا نہیں بتا سکتا تھا کہ اس کی شرح اڑھائی فی صدی ہے؟ اس نے زِنا، مبادی زنا حتیٰ کہ بہتان تراشی کی سزاؤں کا تعین خود کر دیا۔ کیا وہ خمر اور میسرہ (شراب اور قمار بازی) کی سزاؤں کے متعلق بھی دو لفظ نہیں لکھ سکتا تھا؟ اس نے وضو کا پورا طریقہ ایک ہی آیت میں بیان کر دیا، حتیٰ کہ تیمم تک کی تشریح کر دی کہ اس سے مُراد کیا ہے۔ اس نے وراثت جیسے وسیع موضوع کے متعلق چار آیتوں میں تمام تفاصیل کو اس طرح سمیٹ کر رکھ دیا کہ اس مسئلہ کی کوئی شق ایسی نہیں جس کے لئے ان احکام سے ہدایت نہ مل جاتی ہو۔ ذرا سوچئے کہ اگر قرآن کے پیشِ نظر یہ ہوتا کہ (مثلاً) زکوٰۃ کی شرح قیامت تک کے لئے ناقابلِ تبدیل رہنی چاہئے، تو اس کے لئے اڑھائی فی صدی کا ذکر کر دینا کونسی دشواری رکھتا تھا؟ میں اسے سمجھنے سے قاصر ہوں کہ اگر خدا کا منشا یہ ہوتا کہ زکوٰۃ کی شرح قیامت تک کے لئے اڑھائی فی صدی ہونی چاہئے تو وہ اسے قرآن میں خود نہ بیان کر دیتا۔ اس سے ہم ایک ہی نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ یہ منشائے خداوندی تھا ہی نہیں کہ زکوٰۃ کی شرح ہر زمانے میں ایک ہی رہے۔ آپ نے جو کچھ لکھا ہے اس کا مفہوم یہ ہے

Marfat.com

کہ خدا کا منشا۔ تو تھا کہ زکوٰۃ کی شرح قیامت تک کے لئے غیر متبدل رہے، لیکن اس نے یہ شرح خود متعین کرنا مناسب نہیں سمجھا بلکہ اس کا تعین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چھوڑ دیا اور جو شرح حضورؐ نے متعین فرما دی وہ قیامت تک کے لئے غیر متبدّل ٹھہرا دی گئی۔

اب آگے بڑھتے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جہاں قرآن یا اس کے بعد رسول اللہؐ کے قول و فعل میں بھی کسی مسئلہ کا حل نہیں ملتا۔ پھر ظاہر ہے کہ ملّت کو خود ہی غور و فکر کر کے قانون بنانا پڑے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ

۱۔ قرآن نے بعض احکام کی جزئیات متعین کر دیں اور باقی احکام کو غیر متعین چھوڑ دیا تاکہ اس کی جزئیات رسول اللہ صلعم متعین فرما دیں۔

۲۔ رسول اللہؐ نے بھی ان میں سے بعض احکام کی جزئیات متعین فرما دیں اور بقایا احکام کو ویسے ہی چھوڑ دیا، اب ان بقایا احکام کی جزئیات امت کو خود متعین کرنی ہوں گی۔ یعنی دین نہ تو خدا کی طرف سے مکمل ہوا اور نہ ہی رسول اللہؐ نے اس کی تکمیل فرمائی۔

نامکمّل دین!

کچھ تصریحات خدا نے کر دیں، کچھ خدا کے رسولؐ نے اور باقی ناتمام حصّہ امت کے لئے چھوڑ دیا۔ ذرا غور فرمائیے کہ دین کا یہ مفہوم انسان کے سامنے کیا تصور پیدا کرتا ہے؟

Marfat.com

اگر خدا نے ان جزئیات کا تعین رسول اللہ پر چھوڑا تھا تو رسول اللہ کے لئے کونسا امر مانع تھا کہ وہ بھی تمام احکام کی جزئیات متعین نہ فرماسکے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں بالعموم اہل فقہ آگے بڑھتے ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ خدا اور رسول کے اس قسم کے ناتمام احکام کی تکمیل ائمہ فقہ نے کردی ہے۔ لہٰذا جن احکام کی جزئیات نہ قرآن میں ملیں نہ حدیث میں، انھیں ائمہ فقہ کے فیصلوں سے حاصل کرنا چاہیے۔ اور اگر کوئی بات ائمہ فقہ کے ہاں سے بھی نہ ملے تو ——؟

غور فرمایا آپ نے کہ قرآن کے ایک اصولی نکتہ کو نگاہوں سے اوجھل کردینے سے امت کتنی پیچیدگیوں میں اُلجھ گئی اور ان پیچیدگیوں نے فکر و عمل میں کس قدر انتشار پیدا کردیا۔ بات صرف اتنی تھی کہ خدا نے جن احکام کی تفصیل خود متعین نہیں کی تھی وہ دانستہ متعین نہیں کی تھی اور اس لئے متعین نہیں کی تھی کہ وہ ان جزئیات کو جامد Rigid نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ ان اصولوں کے تحت زمانہ کے بدلتے ہوتے تقاضوں کے مطابق نئی نئی جزئیات متعین ہوتی رہیں۔ ورنہ اگر خدا کا منشا یہ ہوتا کہ یہ جزئیات بھی غیر متبدل رہیں تو اس نے جسطرح دوسرے بعض احکام کی جزئیات کو خود متعین کردیا تھا ان احکام کی جزئیات کا متعین کرنا اسکے لئے کچھ دشوار

Marfat.com

نہ تھا خدا اپنے بندوں کی رہنمائی کے لئے Fully Competent ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ کی متعین فرمودہ جزئیات قیامت تک کے لئے واجب الاتباع ہیں تو ان جزئیات کو کہاں سے تلاش کیا جائے؟ یہی سوال تو میں آپ سے کرنا چاہتا ہوں۔ آپ یہ فرماتے ہیں کہ یہ جزئیات احادیث کے موجودہ مجموعوں میں ملیں گی۔ لیکن اس کے

اُمّت کہاں تلاش کرے؟

ساتھ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ احادیث کے موجودہ مجموعوں میں صحیح حدیثیں بھی ہیں اور موضوع بھی۔ آپ سوچئے کہ یہ بات کیا ہوئی۔ خدا نے جزئیات کا تعین رسول اللہ پر چھوڑا، رسول اللہ نے (بقول آپ کے) تمام جزئیات کو متعین نہیں فرمایا، اور جن جزئیات کو متعین فرمایا انھیں قرآن کی طرح محفوظ کر کے امت کو دیا نہیں۔ اب فرمائیے کہ یہ جزئیات جن کی اتباع قیامت تک کے لئے واجب ہوئی امت کہاں سے تلاش کرے؟ سوچئے کہ کیا کسی مکمل ضابطۂ قانون کی صورت یہی ہوا کرتی ہے کہ اسے واجب الاتباع قرار دیا جائے قیامت تک کے لئے اور اس کا کوئی مستند مجموعہ مرتب نہ کیا جائے؟ میں یہ سمجھنا چاہتا ہوں کہ اگر رسول اللہ صلعم کی متعین فرمودہ جزئیات کو اسی طرح قیامت تک کے لئے واجب الاتباع اور

Marfat.com

ناقابلِ تغیر و تبدّل رہنا تھا، تو کیا رسول اللہ پر یہ فرض نہیں تھا کہ جس طرح حضورؐ نے قرآن کو (لکھوا کر اور حفظ یاد کرا کر) ایک مستند مجموعہ کی صورت میں امت کو دیا، اسی طرح اپنی متعین فرمودہ جزئیات کا بھی مستند مجموعہ مرتب فرما کر امت کو دیتے؟ غور فرمائیے کہ اس نظریہ کے ماتحت خود رسول اللہ صلعم کی ذات گرامی کے متعلق کیا تصور پیدا ہوتا ہے! دین کا امت تک پہنچانا قرآن کی رو سے رسول کا اولین فریضہ ہوتا ہے۔ کیا دین کے اتنے بڑے جزء کے متعلق یہ طریق اختیار کرنا کہ اس کا کوئی مستند مجموعہ اُمّت کو نہ دیا جائے، کسی طرح فریضہ ابلاغِ دین کی ادائیگی کہلا سکتا ہے؟

آپ رسول اللہ صلعم کی ان جزئیات کو قیامت تک کے لئے واجب الاتباع اور ناقابل تغیر و تبدّل قرار دیتے ہیں اور ان کے متعلق فرماتے یہ ہیں کہ یہ احادیث کے موجودہ مجموعوں میں موجود ہیں اور ان مجموعوں کے متعلق یہ بھی فرماتے ہیں کہ ان میں موضوع حدیثیں بھی شامل ہیں، ان کے جامعین (امام بخاری وغیرہم علیہ الرحمۃ)

ایک نئی تجویز

انسان تھے، ان سے بتقاضائے بشریت انتخاب میں سہو ممکن تھا اور اس مشکل کا حل یہ تجویز فرماتے ہیں کہ پرویز اور اس کے ہمخیال ان مجموعوں کی چھان بین کریں

Marfat.com

اور صحیح حدیثوں کو موضوع حدیثوں سے الگ کریں۔ میں یہ سمجھنا چاہتا ہوں کہ اگر امام بخاریؒ انسان تھے اور ان سے بتقاضائے بشریت انتخاب میں سہو ممکن تھا تو کیا پرویز اور اس کے رفقاء مافوق البشر ہیں کہ ان سے اس انتخابِ جدید میں سہو ممکن نہیں ہوگا؟ سہو کے امکان اور عدم امکان کو چھوڑیئے، میں پوچھنا یہ ہوں کہ امام بخاری علیہ الرحمۃ کے پاس کونسی Authority تھی جس کی بنا پر وہ کہہ سکتے تھے کہ یہ ہے رسول اللہ کا وہ حکم جس کی اتباع تمام امت کے لئے قیامت تک کے لئے واجب ہے اور آج پرویز یا کسی دوسرے انسان کے پاس وہ کونسی اتھارٹی ہے جس کی بنا پر وہ اس قسم کا دعویٰ کرسکیں؟ حدیثوں کو واجب الاتباع مان کر یہ کہنا کہ صاحبانِ علم کو چاہیئے کہ وہ صحیح حدیثوں کا ایک مجموعہ مرتب کریں بالواسطہ یہ کہنا ہے کہ (معاذاللہ) رسول اللہ سے یہ چوک ہوگئی کہ انھوں نے اپنے ارشادات گرامی کا کوئی مجموعہ امت کو نہ دیا اور جو بات انھیں کرنی چاہیئے تھی لیکن انھوں نے نہ کی، وہ اب علمائے امت کو کرنی چاہیئے۔ میرے محترم بھائی، میں رسول اللہ کی ذات گرامی کو اس سے بہت بلند سمجھتا ہوں کہ ان کے متعلق یہ خیال تک بھی دل میں لایا جائے کہ حضورؐ کو فریضہ ابلاغِ دین کے متعلق ایک کام کرنا چاہیئے تھا لیکن اسے حضورؐ نے

Marfat.com

سرانجام نہیں دیا اور اس کمی کو امام بخاری علیہ الرحمۃ کی سعی ناتمام نے پورا کرنے کی کوشش کی اور جو کچھ ان سے بھی رہ گیا اسے آج کسی اور فرد یا افراد کے مجموعے سے پورا کرانے کی کوشش کی جائے کم ازکم میں تو اپنے اندر اس تصور کی جرأت نہیں پاتا۔ میری رُوح اس تصور سے لرزتی ہے۔ میرا دل اس خیال سے کانپتا ہے۔ میرا ایمان یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلعم یہ سمجھتے کہ حضورؐ کی مرتب فرمودہ جزئیاتؐ جو قیامت تک کے لئے واجب الاتباع (یعنی غیر متبدّل) رہنا ہے تو حضورؐ کے لئے یہ کچھ مشکل نہ تھا کہ ان ارشادات گرامی کا ایک مجموعہ مرتب فرما کر امت کو دے جاتے۔ دین کو انفرادی کوششوں کا محتاج بنا دیا دین کے دینے والے (خدا) اور دین کے پہچاننے والے (رسول) کے خلاف بہت بڑا اتہام ہے۔ لہٰذا میں یہ سمجھتا ہوں کہ :-

(۱) جن جزئیات کو خدا نے خود متعین نہیں کیا ان کے متعلق خدا کا منشاء یہی تھا کہ وہ ہر زمانے کے تقاضوں کے مطابق بدلتی رہیں، اور

(۲) جن جزئیات کو رسول اللہ نے متعین کیا ان کے متعلق حضورؐ کا بھی یہ منشاء نہیں تھا کہ وہ قیامت تک کے لئے ناقابل تغیر و تبدّل رہیں۔ اسی لئے حضورؐ نے انہیں محفوظ کر کے امت کے سپرد نہیں کیا بلکہ ان کی کتابت تک کی انفرادی کوششوں کو بھی روک دیا۔

ان تصریحات کی روشنی میں آپ سوچیئے کہ حدیث کے انکار اور اقرار کی وہ صورت پیدا ہی نہیں ہوتی جو آپ کے ذہن میں ہے فرض کیجئے کہ کوئی مجموعہ حدیثوں کے موجودہ مجموعوں میں سے انتخاب کر کے مرتب کر بھی لیا جائے تو اس کے متعلق کس طرح یہ کہا جا سکے گا کہ وہ یقینی طور پر رسول اللہؐ کے احکام ہیں۔ لہٰذا تمام مسلمانوں کو ان کی اتباع کرنی چاہئے اور ان کے علاوہ جن حدیثوں کو ہم نے موضوع قرار دے دیا ہے ان کی اتباع ترک کر دینی چاہئے۔ ذرا سوچئے کہ دین کہتے کس کو ہیں؟ مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ دین کا حکم ہے کہ فلاں رشتہ دار کو متوفی کی جائداد میں سے اتنا حصہ ملنا چاہئے۔ اگر کوئی شخص اس کے مطابق ترکہ کی تقسیم نہیں کرتا تو ہمارے ایمان کے مطابق وہ خدا کی معصیت کا مرتکب ہوتا ہے اور سزا کا مستوجب۔

یقین پر دین کا مدار ہے

کیا اتنے بڑے اہم معاملے کے لئے ضروری نہیں کہ ہمیں یقینی طور پر معلوم ہو کہ اس باب میں دین کا کیا حکم ہے؟ یقین ہی تو وہ شے ہے جس پر تمام دین کا دارومدار ہے۔ فرمائیے کہ آپ کے پاس کوئی ذریعہ ایسا ہے جس سے آپ یقینی طور پر کہہ سکیں کہ فلاں بات فی الواقعہ رسول اللہؐ نے اسی طرح سے فرمائی تھی؟ جس قسم کا مجموعہ حدیث

Marfat.com

آپ مرتب کروانا چاہتے ہیں اس کے متعلق بھی تو آپ زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکیں گے کہ ہمارا قیاس یہ ہے کہ رسول اللہؐ نے اس قسم کی بات فرمائی ہوگی۔ کہیے کہ میرا یا آپ کا قیاس امت کے کروڑوں افراد کے لئے واجب الاتباع کیسے ہو سکتا ہے؟ بنا بریں حدیثوں کا کوئی مجموعہ دین نہیں بن سکتا۔ البتہ وہ ہمارے اسلاف کی علمی کوششوں کا نتیجہ ہے اور ہم اس متاع کے وارث ہیں۔ ہم اس علمی کوشش کے ذریعہ اس دور کے متعلق بہت کچھ معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ حدیثوں کی اس افادی حیثیت سے نہ مجھے کبھی انکار تھا نہ انکار ہو سکتا ہے۔ میں ان سے کس قدر مستفید ہوا ہوں اس کے متعلق آپ نے خود لکھ دیا کہ اس پر میری تالیف "معراجِ انسانیت" شاہد ہے۔

اگلی بات تک پہنچنے سے پہلے ایک مرتبہ پھر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں سمجھنا یہ چاہتا ہوں کہ

۱۔ اگر ان تمام احکام کی جزئیات کا قیامت تک کے لئے ناقابلِ تغیر و تبدل رکھا جانا مقصود ہوتا تو خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کے تمام احکام کی جزئیات خود قرآن میں کیوں متعین نہ کر دیں؟

اور (۲) اگر رسول اللہؐ کا منشا تھا کہ آپ کی متعین فرمودہ تمام جزئیات قیامت تک کے لئے واجب الاتباع ہیں، تو حضورؐ نے

Marfat.com

ان جزئیات کا ایک مستند مجموعہ اسی طرح امت کو کیوں نہ دیا جس طرح قرآن دیا تھا؟

باقی رہا یہ سوال کہ اگر احادیث کو نہ مانا جائے تو پھر قرآن کے متعلق بھی یہ شبہات پیدا ہو جائیں گے۔ اس کے متعلق اتفاق سے طلوع اسلام کی ستمبر ۱۹۵۰ء کی اشاعت میں کسی صاحب کے استفسار کے جواب میں ایک تفصیلی شذرہ شائع ہو چکا ہے۔ امید ہے کہ وہ اس باب میں آپ کے اطمینان کا باعث ہو جائے گا۔[۱]

آپ کا دوسرا سوال قرآن کے مفہوم و معانی کو متعین کرنے کے متعلق ہے۔

قرآن کا مفہوم

یہ ظاہر ہے کہ کسی کتاب کو سمجھنے کے لئے سب سے پہلی چیز اس کتاب کی زبان کا سمجھنا ہے۔ زبان سمجھنے کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ وہ اسی دور کی زبان ہو جس دور میں وہ کتاب وجود میں آئی تھی۔ اس نکتہ کو آپ مجھ سے بھی بہتر سمجھتے ہیں کہ مختلف زمانے کے تصورات کا کسی زبان پر کیا اثر پڑا کرتا ہے اور ان تصورات کے

---

[۱] اس کے بعد طلوع اسلام میں جمع قرآن کے متعلق بڑی تفصیلی بحث کی گئی تھی۔ ان مباحث کو بھی الگ کتاب کی شکل میں شائع کر دیا جائے گا۔

Marfat.com

ماتحت ایک ہی لفظ کے معانی کس طرح بدلتے جاتے ہیں۔ قرآن کریم کے وقت کی زبان عہدِ جاہلیہ کی زبان کہلاتی ہے۔ اس کے بعد جب اسلامی سلطنتوں کے مختلف ادوار میں غیر اسلامی تصورات اثر انداز ہونے شروع ہوئے تو اُس زمانے کی عربی کے الفاظ کے مفہوم میں بھی اسی قسم کی تبدیلی ہونی شروع ہو گئی۔ مسلمانوں کی علمی درخشندگی کا بڑا حصّہ عباسیوں کے دور سے متعلق ہے۔ لیکن یہی وہ دَور ہے جس میں اسلامی تصورات عجمی اور یونانی تصوّرات سے اثر پذیر ہونے شروع ہو گئے تھے۔ یہی وہ دَور ہے جس میں ہماری بیشتر تصانیف وجود میں آئیں اور ان کے مصنّفین کا بیشتر حصہ عجمیوں ہی کا تھا اور تو اور اگر آپ دیکھیں تو عربی کے لغت بھی بیشتر عجمیوں ہی کے مرتب کردہ ہیں۔ ان اثرات کے ماتحت وہ زبان جس میں قرآن نازل ہوا تھا اپنے ظاہری پیکروں کے اعتبار سے تو وہی رہی لیکن الفاظ کے ان پیکروں کی رُوح یکسر بدل گئی۔ چنانچہ جنھیں آج عربی جاننے والے کہا جاتا ہے وہ بھی بالعموم یہی "عجمی" عربی ہی جانتے ہیں۔ وہ عربی مبین جس میں قرآن نازل ہوا تھا ان کی نگاہوں سے اوجھل رہتی ہے۔ لہٰذا قرآن فہمی کے لئے سب سے پہلی ضرورت یہ ہے کہ قرآنی الفاظ کا مفہوم اُس

Marfat.com

زبان کی روشنی میں سمجھا جائے جو نزولِ قرآن کے وقت رائج تھی۔
(میں نے اس ضمن میں کیا کچھ کیا ہے اور کیا کچھ اور میرے پیشِ نظر ہے، اس کے متعلق کسی دوسری فرصت میں عرض کروں گا)

زبان کے بعد قرآن کے متن کو لیجئے۔ مقصد پیشِ نظر کی رُو سے قرآن کی تعلیم کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک حصہ احکام سے متعلق ہے اور دوسرا علوم سے۔ احکام کا حصہ چونکہ قانون سے متعلق ہے اس لئے اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کا مفہوم متعین ہو۔ قرآن کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ اپنا مفہوم خود متعین کرتا ہے اور تصریفِ آیات (یعنی مختلف آیات کو دہرانے) سے اس مفہوم کی وضاحت کر دیتا ہے۔ اس لئے قرآن نے اپنے احکام کا مفہوم واضح طور پر متعین کر دیا ہے۔ میں نے قرآن کو اسی انداز سے سمجھا ہے اور میں اپنے دل کے پورے اطمینان سے کہہ سکتا ہوں کہ اس باب میں نہ کوئی اُلجھن باقی رہتی ہے نہ پیچیدگی، نہ اختلاف نہ تضاد۔ جیسا کہ میں نے اوپر لکھا ہے۔ قرآن بعض احکامات کو صرف اصولی طور پر بیان کرتا ہے اور بعض کی جزئیات بھی خود متعین کر دیتا ہے۔ لیکن اصول ہوں یا جزئیات قرآن کی بات بالکل واضح اور متعین شکل میں سامنے آ جاتی ہے۔ ان احکام کو قانون کی زبان

Marfat.com

اور اس کے حدود و شرائط کے ساتھ ایک ضابطہ کی شکل میں نافذ کرنا ہر دَور کی اسلامی حکومت کا کام ہے۔ قرآن اس قانون کو انفرادی نقطہ پر نہیں چھوڑتا، بلکہ حکومت کے مرکز کے سپرد کرتا ہے اور وہیں کی تعبیر تمام

قانون سازی

ملت کے لئے واجب التعمیل سمجھی جاتی ہے۔ مثلاً آپ نے خمر (شراب) اور میسرہ (قمار بازی) کا ذکر فرمایا ہے۔ پہلے زبان کے اعتبار سے لیجے تو خمر اصولاً عقل کو ڈھانپ دینے والی چیز ہوگی اور میسرہ ہر وہ شے جو بلا محنت آسانی سے ہاتھ آجائے۔ اب لیجئے ان کی متعین شکل، سو نزول قرآن کے زمانے میں خمر (شراب) اور میسرہ (قمار بازی) کی مختلف صورتیں موجود تھیں جن کی تفصیل اس زمانہ کے لٹریچر میں ملتی ہے۔ اس سے سمجھ میں آجاتا ہے کہ اُس زمانے میں ان کی کیا کیا شکلیں رائج تھیں۔ آج ان میں سے بعض شکلیں باقی ہیں، بعض مٹ چکی ہیں اور کئی نئی نئی شکلیں ظہور میں آچکی ہیں۔ لہٰذا جو اسلامی حکومت آج خمر اور میسرہ کو ممنوع قرار دیگی اس کے لئے ضروری ہوگا کہ ان اصولی اور مجازی معانی کی روشنی میں جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے واضح طور پر بتائے کہ خمر اور میسرہ کی Definitions کیا ہیں؟ کون کون سی چیزیں ان میں

Marfat.com

شامل ہیں اور کون کون سی شکلیں مستثنیٰ۔ اس باب میں وہ حکومت ان تفصیلات سے بھی مدد لے گی جو ان امور کے متعلق ادوار میں طے پاتی تھیں۔ یہی قانون ان الفاظ کی صحیح تعبیر ہوگی۔ اس میں نہ صحیح اور غلط کا سوال باقی رہتا ہے نہ میری یا کسی اور کی تعبیر کا۔ باقی رہا قرآن کا وہ حصہ جو علوم سے متعلق ہے تو ظاہر ہے کہ جوں جوں علمِ انسانی ترقی کرتا چلا جائے گا، اس حصّے کے مفہوم میں وسعت پیدا ہوتی چلی جائے گی۔ قرآن کے الفاظ میں یہ اعجاز ہے کہ وہ ہر دور اور ہر ذہنی سطح کے انسان کے لئے روشنی

نبوّت اور رسالت

کا کام دیتا ہے اور یہی درحقیقت رسالت کا کمال ہے۔ نبی اپنے مقام بلند سے حقیقت کو اپنی آنکھوں سے بے نقاب دیکھتا ہے لیکن اس کا اہم فریضہ اس کے بعد شروع ہوتا ہے جس کی رو سے اسے ان کیفیات کو ان لوگوں تک پہنچانا ہوتا ہے جنھوں نے انھیں اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا ہوتا اور پھر صرف اپنے دور کے مخاطبین تک ہی نہیں پہنچانا ہوتا بلکہ ان آنے والے زمانے کے انسانوں تک بھی جن میں علم اپنی وسعت اور بلندیوں کے اعتبار سے کہیں آگے جا چکا ہو، نہ ان کیفیات کا دیکھنا انسان کے اپنے کسب و ہنر سے

Marfat.com

ممکن ہے اور نہ ان کیفیات کی تعبیر کے لئے الفاظ کا انتخاب۔ یہ دونوں منجانب اللہ ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے آج سے چودہ سو سال پیشتر کے ان انسانوں کو بھی ہدایت کی روشنی دی جو اپنی زندہ لڑکیوں کو اپنے ہاتھوں سے زمین میں دفن کر دیا کرتے تھے اور دورِ حاضرہ کے ائمہ علوم وفنون کو بھی اس مقام سے آگے لے جانے کی صلاحیت رکھتا ہے جہاں ان کی فکر نے انھیں پریشان چھوڑ دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس باب میں تعبیرات مختلف ہوں گی اور کسی ایک کی تعبیر دوسرے کے لئے سند اور حجت نہیں ہوگی۔ نہ ہی کسی ایک زمانے کی تعبیر، کسی دوسرے زمانے کے لئے حرف آخر۔ فکرِ انسانی اسی طرح سے آگے بڑھا کرتا ہے۔

آپ کے ذہن میں غالباً یہ ہے کہ ان امور کے متعلق احادیث میں واضح تفاصیل موجود ہیں، اس لئے ہمیں انہی تعبیروں کو صحیح ماننا چاہئے۔ میرا اندازہ ہے کہ آپ نے غالباً احادیث کے مجموعہ میں ابواب التفسیر ملاحظہ نہیں فرمائے۔ ورنہ آپ خود اس نتیجہ پر پہنچ جاتے کہ علومِ قرآنی کی یہ تفاسیر یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں ہی نہیں، یونہی وضعی طور پر آپ کی طرف منسوب کر دی گئی ہیں اور یا اگر کوئی ان کی صحت پر اتنا ہی اصرار کرے تو، زیادہ

سے زیادہ یہ کہا جا سکے گا کہ آپ نے پوچھنے والے کی ذہنی سطح کے مطابق جواب دے دیا تھا۔ (جہاں تک میرا تعلق ہے میں اول الذکر صورت ہی کو صحیح مانتا ہوں) مثلاً موسموں کے تغیر و تبدل کے متعلق بخاری شریف میں ایک حدیث ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ دوزخ کے شکایت کرنے پر اللہ نے اسے دو سانس لینے کا حکم دیا۔ ایک سانس موسمِ سرما ہیں، اور ایک سانس موسم گرما ہیں۔ چنانچہ سخت گرمی اس کے ایک سانس کی وجہ سے ہوتی ہے اور سخت سردی اس کے دوسرے سانس کی وجہ سے (بخاری جلد دوم ص۱۳۶) احادیث کے ابواب التفسیر قریب قریب اسی انداز کے ہیں[۱]۔

جسمانی معراج

اس کے بعد آپ نے یہ لکھا ہے کہ میں نے "معراج انسانیت" میں "عقل و خرد کے تقاضوں کے مطابق جسمانی معراج سے انکار کر دیا ہے"۔ مجھے آپ کا یہ اعتراض دیکھ کر بڑا تعجب ہوا، اس لئے کہ جس شخص کی ساری عمر اس حقیقت کی نشر و اشاعت میں گزر گئی ہو کہ تنہا عقل انسانی راہنمائی کے لئے کافی نہیں ہو سکتی اور حقیقتِ کلی کا ادراک عقل کے بس کی بات

[۱] تفصیل کے لئے دیکھئے "تفسیر بالروایت" کا مضمون جو اسی مجموعہ میں شامل ہے

نہیں، اس کے متعلق یہ کہنا کہ اس نے جسمانی معراج کا انکار اس لئے کر دیا ہے کہ اسے عقل صحیح تسلیم نہیں کرتی، بڑا ہی تعجب انگیز ہے۔ آپ زیادہ نہیں تو کم از کم معارف القرآن کی دوسری جلد میں "وحی" کا عنوان دیکھئے، اس میں شروع کے قریب بیس صفحات اسی دعوے کے اثبات میں صرف کئے گئے ہیں کہ ماورائے عقل امور پر ایمان لانے کے لئے تنہا عقل کو معیار سمجھ لینا بڑا غلط طریق ہے۔ وحی کے متعلق تفصیلی بحث کے بعد جس نتیجہ پر پہنچا گیا ہے اسے اس کتاب میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ

"یہ اصول ہی غلط ہے کہ جس چیز کو ہم عقلاً نہ سمجھ سکیں اس کے وجود سے انکار کر دیا جائے۔" (صلہ ۲۴)

اُسی جلد میں "ابلیس" کا عنوان دیکھئے، اس میں کہا ہی یہ گیا ہے کہ جو علم اور عقل وحی کے تابع نہیں چلتا وہ ابلیس ہے۔ "رسالت" کا عنوان دیکھئے اس کے پہلے صفحے پر یہ لکھا پائیے گا کہ

خرد اندر سرم بت خانہ ریخت

خلیلِ عشق دیرم را حرم کرد

معارف القرآن کی تیسری جلد میں دیکھئے، حضرات انبیائے سابقہ علیہم السلام کے معجزات کے ضمن میں کس طرح ان لوگوں کی تردید

Marfat.com

کی گئی ہے جو معجزات سے اس لئے انکار کرتے ہیں کہ وہ خلافِ عقل ہیں۔ خود "معراجِ انسانیت" میں "معجزات" کا عنوان ملاحظہ فرمائیے اور دیکھئے کہ اس میں معجزات کے امکان میں کیا کیا دلیلیں پیش کی گئی ہیں۔ معراج کے ضمن میں آپ کو کہیں یہ لکھا ہوا نہیں ملے گا کہ جسمانی معراج اس لئے ممکن نہیں کہ یہ عقل کے خلاف ہے۔ معراجِ جسمانی کے متعلق جو کچھ "معراجِ انسانیت" میں لکھا گیا ہے وہ یہ ہے:

> واقعہ کی بنیاد اس پر ہے کہ حضورؐ بہ نفس نفیس (بہ جسد عنصری) بارگاہِ ایزدی میں پہنچے۔ اس سے ظاہر ہے کہ (ان روایات کی رو سے) خدا کسی خاص مقام پر تھا جہاں پہنچکر اس سے ملاقات کی گئی۔ غور فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ تصور کیا اندازہ پیش کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ جو کائنات کے ہر قدم پر موجود ہے مکان و زمان کی تمام نسبتوں سے منزہ و مبّریٰ اور جہت و سمت کے تمام تصورات سے بلند و بالا ہے۔ اسے آسمانوں پر کسی خاص مقام میں متعین کر دینا قرآن کے تصورِ الوہیت کے کس قدر منافی ہے۔ اس کے متعلق اس سے زیادہ کیا کہا جائے کہ ماقدروا اللہ حق قدرہ۔ (صفحہ ۴۳۵-۶)

یہ ہے وہ دلیل جس کی بنا پر میں قرآنی تصریحات کی روشنی میں یہ سمجھتا

Marfat.com

ہوں کہ حضورؐ بہ جسد عنصری کسی مقام پر اللہ تعالیٰ سے ملنے کے لئے تشریف نہیں لے گئے۔ اگر آج سائنس کی کوئی ایجاد اس کا امکان بھی پیدا کر دے کہ کوئی شخص روشنی کی رفتار سے مریخ یا چاند کے کرّوں تک پہنچ جائے اور پھر چند ثانیوں میں واپس لوٹ آئے تو میں پھر بھی حضورؐ کے معراج کو جسمانی نہیں تسلیم کروں گا، اس لئے کہ میرے دعوے کی بنیاد ہی دوسری ہے اور وہ (جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے) یہ ہے کہ جسمانی معراج سے یہ تصور کرنا لازم آتا ہے کہ خدا کسی خاص مقام پر موجود ہے اور میرے نزدیک خدا کے متعلق یہ تصور قرآن کی بنیادی تعلیم کے خلاف ہے۔

دو اور دو چار کی مثال

آپ نے دو اور دو چار کی مثال کے متعلق جو فرمایا ہے تو اس کے متعلق عرض ہے کہ میں نے دو اور دو کی مثال روزمرہ کے محاورے کے مطابق دی ہے، اسے ابدی حقیقت تصور کرتے ہوئے پیش نہیں کیا۔ میرا کہنا صرف یہ تھا کہ جو شخص حق پر ہوتا ہے وہ پہلے ہی اپنی حد سے آگے نہیں بڑھا ہوتا کہ دوسرے سے مفاہمت کی خاطر وہ کچھ پیچھے ہٹ سکے۔ اس لئے اس کا اپنے مقام پر کھڑے

Marfat.com

رہنا کسی ضد یا ہٹ دھری کی بنا پر نہیں ہوتا بلکہ اس لئے ہوتا ہے کہ اس سے پیچھے ہٹنے میں وہ اپنے مقام سے گر جاتا ہے۔ اس بات کو میں نے دو اور دو چار کی مثال سے سمجھانے کی کوشش کی ہے اگر ریاضی دان دو اور دو کو تین ۳ بتا دیں تو ظاہر ہے کہ ہماری زبان میں یہی مثال رائج ہو جائے گی اور ریاضی کی اس تبدیلی سے اصل مفہوم میں کچھ فرق نہیں پڑے گا۔ یہ چیز میری بحث سے باہر تھی کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں یا کچھ اور۔ علوم جدیدہ کا جو کچھ تھوڑا بہت مطالعہ میں نے کیا ہے میں ان کی حقیقت سے واقف ہوں اور انھیں کبھی ابدی حقیقتوں کا درجہ نہیں دیتا ابدی حقیقتیں اس آسمان کے نیچے صرف خدا کی کتاب میں ہیں اور صرف وہی دعویٰ مبنی برحقیقت کہلانے کا سزاوار ہو سکتا ہے جو قرآنی حقائق کے ساتھ مطابقت رکھے۔

الفاظ کے نئے معنی آپ نے یہ لکھا ہے کہ میں بعض الفاظ کے متداول اور معروف معنی چھوڑ کر انھیں نئے معنی دے رہا ہوں اور نئے معنوں کے لحاظ سے ان پر حکم لگا رہا ہوں۔

Marfat.com

آپ نے میری تحریروں میں کم از کم اتنا تو دیکھا ہوگا کہ میں لفظوں کے گورکھ دھندے میں اُلجھنے یا اُلجھانے کا عادی نہیں۔ لیکن یہ حقیقت آپ کی نگاہوں سے اوجھل نہیں کہ لفظ فی ذاتہٖ کوئی شے نہیں ہوتا بلکہ وہ ایک اشارہ Symbol ہوتا ہے کسی تصور کو دوسرے تک پہنچانے کا۔ اس اشارے کے لئے ضروری ہے کہ وہ فریقین کے درمیان متفق علیہ Agreed Upon ہو۔ مثلاً جب میں پانی کہتا ہوں تو میرا ملازم سمجھ لیتا ہے کہ میں نے کیا مانگا ہے اس لئے کہ جو تصور پانی کا لفظ پیش کرتا ہے وہ ہم دونوں کے نزدیک متفق علیہ اور مشترک ہے۔

جب ہم مذہب کا لفظ بولتے ہیں تو یہ ایک خاص تصوّر کا مظہر (Expression) ہوتا ہے۔ میری قرآنی بصیرت نے مجھے اس نتیجہ پر پہنچایا ہے کہ جو تصور آج کل مذہب کا لفظ پیش کرتا ہے وہ تصور قرآن کے خلاف ہے۔ میرے پیشِ نظر مقصد یہ ہے کہ میں مسلمانوں پر واضح کردوں کہ مذہب کا جو تصور ان کے ذہن میں ہے وہ قرآنی تصور نہیں[1]۔ میں یہ جانتا ہوں کہ جب تک یہ لفظ ہمارے ہاں

---

[1] ان امور کی تفصیل کے لئے دیکھئے "اسباب زوالِ اُمت" جو دورِ حاضرہ کا انقلاب آفریں مقالہ ہے۔

Marfat.com

انہی معنوں میں استعمال ہوتا رہے گا۔ اس تصور کی اصلاح ناممکن ہے جسے یہ لفظ پیش کر رہا ہے، بالخصوص اس لئے کہ یہ لفظ صرف ہمارے ہاں ہی رائج نہیں بلکہ دنیا کی اور قومیں اپنے تصور کے لئے بھی مذہب ہی کا لفظ استعمال کرتی ہیں۔ جن معنوں میں مذہب کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے قرآن، اسلام کو ان معنوں میں مذہب قرار ہی نہیں دیتا۔ قرآن مذہب کے اس تصور کو مٹانے کے لئے آیا تھا جو تصور یہ لفظ پیش کرتا ہے۔ ان حالات کے ماتحت مسلمانوں کے سامنے قرآن کا صحیح تصور لانے کے لئے پہلا قدم یہ ہے کہ انھیں یہ بتایا جائے کہ اسلام کے لئے اس اصطلاحی لفظ کا استعمال ہی غلط ہے۔ پھر سُن رکھئے کہ مجھے کسی خاص لفظ سے چڑ نہیں بلکہ اصل بحث اس تصور سے ہے جو وہ لفظ پیش کرتا ہے اور چونکہ تصور اور لفظ کا ساتھ جسم وجان کا ساتھ ہوتا ہے، اس لئے اس تصور کو ذہنوں سے مٹانے کے لئے اس لفظ کا بدلنا بہت ضروری ہے۔ مثلاً اُردو زبان میں "صبر" کا لفظ ایک خاص تصور پیش کرتا ہے۔ جب ہم کسی سے کہتے ہیں کہ "بھائی صبر کرو، صبر کے سوا چارہ نہیں" تو اس سے انتہائی بے چارگی اور بے بسی کا مفہوم سامنے آجاتا ہے۔ اب جس وقت ہم قرآن کی اس آیت "ان اللہ مع الصابرین"

Marfat.com

کا یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ "اللہ ان کے ساتھ ہے جو صبر کرتے ہیں" تو اس لفظ صبر سے فوراً ذہن بے چارگی اور بے بسی کے اس مفہوم کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ قرآن نے جہاں صبر کی تاکید کی ہے اس صبر سے قطعاً وہ مفہوم نہیں جو یہ لفظ ہماری زبان میں پیش کرتا ہے۔ جب میں صبر کا قرآنی مفہوم سمجھاتا ہوں تو اس کے مفہوم کو صحیح طور پر ادا کرنے کے لئے اُردو میں صبر کی بجائے استقامت کا لفظ استعمال کرتا ہوں۔ یہ لفظ عربی زبان اور قرآنی منطوق کے اعتبار سے صبر کے مفہوم کو زیادہ صحت کے ساتھ ہمارے سامنے پیش کرتا ہے (اگرچہ صبر کا صحیح مفہوم اس سے بھی وسیع ہے) لہٰذا جب میں کہتا ہوں کہ ہمیں صبر کے لفظ کی بجائے استقامت کا لفظ استعمال کرنا چاہیئے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ میں لوگوں کو صبر سے باز رکھنا چاہتا ہوں۔ میرا مفہوم تو یہ ہے کہ لوگ صبر کے غیر قرآنی مفہوم کو دل سے نکال دیں اور اس کی جگہ

قرآنی اصطلاحات

قرآنی مفہوم اپنے سامنے رکھیں۔ ہمارے ہاں قرآن کی قریب قریب تمام اصطلاحیں غیر قرآنی مفہوم کے ساتھ رائج ہو چکی ہیں، یا کم از کم یہ کہیئے کہ وہ قرآنی مفہوم کی حامل نہیں رہیں۔ مثلاً صبر،

Marfat.com

شکر، عبادت، تقویٰ یا دوسری طرف فسق، فجور، اثم، عدوان وغیرہ یا آگے بڑھتے تو فساد، اصلاح، حسنات، سئیات وغیرہ. قرآن نے ان الفاظ کو ایک خاص مفہوم کی وضاحت کے لئے استعمال کیا ہے. لیکن اب ان الفاظ سے ہمارے ذہن میں قرآنی مفہوم نہیں آتا۔ میری کوشش یہ ہے کہ ان کے مروجہ مفہوم کی بجائے قرآنی مفہوم ذہنوں میں پیوست کیا جائے کیونکہ جب تک ایسا نہیں کیا جائے گا قرآن کی صحیح تعلیم سمجھ میں آہی نہیں سکتی۔ جب میں کسی مروجہ لفظ کی بجائے دوسرے لفظ کی ترویج کی دعوت دیتا ہوں تو اس سے مقصود صرف یہی ہوتا ہے۔ اگر آج ایسا التزام کیا جا سکے تو ہمارے تمام لٹریچر میں یہ الفاظ خالص انہی معانی میں استعمال ہوں جن معانی میں انھیں قرآن نے استعمال کیا ہے تو میرا مقصود پورا ہو جائے گا۔

اگر کوئی شخص مذہب کی بجائے دین کی طرف دعوت دینے سے یہ سمجھتا ہے کہ میں دہریت کی طرف دعوت دیتا ہوں تو ایسی ذہنیت کا علاج میرے پاس کچھ نہیں۔ میں علیٰ وجہ البصیرت دیکھ رہا ہوں کہ مسلمان قرآن سے ہٹ کر دوسری راہوں پر بہے چلے جا رہے ہیں میرے نزدیک ان کے سامنے صحیح دین پیش کرنے کا

Marfat.com

ایک ہی طریقہ ہے کہ ان کے سامنے خالص قرآن پیش کیا جائے، اس لئے کہ اس چودہ سو سال میں قرآن اور صرف قرآن ہی وہ چیز ہے جو اپنے مقام پر قائم رہی ہے، اس کے علاوہ اور کوئی چیز اپنے حقیقی مقام پر نہیں رہی اور نہ ہی ہمارے پاس

میری دعوت

کوئی دوسرا ذریعہ ایسا ہے جس سے ہم ان چیزوں کا صحیح اور اصلی مقام متعین کر سکیں۔ اگر میری اس دعوت کی مخالفت ہوتی ہے تو اس میں کوئی چیز وجہ تعجب نہیں، اس لئے کہ میری دعوت لوگوں کے ساتھ ساتھ چلنے کی نہیں بلکہ انھیں ان کی موجودہ روش سے روک کر دوسری راہ پر لے جانے کی ہے۔ مخالفت اُس کی نہیں ہوگی جو ان کی روش کی تائید کرے گا، لیکن جو انھیں اس روش سے روکے گا اس کی مخالفت ناگزیر ہے۔

میں جو کچھ کہتا ہوں ہوسکتا ہے کہ اس میں غلطی بھی کر جاؤں لیکن میں صرف اس غلطی کو غلطی تسلیم کروں گا جسے قرآن کی رُو سے غلط ثابت کر دیا جائے گا۔ کتنی ہی غلطیاں ایسی ہیں ہم نے جن کی اسی طرح اصلاح کی ہے اور آئندہ کے لئے بھی اس قسم کی اصلاح کے لئے ہر وقت تیار رہوں اور اصلاح کرانے والے کا شکر گذار۔ والسّلام۔

Marfat.com

(س) نیابتِ الٰہی کراچی سے ایک صاحب دریافت فرماتے ہیں کہ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ اسلام میں حقِ حکومت صرف خدا کو حاصل ہے اور ملتِ اسلامیہ اس کے نائب کی حیثیت سے حکومت کرتی ہے۔ حکومتِ پاکستان نے اپنی قراردادِ مقاصد میں بھی یہ لکھا ہے کہ اختیارِ اعلیٰ Sovereignty خدا کے لئے ہے لیکن اس نے اپنے اختیارات بندوں کو تفویض Delegates کر دیئے ہیں۔ یہ تصور تھیوکریسی Theocracy کی طرف لے جاتا ہے کیونکہ اس میں بھی یہ کہا جاتا تھا کہ اصل اختیار تو خدا کو حاصل ہے لیکن الٰہی Divine Rights کو بادشاہ استعمال کرتا ہے۔ ڈاکٹر اقبال نے بھی اپنے ہاں مردِ مؤمن کو نائبِ حق کہا ہے۔ ان دونوں تصورات میں کیا فرق ہے؟

جواب ہمارے نزدیک نیابتِ الٰہی کا تصور صحیح نہیں۔ خدا نے یہ کہیں نہیں کہا کہ ہم نے اپنے اختیارات کسی اور کو تفویض کر دیئے ہیں، خواہ وہ کوئی بادشاہ ہو یا انسانوں کی جماعت اور اب وہ بادشاہ یا جماعت خدا کے Behalf پر دنیا میں حکومت کرینگے۔ نیابت کی سند

خلافتِ آدم عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ خدا نے انسان کو اپنا خلیفہ بنایا۔ یہ تصور

Marfat.com

بھی غیر قرآنی ہے. قرآن میں کہیں نہیں لکھا کہ خدا نے انسان کو اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ خلیفہ کے معنی جانشین Successor ہیں اور جانشینی اس کی کی جا سکتی ہے جو خود موجود نہ ہو، اس لئے خدا کا جانشین Successor ہونے کا تصور غلط ہے۔ (خلیفہ کے صحیح مفہوم کے لئے معارف القرآن کی دوسری اور چوتھی جلد ملاحظہ فرمایئے) ہمارے مذہب پرست طبقہ کے سامنے تھیوکریسی ہی کا تصور ہے۔ ان کے نزدیک زمامِ حکومت اربابِ مذہب کے ہاتھ میں ہونی چاہئے جو خدا کے نائبین کی حیثیت سے حکومت کرینگے۔ یہ نائبین زمین پر خدا کا سایہ ہوں گے کیونکہ روایات کی رو سے سلاطین ظلّ اللہ ہوتے ہیں۔ انہی کی غوغا آرائی سے ہمارے ارکانِ حکومت بھی متاثر ہو گئے۔ اور انھوں نے قراردادِ مقاصد میں انہی کی تقلید میں یہ لکھ دیا کہ حکومت خدا کے تفویض کردہ اختیارات Delegated Powers کو استعمال کرے گی۔ جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے، انسان نہ خدا کا نائب ہے نہ خلیفہ اور نہ ہی خدا نے اسے اپنے اختیارات تفویض Delegate کئے ہیں۔ اسلام تھیوکریسی کے اس تصور کو مٹانے کے لئے آیا تھا۔

جو قوم دنیا میں حکومت قائم کرنا چاہتی ہے اسے یہ فیصلہ

Marfat.com

کرنا ہوتا ہے کہ اس کی حکومت کی عمارت کن بنیادوں پر استوار ہوگی۔ جب تک یہ اصول طے نہ پا جائیں اس وقت تک کسی حکومت کا قیام آئینی طور پر صحیح نہیں ہوتا۔ عام حکومتیں خود اپنے وضع کردہ اصولوں کے مطابق اپنی حکومت کی بنیادیں متعین کرتی ہیں لیکن جس حکومت کا تصور قرآن نے دیا ہے اس میں حکومت انسانی ذہنوں کے وضع کردہ اصولوں کے مطابق متشکل نہیں ہوتی بلکہ ان اصولوں

اسلامی مملکت

کے مطابق قائم کی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسانی معاشرہ کے لئے متعین فرماتے ہیں اور جو قرآن کے اندر محفوظ ہیں، یعنی یہ وہ حدود اللہ ہیں جن کے اندر انسان اپنے اختیارات کو استعمال کر سکتے ہیں، بالفاظِ دیگر قرآنی حکومت انسانی اختیارات و باہمی معاملات کی حدود متعین کرتی ہے۔ یہ حدود غیر متبدل ہیں اور تمام نوعِ انسانی کو محیط، ان حدود کے اندر انسان اپنے اختیارات کے استعمال میں خودمختار ہوتا ہے جس طرح فٹ بال کی گراؤنڈ میں حدود و قیود کو ملحوظ رکھتے ہوتے ہر کھلاڑی اپنے جوہر کے مظاہرے میں صاحب اختیار ہوتا ہی ان الحکم الا للہ سے یہی مفہوم ہے حکم کے معنی ہی روکنے کے ہیں اور خدا کے حکم سے مفہوم یہ ہے کہ وہ بتا دے کہ انسانی اختیار

Marfat.com

کو کہاں مرکنا چاہتے۔ یہ حکومت خدا کی جانشین نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کے اختیارات خدا کے تفویض کردہ Delegated ہوتے ہیں۔ انسان صاحبِ اختیار ہے جو قوم اپنے اختیارات کو اپنی وضع کردہ حدود کے مطابق استعمال کرتی ہے وہ غیر قرآنی حکومت کہلاتی ہے اور جو قوم ان اختیارات کو قرآنی حدود کے تابع استعمال میں لاتی ہے اسے قرآنی حکومت کہا جاتا ہے۔ طلوعِ اسلام نے جب کبھی قرآنی حکومت یا خدا کی حکومت کا نام لیا ہے تو اس سے مقصود اسی قسم کی حکومت ہے۔[1]

علامہ اقبالؒ کے ہاں نائب حق کی اصطلاح ضرور ملتی ہے لیکن اگر ان کی پوری تعلیم کو سامنے رکھا جائے تو یہ حقیقت سمجھ میں آسکتی ہے کہ ان کے پیشِ نظر تصور وہی تھا جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے اور جو تھیوکریسی کے یکسر مخالف ہے، وہ اس اصطلاح کو استعمال نہ فرماتے تو اچھا تھا کیونکہ اس سے بعد میں التباس کا امکان ہو سکتا ہے۔

---

[1] ان امور کی تفصیل "قرآنی دستور پاکستان" میں آچکی ہے جو طلوعِ اسلام کی طرف سے الگ شائع کر دیا گیا ہے۔

Marfat.com

دُوسرا خط

ایک صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

آپ کے ہاں تمسک بالقرآن کی دعوت ہے۔ درآنحالیکہ شارع علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ حضورؐ نے دنیا میں دو چیزیں چھوڑی ہیں ایک قرآن دوسری سنت۔ موخرالذکر کے باب میں آپ قریب قریب خاموش ہیں۔ کیا یہ روش بروئے قرآن درست ہے! آپ کے نزدیک سنت سے کیا مفہوم ہے اور اس کا علم امت تک کس ذریعہ سے پہنچا!

طلوع اسلام - ایک روایت میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں۔ کتاب اور سنت، دوسری روایت میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ وہ دو چیزیں ہیں۔ کتاب اللہ اور اہل بیت اور تیسری روایت میں ہے کہ حضورؐ نے امت کے لئے صرف کتاب اللہ چھوڑی۔

ہمارے پاس کوئی خارجی شہادت ایسی نہیں جس سے ہم آج یقینی طو

Marfat.com

کہہ سکیں کہ ان روایات میں سے کونسی رسول اللہ ؐ کی ہے۔ یہ تینوں روایات کتبِ احادیث میں مذکور ہیں اور رسول اللہ کی طرف منسوب۔ کتب احادیث حضورؐ کے سینکڑوں سال بعد مدوّن ہوئیں اور اس طرح کہ زید نے سُنا بکر سے اور بکر نے سُنا خالد سے اور خالد نے سُنا عمر سے...... ظاہر ہے کہ یہ طریق نہ علم کہلا سکتا ہے (کہ علم کے لئے یقین ضروری ہے) اور نہ ہی شہادت (کہ شہادت عینی ہونی چاہئے) لامحالہ ہمیں داخلی شہادت کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ داخلی شہادت یہ ہے کہ قرآن کا دعویٰ ہے کہ وہ رسول اللہ پر نازل ہوا اور اس کی حفاظت کا ذمّہ خود اللہ نے لیا۔ اس کے ایک حرف تک میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا یہ تو یقینی ہے۔ اس پر ہمارا ایمان ہے۔ اب اگر اس کے ساتھ "سنت" بھی رسول اللہ ؐ نے چھوڑی تھی تو وہ کون سی کتاب ہے جس میں خود رسول اللہ نے اپنی سنت کو جمع کر کے امت کو دیا تھا۔ اگر رسول اللہ نے قرآن کے ساتھ کوئی مجموعہ سنن بھی امت کو دیا ہوتا تو جس طرح صحابہؓ نے قرآن کی نقول اطراف و جوانب میں پہنچائی تھیں وہ اس مجموعہ کی بھی نشر و اشاعت کرتے۔ نشر و اشاعت نہ سہی، خود مدینہ طیبہ ہی میں اس کا کوئی نسخہ

Marfat.com

ہوتا۔ ایسا تو کہیں نہیں ہوا۔ اس کے برعکس خود حضرات جامعین احادیث نے بھی تسلیم کیا ہے کہ انھوں نے اپنے مجموعے کسی ایسے مجموعہ سے مرتب نہیں فرمائے جسے رسول اللہ نے چھوڑا ہو بلکہ انھوں نے روایات کو لوگوں کی زبانی سُنکر جمع کیا ہے اور پھر ان میں سے جسے قابلِ قبول سمجھا اسے اپنے مجموعہ میں درج کیا ہے (چنانچہ امام بخاریؒ نے قریب چھ لاکھ روایات میں سے پانچ لاکھ چورانوے ہزار کو مسترد کر دیا اور قریب چھ ہزار احادیث کو اپنے ہاں درج کیا)۔ اس سے ظاہر ہے کہ رسول اللہؐ نے قرآن کے علاوہ کوئی اور مجموعہ امت کے لئے نہیں چھوڑا۔

کہا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ نے قرآن کو تو لکھوا کر مجموعہ کی شکل میں چھوڑا لیکن اگر کوئی دوسری چیز یعنی سنت بھی رسول اللہ کے نزدیک اپنی امت کے لئے ایسی واجب الاتباع ہوتی جیسی قرآن ہی تو رسول اللہ کا فریضہ رسالت تھا کہ اسے بھی محفوظ اور مستند طور پر امت کو دے کر تشریف لے جاتے لیکن نہ رسول اللہؐ نے ایسا کیا اور نہ صحابہ کبارؓ ہی نے اس کی ضرورت سمجھی۔ اس داخلی شہادت سے واضح ہے کہ رسول اللہ نے امت کے لئے ایک ہی چیز چھوڑی تھی اور وہ کتاب اللہ تھی۔

رسول اللہ خود بھی قرآن ہی کی اتباع فرماتے تھے اور

Marfat.com

امت کو بھی اسی کی اتباع کی تاکید فرماتے تھے البتہ رسول اللہؐ نے جب قرآنی نظام کی عملی تشکیل فرمائی تو حضورؐ نے قرآن کے متعین شدہ احکام کو نافذ کیا اور اسکے اصولی احکام کی جزئیات اپنے زمانہ کے تقاضوں کے مطابق خود مرتب فرمائیں۔ قرآن کے متعین شدہ احکام اور اصول سب قرآن کے اندر محفوظ ہیں باقی رہیں اصولی احکام کی مستنبط شدہ جزئیات، سو انہیں ہر زمانے میں وقت کے تقاضوں کے مطابق اسلامی حکومت کو متعین کرنا تھا۔ جب تک اسلامی حکومت رہی وہ ان جزئیات کو متعین کرتی رہی۔ جب اس کا سلسلہ منقطع ہو گیا، یہ کام بھی رک گیا۔ اب اگر کہیں پھر اسلامی حکومت کا قیام ہو تو وہ پھر ان جزئیات کو مرتب کرے۔ اس تعیین جزئیات میں وہ حکومت تاریخی نظائر سے بھی مدد لے سکتی ہے۔ یہ نظائر کتب احادیث سے مل سکتے ہیں، لیکن بڑی تحقیق و کاوش کے بعد اس لئے کہ ان مجموعوں میں صحیح اور غلط سب ملے جلے ہیں۔ جیسا کہ پہلے لکھا گیا ہے، ہمارے پاس کوئی خارجی شہادت ایسی نہیں جس سے ہم یقینی طور پر کہہ سکیں کہ فلاں روایت صحیح ہے اور فلاں غلط۔ داخلی طور پر ہم اتنا کر سکتے ہیں کہ چونکہ رسول اللہؐ کا کوئی قول و عمل قرآن کے خلاف نہیں ہو سکتا تھا، اس لئے ہم ان مجموعوں کو قرآن کی روشنی میں پرکھیں اور جو کچھ

Marfat.com

قرآن کے مطابق ملے اسے الگ کرلیں۔ اس کے متعلق ہم کہہ سکیں گے کہ اس کا امکان ہے کہ یہ رسول اللہؐ ہی کے اقوال و اعمال ہوں یقینی طور پر بھی ہم انھیں رسول اللہ کی طرف منسوب نہیں کرسکتے اور اس کے بعد ہم ان سے قانونی نظائر Possible Precedents کے طور پر متمتع ہو سکیں گے۔ یعنی اپنے زمانہ کے تقاضوں کے مطابق قرآنی اصول کے جزئیات متعین کرنے میں ان نظائر سے فائدہ اٹھایا جا سکے گا۔

یہ ہے "سنت" کا مفہوم ہمارے نزدیک اور یہ ہے اس کا امکانی ذریعۂ علم۔ طلوع اسلام اس باب میں خاموش نہیں رہا۔ وہ تو شروع سے اس کی صحیح پوزیشن کی وضاحت میں ساعی ہے۔ باقی رہی اس کی دعوت تمسک بالقرآن، سو یہ وہی دعوت ہے جو خود رسول اللہ کی دعوت تھی۔ حضورؐ بھی تمسک بالقرآن ہی کی دعوت دیا کرتے تھے اور آپ کی بعثت گرامی سے یہی مقصود تھا اور عمل بالقرآن ہی کا نام عمل بالسنت ہے کہ حضورؐ بھی قرآن ہی پر عمل کیا کرتے تھے

Marfat.com

تیسرا خط

لاہور سے ایک صاحب لکھتے ہیں کہ

اس میں شبہ نہیں کہ رسول اللہ صلعم نے احادیث کا کوئی مجموعہ اُمت کو نہیں دیا۔ نہ ہی کسی کو اپنی احادیث حفظ یاد کرائیں لیکن اتنا تو ماننا پڑے گا کہ احادیث کی موجودہ کتابوں میں غلط اور صحیح دونوں قسم کی حدیثیں موجود ہیں۔ صحیح حدیثوں کا معیار یہ ہے کہ وہ قرآن کریم کے مطابق ہوں اس لئے آپ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ ان کتابوں میں جو حدیثیں قرآن کے مطابق ہوں اُنھیں چھانٹ کر الگ کر لیجئے اس مجموعہ کو رسول اللہؐ کی حدیثیں تسلیم کر لیا جائے۔ اس طرح قرآن اور اس کے ساتھ اس کی وہ تشریح جو رسول اللہ نے فرمائی تھی ہمارے سامنے آجائے گی۔ ان ہی کا نام اسلامی شریعت ہوگا۔

جواب | آپ نے لکھا ہے کہ جو حدیثیں قرآن کے مطابق

Marfat.com

ہوں انھیں الگ کر لیا جائے اور اس منتخب مجموعہ کو رسول اللہ صلعم کی صحیح حدیثیں تصور کر لیا جائے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ اصل حقیقت تک نہیں پہنچے۔ غلط حدیثوں سے قطع نظر جنھیں آپ صحیح حدیثیں قرار دیتے ہیں ان کی بھی دو قسمیں ہوں گی۔ مثلاً قرآن کریم میں ہے کہ عدل کرنا ضروری ہے کسی حدیث میں ایک واقعہ ملتا ہے جس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے اس معاملہ میں عدل فرمایا ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ واقعہ صحیح ہوگا کیونکہ اس میں بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے قرآن کے حکم کے مطابق عدل کیا، یہ آپ کی تجویز کردہ حدیثوں کی ایک قسم ہوگی لیکن یہ ظاہر ہے کہ اس سے ہمیں اپنے معاملات میں کوئی ایسی راہنمائی نہیں ملے گی جو قرآن میں موجود نہ تھی۔ عدل کا حکم قرآن میں موجود ہے اسی پر رسول اللہ صلعم نے عمل کیا اسی پر ہم عمل کریں گے

جس مقام پر حدیث کی اصل ضرورت بتائی جاتی ہے وہ اور ہے۔ قرآن میں اکثر و بیشتر احکام صرف اصولی طور پر دیتے گئے ہیں اور کہا یہ جاتا ہے کہ ان اصولی احکام کی جو تشریح رسول اللہ صلعم نے فرمائی وہ تشریح قیامت تک کے لئے غیر متبدل ہے اور ہر زمانہ کے مسلمانوں کے لئے واجب الاتباع ہے۔ مثلاً قرآن میں ہے آتوالزکوٰۃ (زکوٰۃ دو) یہ اصولی حکم ہے۔ حدیث میں ہے کہ زکوٰۃ کے معنی

Marfat.com

ہیں اڑھائی فیصدی کو نہ دو فیصدی کیا جا سکتا ہے نہ تین فیصدی گویا قرآن کے حکم اٰتوالزکوٰۃ سے مراد ہے اڑھائی فیصدی ہمیں ردوبدل کرنے سے دین کی نفی ہو جاتی ہے .... آپ فرمائیے کہ اس حدیث کے متعلق کس طرح سے فیصلہ کیا جائے کہ یہ صحیح ہے یا غلط۔ آپ کہتے ہیں کہ جو حدیث قرآن کے مطابق ہو اسے صحیح مان لیا جائے لیکن یہاں تو یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ "اڑھائی فیصدی" قرآن کے مطابق یا اسکے خلاف ہے۔ اب فرمائیے کہ ہمارے پاس وہ کونسا ذریعہ ہے جس سے ہم یقینی طور پر یہ کہہ سکیں کہ یہ حدیث صحیح ہے یا غلط کیونکہ آپ نے اس کا معیار یہ بتایا تھا کہ جو حدیث قرآن کے مطابق ہو اسے صحیح تسلیم کر لیا جائے اور جو اس کے خلاف ہو اسے چھوڑ دیا جائے۔

اسی نکتہ کو ذرا اور وضاحت سے سن لیجئے۔ نصاب زکوٰۃ کے بعد سب سے اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کس کس چیز پر فرض ہے مثلاً یہ کہ جو زیور روزمرہ کے پہننے کا ہو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں۔ بہت سی احادیث ہیں جن میں آیا ہے کہ ان میں زکوٰۃ نہیں۔ اس کے برعکس بہت سی حدیثیں ایسی ہیں جن میں آیا ہے کہ ان پر زکوٰۃ دینا ضروری ہے۔ دونوں قسم کی حدیثیں حدیث کی صحیح ترین کتابوں میں موجود ہیں اور دونوں کے راوی اولوالعزم صحابہؓ ہیں۔ اب فرمائیے کہ ان میں سے کس حدیث کے متعلق

Marfat.com

یہ سمجھا جاتے کہ وہ قرآن کے مطابق ہے اور کس کے متعلق یہ کہا جاتے کہ وہ قرآن کے خلاف ہے۔

یا فرض کیجئے کہ اس معاملہ میں ایک ہی مضمون کی حدیثیں ہوتیں تو بھی اس کا فیصلہ کس طرح سے ہوسکتا تھا کہ وہ قرآن کے مطابق ہے یا مخالف۔

آپ نے دیکھ لیا ہوگا کہ حدیثوں کے پرکھنے کے معاملہ میں یہ اصول بھی کام نہیں دے سکتا۔ یہی وہ مقام ہے جہاں درحقیقت اقرار اور انکار حدیث کا سوال پیدا ہوتا ہے یعنی اقرار حدیث والے کہتے ہیں کہ قرآن کے اصولی احکام کی وہی جزئیات شریعت کی حیثیت رکھتی ہیں جو رسول اللہ نے بیان فرمادیں ان میں ذرا سا ردوبدل بھی دین کی نفی ہے۔ انکار حدیث والے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی ذریعہ ایسا ہے ہی نہیں جس سے یہ معلوم کیا جاسکے کہ فلاں جزئیات فی الواقعہ رسول اللہ صلعم نے متعین فرمائی تھیں۔ اقرارِ حدیث والوں کا متشدد طبقہ یہ کہتا ہے کہ ائمہ حدیث نے جن حدیثوں کو صحیح قرار دیدیا ہے ان کے متعلق یہ ماننا ہوگا کہ وہ یقینی طور پر رسول اللہ صلعم کی ہیں۔ اس کے یہ معنی ہوئے کہ دین کے معاملہ میں ہمارے ایمان کا دارومدار ائمہ کے فیصلوں پر رہ گیا۔ دوسرا طبقہ

Marfat.com

مقدلین کا ہے (جس میں آپ بھی شامل ہیں) ان کا خیال ہے کہ ہمیں خود انتخاب کرنا چاہیے کہ کونسی حدیثیں صحیح ہیں اور کونسی غلط۔ یعنی اس صورت میں اُمت کے ایمان کا مدار ہمارے فیصلوں پر ہوگا۔ ہم پوچھتے یہ ہیں کہ ائمہ احادیث کو یا آج ہمیں یہ کیا حق حاصل ہے کہ ہم یہ فیصلہ کر دیں کہ فلاں حکم رسول اللہ صلعم کا ہے اور فلاں نہیں۔

اب آپ یقیناً کہیں گے کہ قرآن کا حکم (اٰتوا الزکوٰۃ) محض اصولی ہے جس پر عمل نہیں ہو سکتا جب تک اس کی جزئیات متعین نہ کی جائیں۔ اللہ نے جزئیات متعین نہیں کیں اور رسول اللہ صلعم کی متعین کردہ جزئیات کے متعلق یہ دشواری ہے کہ ہم یقینی طور پر کہہ نہیں سکتے کہ رسول اللہؐ نے کیا بات کہی تھی اور کیا بات نہیں کہی تھی تو اس حکم پر عمل کرنے کی صورت کیا ہو؟

یہ تھی وہ اُلجھن جس کے پیشِ نظر ایک گروہ نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ قرآن میں ہر حکم کی تفصیلی جزئیات بھی موجود ہیں۔ اسی غلط تصور کے ماتحت وہ لگے قرآن میں کھینچا تانی کرنے۔ اس گروہ کو اہلِ قرآن یا چکڑالوی کہا جاتا ہے۔

دوسرے گروہ نے اس اُلجھاؤ سے نکلنے کی یہ صورت سمجھی کہ جو

Marfat.com

باتیں امت میں تواتر سے چلی آتی ہیں (یعنی مسلسل اور متواتر چلی آرہی ہیں) ان کے متعلق سمجھ لیا جاتے کہ وہ رسول اللہ صلعم نے متعین کی تھیں۔ یہ وہ گروہ ہے جو اہلِ حدیث اور اہل قرآن کے بین بین چلتا ہے۔ لیکن اگر تواتر کو یقین کا مرتبہ دیدیا جائے تو اس باطنی علم کے متعلق کیا کہا جائے گا جسے ایک پیر نام گنا گنا کر مسلسل اور متواتر رسول اللہ صلعم تک پہنچا دیتا ہے۔ اس کے ہر مرید کو یہ شجرۂ نسب زبانی یاد ہوتا ہے جسے وہ ہر صبح وظیفہ کے طور پر دُہراتا ہے اور ہر رسمِ خانقہی کو مسلسل ومتواتر رسول اللہ صلعم تک پہنچا کر دم لیتا ہے۔

اور تیسرا گروہ منکرینِ قرآن کا ہے جو اس کا اعلان کرتا ہے کہ قرآن ناقص کتاب ہے جس کی تکمیل رسول اللہ کی تشریح کے بغیر ناممکن تھی۔ رسول اللہ صلعم کی یہ تشریحات احادیث کے مجموعوں میں ہیں۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ احادیث کے ان مجموعوں میں تو ایسی احادیث بھی ہیں جو قرآن کے خلاف جاتی ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ حدیث قرآن کے حکم کو منسوخ بھی کر سکتی ہے اور جب ان سے یہ کہا جاتا ہے کہ جب حدیث کے بغیر قرآن اس طرح ناقص (بلکہ ناقابلِ عمل) رہ جاتا تھا تو کیا رسول اللہ کے لئے لازم نہیں تھا کہ وہ ان احادیث کا ایک مستند

Marfat.com

اور مصدقہ مجموعہ مرتب کر کے اسی طرح امت کو دے جاتے جس طرح قرآن دیا گیا تھا تو یہ منکرین قرآن انتہائی بے باکی اور جہالت سے یہ کہتے ہوتے نہیں شرماتے کہ اس کا بھی کیا ثبوت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے امت کو قرآن محفوظ شکل میں دیا تھا۔ رسول اللہ صلعم نے جس طرح احادیث کو غیر محفوظ چھوڑا تھا اسی طرح قرآن کو بھی غیر محفوظ چھوڑ دیا تھا۔ قرآن کو بھی بعد میں مسلمانوں نے خود مرتب کیا اور حدیث کو بھی۔ اس لئے ان دونوں میں کیا فرق ہے؟

ظاہر ہے کہ اس جواب کے بعد نہ قرآن ہی قابلِ یقین رہتا ہے نہ احادیث اور یہی ان منکرینِ قرآن کا مقصود تھا، انھیں خطرہ تھا کہ جب مسلمانوں کو یہ پتہ چل گیا کہ حدیث محفوظ نہیں تھی تو وہ قرآن کی طرف رجوع کر جائیں گے۔ اس خطرے سے مامونیت کا یہی طریقہ تھا کہ مسلمانوں کے دلوں میں یہ شبہ پیدا کر دیا جائے کہ قرآن بھی محفوظ نہیں ہے۔

ان گروہوں کے برعکس طلوع اسلام نے یہ بتایا کہ

(۱) اگر اللہ تعالیٰ کا یہ منشا ہوتا کہ شریعت کی جزئیات بھی قیامت تک کے لئے غیر متبدل رہنی چاہئیں تو وہ قرآن کے اصولی احکام کے ساتھ ان کی جزئیات بھی خود ہی متعین کر دیتا۔ چونکہ

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا تو اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کا منشا یہ تھا کہ قرآن کے اصول تو غیر متبدل رہیں لیکن اس کی جزئیات غیر متبدل نہ رہیں۔

(۲) بر سبیلِ تنزیل اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ خدا کا یہ منشاء تھا کہ اصولی حکم خدا خود دے اور اس کی جزئیات رسول اللہ صلعم متعین کریں اور یہ جزئیات قیامت تک کے لئے غیر متبدل رہیں تو رسول اللہ پر یہ فرض تھا کہ وہ ان جزئیات کو محفوظ شکل میں امت کو دیکر جاتے تاکہ ان میں قیامت تک کسی شک وشبہ کی گنجائش نہ ہوسکتی چونکہ رسول اللہ صلعم نے بھی ایسا نہیں کیا اس سے ظاہر ہے کہ خدا اور رسول کا منشاء یہ نہیں تھا کہ رسول اللہ صلعم کی متعین کردہ جزئیاتِ غیر متبدل رہیں۔

(۳) خدا کا منشا یہی تھا کہ دین کے اصول جو قیامت تک کے لئے غیر متبدل رہیں قرآن میں دیدیئے جائیں اور اس قرآن کی حفاظت کا ذمہ خود لے لیا جائے۔ ان اصولوں کی جزئیات قرآنی نظام قائم کرنے والی امت اپنے اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق باہمی مشاورت سے عقل وفکر کی روشنی میں خود متعین کرتی رہیں۔

Marfat.com

(۴) سب سے پہلے ان جزئیات کو خود رسول اللہ صلعم نے متعین کیا لیکن انھیں نہ خود مرتب کیا نہ کسی کو مرتب کرنے دیا تاکہ آنے والی نسلیں کہیں یہ نہ سمجھ لیں کہ یہ جزئیات بھی قرآن کی طرح غیر متبدل رہیں۔

۵۔ رسول اللہ صلعم کی اسی سنت (طریق عمل) پر آپ کے خلفاء نے عمل کیا یعنی جو جزئیات ایسی تھیں جن میں ان کے زمانے کے تقاضے کسی تبدیلی کے مقتضی نہیں تھے انھیں علیٰ حالہٖ رہنے دیا۔ جن میں تبدیلی کی ضرورت تھی ان میں بلا تامل تبدیلی کر دی (چنانچہ جب حضرت عمرؓ سے کہا گیا کہ طلاق کے معاملہ میں جو فیصلہ آپ نے کیا ہے وہ رسول اللہ کے فیصلے کے خلاف ہے تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ کے زمانے کے حالات کا تقاضا وہی تھا اور ہمارے زمانے کے حالات کا تقاضا یہ ہے) اور جو نئے معاملات پیش آئے ان میں اسی طرح سے خود نئے فیصلے کئے۔

(۶) آج بھی منشائے خداوندی اور سنت رسول اللہ صلعم باقتدائے صحابہؓ یہی ہے کہ ہم قرآنی اصولوں کی روشنی میں اپنے حالات اور زمانہ کے تقاضہ کو خود پرکھیں جو جزئیات ایسی

Marfat.com

چلی آرہی ہیں جن میں کسی ردو بدل کی ضرورت نہیں انھیں علیٰ حالہ رہنے دیا جائے اور جن میں کسی ردوبدل کی ضرورت ہے ان میں ضروری ردو بدل کر لیا جائے۔

یہ ہے اللہ کی متعین کردہ صحیح راہ عمل اور یہی ہے وہ مسلک جس کی طرف طلوعِ اسلام دعوت دیتا ہے۔

Marfat.com

چوتھا خط

کراچی سے ایک صاحب پوچھتے ہیں کہ:۔

آپ نے اکتوبر کی اشاعت میں طلوع اسلام کے جو اغراض ومقاصد بیان کئے ہیں ان سے واضح ہے کہ طلوعِ اسلام کا بنیادی مقصد قرآنی نظامِ ربوبیت کو نافذ کرنا ہے یہ مقصد ایسا ہے کہ جس میں کسی مسلمان کو بھی اختلاف نہیں ہوسکتا لیکن طلوع اسلام جب حدیثوں کے متعلق بحث چھیڑ دیتا ہے تو اس سے اختلاف پیدا ہوجاتا ہے اور اس کا اثر اس کے مقصد پر پڑتا ہے۔ طلوع اسلام کو چاہئے کہ وہ حدیثوں کی بحث میں نہ اُلجھے۔

جواب آپ کا یہ خیال ہے کہ حدیثوں کی بحث محض نظری بحث ہے جس کا تعلق اس مقصد سے کچھ نہیں جو طلوعِ اسلام کے پیشِ نظر ہے۔ معاملہ کو سطحی طور پر دیکھنے سے ایسا ہی مترشح ہوتا ہے لیکن اگر آپ ذرا گہرائی میں اتر کر دیکھیں تو آپ پر یہ حقیقت واضح

Marfat.com

ہو جاتے کہ یہ بحث نظری نہیں، اصلی اور بنیادی ہے۔ مثلاً اسی نظام ربوبیت کو لے لیجئے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ معاشرہ (مملکت یا حکومت) کی ذمہ داری ہے کہ وہ تمام افراد معاشرہ کی بنیادی ضروریاتِ زندگی کو پورا کرے اور ان کی مضمر صلاحیتوں کی نشوونما کے پورے پورے مواقع بہم پہنچائے۔ یہ ظاہر ہے کہ اس مقصد کے لئے مملکت کے ذرائع پیداوار معاشرہ کی اجتماعی تحویل میں ہونے چاہئیں۔ اگر یہ ذرائع افراد کی ذاتی ملکیت قرار دیدیئے جائیں تو حکومت کے لئے ناممکن ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوسکے۔ اسی لئے قرآن کریم میں واضح الفاظ میں کہہ دیا گیا ہے کہ زمین پر کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہوسکتی وہ "سواء للسائلین" ہے۔ یہ اصول اسی صورت میں قانون کی حیثیت اختیار کر سکتا ہے جب ہم یہ تسلیم کرلیں کہ اسلامی نظام (دین) کے غیر متبدل اصول صرف قرآن میں ہیں اس کے برعکس اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ روایات میں بیان شدہ احکام بھی قیامت تک کے لئے غیر متبدل ہیں تو آپ محولہ بالا اصول کو کبھی قانون بنا ہی نہیں سکتے اس لئے کہ روایات کی رو سے زمین اور دیگر ذرائع پیداوار پر افراد کو ملکیت کا حق حاصل ہے اور اس

Marfat.com

ملکیت کے لئے کوئی حد بندی نہیں کی جاسکتی۔ اگر اس چیز کو دین تسلیم کرلیا جائے تو آپ کسی طرح زمینداروں سے زمین نہیں چھین سکتے حتیٰ کہ آپ ان کی مرضی کے خلاف زمین کی پیداوار کو بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ نہ قیمت دے کر نہ ویسے۔

اس ایک مثال سے آپ نے دیکھ لیا ہوگا کہ یہ بحث کہ روایات میں بیان شدہ احکام قیامت تک کے لئے غیر متبدل ہیں یا امت کو ان میں تغیر و تبدل کا حق حاصل ہے، نظری بحث نہیں۔ اس کا تعلق ہمارے تمام عملی مسائل سے ہے۔ روایات ہمارے اس دور کی پیدا کردہ ہیں جس میں ملوکیت اور سرمایہ داری کا نظام اپنے پورے استبداد کے ساتھ مسلط تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ روایات سازی کی ضرورت ہی اس لئے پیش آئی تھی کہ قرآن سے اس مفاد پرستانہ ذہنیت کا جواز مل ہی نہیں سکتا تھا۔ لہٰذا جب تک یہ عقیدہ قائم رہے گا کہ یہ روایات دین کی حیثیت رکھتی ہیں اور اس لئے قیامت تک کے لئے واجب الاتباع ہیں۔ آپ سرمایہ داری کی مفاد پرستانہ ذہنیت اور ملوکیت و پیشوائیت کے استبداد سے پیچھا نہیں چھڑا سکتے۔ اگر آپ یہ فیصلہ کرلیں کہ دین صرف قرآن کے اندر محصور ہے تو پھر آپ ربوبیت عامہ اور حریت انسانیہ

Marfat.com

کا صحیح خداوندی نظام قائم کر سکتے ہیں۔

یہ وجہ ہے کہ طلوع اسلام روایات کے دین ہونے اور نہ ہونے کی بحث کو اتنی اہمیت دیتا ہے۔ ہمارے نزدیک مسلمانوں کے مستقبل کا دار و مدار اسی ایک مسئلہ کے صحیح حل پر ہے۔

Marfat.com

کوئی ہے جو اس سوال کا جواب دے؟

[یہ سوال جون ۱۹۵۱ء میں شائع ہوا تھا]

کہا جاتا ہے کہ دین کے دو اجزا ہیں ایک قرآن اور دوسرے حدیث۔ دونوں خدا کی طرف سے وحی ہیں اور قیامت تک کے لئے واجب الاتباع۔

رسول اللہؐ خدا کا دین انسانوں تک پہنچانے کے لئے تشریف لائے تھے۔ حضورؐ نے قرآن کریم کا ایک ایک لفظ لکھوایا۔ ایک چھوڑ قریب چھبیس کاتب اس مقصد کے لئے متعین فرمائے۔ اس کے علاوہ سینکڑوں اصحابؓ کو قرآن حفظ یاد کرایا۔ انکا حفظ کردہ بار بار سنا، انھیں خود بھی سنایا۔ اس طرح قرآن کو کتاب کی شکل میں بھی محفوظ کیا اور الحمد سے والناس تک ایک ایک لفظ زبانی یاد بھی کرایا۔ چنانچہ اپنی وفات سے قبل حجۃ الوداع میں لاکھوں مسلمانوں سے اس امر کا اقرار لیا کہ قرآن ان تک پہنچا دیا گیا ہے اور ان کے اقرار کے بعد اس پر خود اللہ کو شاہد

Marfat.com

قرار دیا کہ ہیں نے یہ قرآن ان سب تک پہنچا دیا ہے۔

یہ دین کے ایک حصّہ کے متعلق ہوا۔

اس کے برعکس دین کے دوسرے حصے (یعنی حدیث) کے متعلق یہ ہوا کہ ان کا کوئی مجموعہ نہ رسول اللہؐ نے خود مرتب کرایا نہ کسی اور کو ایسا کرنے دیا، نہ کسی کو کوئی حدیث حفظ یاد کرائی نہ کسی کی حفظ کردہ سُنی، نہ اس کی تصدیق فرمائی۔ چنانچہ رسول اللہؐ کی وفات کے وقت امت کے پاس کوئی مستند مجموعۂ احادیث موجود نہ تھا، نہ رسول اللہؐ نے دیا نہ صحابہؓ نے خود مرتب کر کے اس کی تصدیق رسول اللہؐ سے کرائی۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر قرآن اور حدیث دونوں دین کے اجزا تھے تو رسول اللہ نے جس طرح اہتمام اور التزام کے ساتھ قرآن کو محفوظ شکل میں امت کو دیا اُسی طرح اپنی احادیث کا کوئی مستند مجموعہ اُمت کو کیوں نہ دیا؟

(اگر دنیا کے تمام مسلمانوں میں سے کوئی شخص بھی اس سوال کا جواب دے سکتا ہے تو طلوع اسلام کے صفحات اس کے لئے کھلے ہیں۔ جواب صرف اس سوال کا ہونا چاہیئے۔ اِدھر اُدھر کی باتیں نہیں ہونی چاہئیں۔

کوئی ہے جو اس سوال کا جواب دے؟

Marfat.com

اس سوال کا جواب کسی کی طرف سے موصول نہ ہوا۔ البتہ اگست ۱۹۵۲ء میں جمعیت اہل حدیث کراچی کے صدر کی طرف سے ایک سوال نامہ موصول ہوا جو درج ذیل کیا جاتا ہے۔

"ہم انشاء اللہ ادھر اُدھر کی باتوں میں ہرگز وقت ضائع نہ کریں گے صرف تمہیدی اور بنیادی حل کرانا چاہتے ہیں" تاکہ آئندہ چل کر یہ مضمون تمام دنیا کے سامنے ایسا حل ہو جاتے ــــــ کہ آئندہ کسی سائل کو نوبت ہی نہ پہنچے اور جتنے شبہات احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیدا کئے جاتے ہیں سب کا جواب ہو جاتے اور دنیا دیکھ لے کہ جس طرح "قرآن مجید" واجب الاتباع ہے اسی طرح احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی امت پر واجب الاتباع ہیں۔

سوالات: احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم دین کا ایک حصہ یا جزوِ دین آپ کے نزدیک کیوں نہیں تسلیم کیا جاتا؟

(۱) کیا اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی احادیث کا مجموعہ کتابی شکل میں قوم کے حوالہ نہیں کیا؟

(۲) کیا اس لئے کہ صحابہ کرامؓ کو حفظ کرنے کا حکم نہیں دیا؟

(۳) کیا اس لئے کہ کسی کو حدیث کے لکھنے کا حکم نہیں دیا؟

Marfat.com

(۴) کیا یہ ضروری ہے کہ ہر نبی اپنی امت کو علاوہ کتاب کے اپنی احادیث بھی کتابی شکل میں مدون کرائے؟

(۵) کیا یہ لازم ہے کہ ہر نبی صرف کتاب اللہ ہی کے احکام پیش کرے اور اس کے رموز و تفاسیر و مطالب و مغلق احکام خود بیان نہ کرے جن کو ہم آج کی اصطلاح میں حدیثِ رسولؐ کہتے ہیں؟

(۶) کیا قوم کی ہدایت صرف کتاب اللہ سے ہی ہوتی ہے یا پیغمبر بغیر کتاب اللہ کے اور بھی خدائی وحی سے (جس کو الہام یا اِلقاء یا وحی کہتے ہیں) ہدایت کرتا ہے؟

(۷) کیا اختلاف احادیث جو ظاہری طور پر کبھی حدیث میں نظر آتا ہو یہ مانع ہے قبول حدیث سے؟

(۸) کیا بہ سبب رواۃ حدیث کہ فلاں صحیح ہے، فلاں ضعیف ہے۔ یا فلاں مجروح ہے یا فلاں میں تشیع ہے یا فلاں کاذب تھا یا فلاں کو نسیان تھا وغیرہ ذالک۔ یہ احادیث کے رد کی وجہ سے ہے؟

(۹) کیا وہی اعتراض جو احادیث پر وارد ہوتے ہیں خواہ کوئی بھی اور کیسا بھی ہو وہی اعتراض اگر قرآن مجید پر منکرِ قرآن

Marfat.com

پیش کرے یا آپ کا خصم بطور الزام پیش کرے تو قرآن پاک کو رد کیا جائے گا؟

(۱۰) کیا جس مجموعہ مستند کا آپ نے ذکر کیا ہے کہ قرآن مجید کو کتابی شکل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا تھا۔ یہ موجودہ قرآن وہی ہے؟

(۱۱) کیا جو حضرت عثمان غنیؓ نے قرآن مجید کے تمام نسخے جلا دیئے تھے صرف ایک رکھا تھا۔ کیا یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مستند اور کتابی شکل میں صحابہ کو دیا تھا یا جو جلا دیئے گئے تھے ان میں سے کوئی تھا یا وہ کُل نسخے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف زبانوں اور مختلف لغات میں صحابہ کو دیئے تھے۔ آخر وہ کیوں جلا دیئے گئے اور کیوں ایک نسخہ رکھا گیا اور وہ کون سی لغت و زبان صحیحہ کی بنا پر رائج الوقت قرار دیا گیا ہے؟

(۱۲) پھر اس کا کیا ثبوت کہ موجودہ قرآن پاک یہ وہی ہے اور ہو بہو وہی ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل کے سامنے بطور تلاوت پیش کیا تھا یا جبرئیل نے حضورؐ پر اس کو پیش کیا تھا؟

جب تک ان بارہ سوالات کا مفصل جواب نہ دیا جائے گا اس وقت تک آپ کے سوالات کا حل نہیں ہو گا۔

Marfat.com

یں یقین اور وثوق سے کہوں گا کہ میری تشفی اگر آپ کردینگے تو پھر ہر ایک حدیث یا مجموعۂ احادیث یا مطلق احادیث کے دینی حصہ ہونے کا ثبوت قرآن ہی سے پیش کروں گا۔ وما توفیقی الا باللہ

(منجانب مولانا محمد یوسف صاحب صدر جمعیت اہل حدیث کراچی)

اس کا جواب علامہ تمنا عمادی صاحب نے دیا جو درج ذیل ہے:۔

طلوع اسلام نے روایت پرستوں سے حدیثوں کے متعلق ایک سوال کیا تھا جس کے جواب میں مولانا محمد یوسف صاحب صدر جمعیت اہل حدیث کراچی نے اُلٹے بارہ سوالات طلوع اسلام ہی سے کر دیئے اور اصل سوال کے جواب کو ان بارہ ۱۲ سوالوں کے جوابات پر موقوف رکھا۔

مولانا محمد یوسف صاحب نے سوال کی صورت میں کچھ حملے قرآن مجید پر بھی کر دیتے ہیں، اس لئے ان کے سوالوں کا جواب میں کیوں دوں، یا علامہ پرویز کیوں دیں؟ وَلَدَیْنَا کِتٰبٌ یَّنْطِقُ۔ اس لئے خود قرآن مبین ہی سے پوچھنا چاہتے کہ مولانا محمد یوسف کے سوالوں کے جوابات کیا کیا ہیں؟ میں نے دریافت کیا تو مجھے حسب ذیل جوابات ملے سوالوں کے نمبروں کے مطابق جوابی آیتوں پر نمبر لگا دیتے ہیں سوال و

Marfat.com

جواب کے نمبر ملا ملا کر ناظرین ملاحظہ فرمائیں:۔

مولانا محمد یوسف صاحب کے تین سوالات جو ع۱ و ع۲ و ع۳ پر مشتمل ہیں وہ ان کے ایک سوال کی تین شاخیں ہیں۔ اصل سوال درحقیقت ایک ہی ہے۔ اس لئے ان تینوں نمبروں کا ایک ہی جواب قرآن مبین نے پہلے ہی دے رکھا ہے، وہی قرآنی جواب میں ان تینوں نمبروں کے متعلق پیش کر دیتا ہوں۔

(پہلا سوال) مولانا محمد یوسف پوچھتے ہیں" احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم دین کا ایک حصہ یا جزء دین آپ کے نزدیک کیوں نہیں تسلیم کیا جاتا ؟

(۱) کیا اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی احادیث کا مجموعہ کتابی شکل میں قوم کے حوالے نہیں کیا ؟۔ (قرآنی جواب) ہاں

(۲) کیا اس لئے کہ صحابہ کرام کو حفظ کرنے کا حکم نہیں دیا ؟۔

(قرآنی جواب) ہاں۔

(۳) کیا اس لئے کہ کسی کو حدیث کے لکھنے کا حکم نہیں دیا ؟۔

(قرآنی جواب) ہاں۔

ان تینوں سوالوں کے جوابات میں جو تین "ہاں" لکھی گئیں اور ان کو

Marfat.com

قرآنی جواب قرار دیا گیا یہ کن آیاتِ قرآنیہ سے مستنبط ہیں؟ اب وہ آیتیں ملاحظہ فرمائیے:۔

۱۔ ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا)

جو کچھ تمہیں رسول نے دیا ہے وہ لے لو اور جس سے تمہیں باز رکھا ہو اس سے باز رہو

یہ آیت مالِ غنیمت کی تقسیم سے متعلق اتری تھی۔ مگر محدثین و علمائے دین اس کے مورد کو خاص مانتے ہوئے حکم کو عام قرار دیتے ہیں کہ یہی اصول ہے، اس لئے "ما اٰتٰکم" جو کچھ تمہیں رسول نے دیا" میں حدیثوں کو بھی وہ داخل سمجھتے ہیں اور اسی آیت سے حدیثوں کا واجب القبول ہونا ثابت کرتے ہیں۔ چنانچہ امام شافعیؒ کا مناظرہ مشہور ہے کہ انھوں نے اپنے خصم پر اسی آیت سے حدیثوں کا واجب الاتباع ہونا ثابت کیا تھا۔ واللہ اعلم۔ مورد خاص ہو جب بھی حکم عام رہتا ہے۔ مجھ کو اس اصول سے اختلاف نہیں مگر دیکھنا یہ ہے کہ اس آیت سے حدیثوں کے متعلق کیا حکم نکلتا ہے۔ حدیثیں ما اٰتٰکم الرسول میں داخل ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیثیں اُمت کو دی ہیں، یا ما نھٰکم عنہ میں داخل ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے امت کو باز رکھا تھا؟

Marfat.com

مولانا محمد یوسف صاحب کے تینوں سوالات ہی سے ظاہر ہے کہ

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حدیثوں کا کوئی مجموعہ کتابی شکل میں امت کے حوالے نہیں فرمایا۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابیوں کو احادیث کے حفظ کرنے کا حکم نہیں دیا۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو حدیثوں کے لکھنے کا حکم نہیں دیا اس لئے مولانا کے سوالات ہی بتا رہے ہیں کہ احادیث ما نھٰکم عنہ میں داخل ہیں، کسی طرح بھی ما اٰتٰکم میں داخل نہیں ہوسکتیں۔

مولانا محمد یوسف صاحب اس حدیث کو جانتے اور مانتے ہوں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو حدیثیں لکھنے سے منع فرمایا تھا اور حکم دیا تھا کہ جس نے کچھ حدیثیں لکھی ہوں وہ ان کو محو کر دے مٹا دے لا تکتبوا عنی سوائے القرآن والی حدیث سے ہر طالب العلم واقف ہے۔ اس ممانعت سے دو باتیں نکل رہی ہیں،

(۱) کچھ صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حدیثیں لکھنا شروع کر دی تھیں۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی دینی امر و نہی اپنی طرف

Marfat.com

سے، اپنے جی سے نہیں فرماتے تھے یقیناً کوئی آیت اس کے بارے میں اتری جس کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو حدیثیں لکھنے سے منع فرمایا۔

قرآنی آیات میں تدبر کرنے سے کون سی دینی گتھی ہے جو سلجھ نہیں جاتی۔ سورۃ یونس کے چھٹے رکوع میں دیکھئے یہ دو آیتیں آپ کو ملیں گی۔

یا ایھا الناس قد جاءتکم موعظۃ من ربکم
وشفاء لما فی الصدور وھدی ورحمۃ للمؤمنین ۝
قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا
ھو خیر مما یجمعون ۝

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک موعظت اور سینوں کی بیماریوں کے لئے ایک نسخہ شفا اور ایمان والوں کے لئے ہدایت و رحمۃ آچکی ہے۔ کہدو (اے رسول!) کہ اللہ کے فضل اور اسکی رحمت سے (یہ ہوا ہے) تو چاہئے کہ لوگ اسی (کتاب اللہ قرآن) کی بدولت خوشیاں منائیں۔ وہ ان چیزوں سے بہتر ہے جن کو لوگ جمع کر رہے ہیں۔

یہاں سوال یہ ہے کہ وہ لوگ کیا جمع کر رہے تھے جن کے پاس قرآن آیا تھا؟ اس آیت کے الفاظ پر غور فرمایئے۔ قرآن کو موعظت

Marfat.com

شفاء لما فی الصدور ہدایت اور رحمت فرمایا گیا ہے یعنی یہ سب باتیں قرآن میں بدرجہ اتم موجود ہیں، تو یقیناً جو لوگ جمع کر رہے تھے وہ مال و دولت نہیں جمع کر رہے تھے بلکہ سامان موعظت و شفاء ہدایت و رحمت ہی جمع کر رہے تھے اور وہ کونسی چیز قرآن کے علاوہ ہو سکتی ہے جس کو وہ اپنے لئے سامان موعظت و شفاء، ہدایت و رحمت بطور خود سمجھ سکتے تھے۔ یقیناً وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں ہی ہو سکتی ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں یعنی حدیثیں جو کچھ لوگ بطور خود جمع کر رہے تھے تو انھیں اپنے لئے موعظت و شفاء و ہدایت و رحمت ہی سمجھ کر جمع کر رہے تھے ان لوگوں کو فرمایا گیا کہ تم کیا بطور خود جمع کر رہے ہو۔ تمہارے پاس تو موعظت و شفاء و ہدایت و رحمت تمہارے رب کے پاس سے قرآن کی شکل میں آ ہی چکی ہے جو اس سے کہیں بہتر ہے جس کو تم بطور خود جمع کر رہے ہو۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد صحابہ کو منع فرمایا کہ مجھ سے سنکر قرآن کے سوا بطور خود اور کچھ نہ لکھو اور جس نے کچھ لکھ رکھا ہو اس کو وہ محو کر دے مٹا دے۔

اگر کوئی شخص مما یجمعون سے مال و دولت کا جمع کرنا مراد لے، خلاف سیاق عبارت تو کوئی صاحب عقل سلیم مفسرین کی اس

Marfat.com

بے جوڑ تفسیر کا پابند نہیں ہو سکتا۔

غرض یہ آیت بھی بتا رہی ہے اور صاف بتا رہی ہے کہ حدیثیں ما نھٰکم عنہ میں داخل ہیں، ما اٰتٰکم الرسولُ میں کبھی داخل نہیں ہو سکتیں۔

اور پھر لاتکتبوا عنی سوی القراٰن والی حدیث[1] تو حدیثوں کے ما نھٰکم عنہ میں داخل ہونے کے لئے سند قطعی ہے۔ خصوصاً اہل حدیث اور تمام روایات پرستوں کے لئے۔

سوال ۴۲ اور اس کا قرآنی جواب

(سوال از مولانا محمد یوسف صاحب) "کیا یہ ضروری ہے کہ ہر نبی اپنی امت کو علاوہ کتاب کے اپنی احادیث بھی

---

[1] جو لوگ حدیثوں کو جزءِ دین و حصۂ دین و حجت فی الدین نہیں مانتے ان کے سامنے صرف کوئی حدیث، کوئی روایت پیش کر کے ان سے منوایا نہیں جا سکتا مگر جن کے نزدیک "جس طرح قرآن مجید واجب الاتباع ہے اسی طرح احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی واجب الاتباع ہیں" اور صحاح ستہ خصوصاً صحیحین کی حدیثیں قرآن کیساتھ "مثلہ معہ" بن کر منجانب اللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری تھیں ان کے لئے تو کم سے کم صحاح کی ہر حدیث واجب التسلیم و واجب الاتباع ہے۔ اس لئے ہم اگر کوئی حدیث پیش کریں تو اہلحدیث کے ہر فرد پر اس کا ماننا واجب ہے۔ مگر وہ ہمارے سامنے صرف کوئی حدیث نہیں پیش کر سکتے۔ جبتک اسکی تائید میں کوئی قرآنی آیت بھی پیش نہ فرمائیں۔ ۱۲۔ منہ

Marfat.com

کتابی شکل میں مدون کرائے ؟"

(قرآن مبین کا جواب)

کان الناس امۃ واحدۃ ط فبعث اللہ النبیین

مبشرین ومنذرین وانزل معھم الکتٰب لیحکم

بین الناس فیما اختلفوا فیہ (۲)

لوگ (پہلے) ایک ہی امت تھے (پھر اختلاف میں پڑ کر فرقے فرقے

ہو گئے) تو اللہ تعالیٰ نے انبیا علیہم السلام کے بھیجنے کا سلسلہ

شروع کیا جو فرمانبرداروں کو خوشخبری دینے والے ہوں اور

نافرمانوں کو ڈرانے والے اور ان کے ساتھ کتاب آتاری جو لوگوں

میں ان کے دینی اختلافات کا فیصلہ کر دیا کرے

یہ آیت صاف بتا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو بشارت دینے کے لئے اور ڈرانے کے لئے بھیجا اور جو کتاب ان کے ساتھ بھیجی وہی کتاب لوگوں کے دینی اختلافات کا فیصلہ کرتی ہے۔ نبی کی تبشیر و تنذیر و تذکیر سب کچھ اسی کتاب ہی سے ہو گی، کتاب سے باہر وہ دین میں کچھ بھی بول نہیں سکتے۔ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حکم ہوا کہ قل اللہ شھید بینی وبینکم واوحی الی ھذا القرآن لانذرکم بہ ومن بلغ ( ) کہہ دو اے رسول! کہ اللہ میرے اور تمہارے

Marfat.com

درمیان گواہ ہے اور میری طرف یہی قرآن وحی کیا گیا ہے تاکہ میں اس کے ذریعے تمہیں بھی (نتائج نافرمانی سے) ڈراؤں اور جس کے پاس یہ قرآن پہنچ جائے (اس کو بھی) ــــ اور فرمایا گیا وذکر بالقراٰن من یخاف وعید ( ) اور جو شخص میری دھمکی کا ڈر رکھتا ہے اس کو اس قرآن کے مطابق نصیحت و موعظت کرو) حدیثوں کا تو کہیں ذکر ہی نہیں۔ کیا کسی نبی کو کتاب ناقص ملی تھی جس کی تکمیل انھوں نے اپنی حدیثوں سے کی؟ اگر کسی نبی کو ناقص کتاب ملی ہوگی اور اس کا دین بغیر اس کی حدیثوں کے صرف کتاب اللہ سے مکمل نہ ہوتا ہوگا تو بیشک اس کا فرض ہوا ہوگا کہ اس نے کتاب اللہ کے ساتھ اپنی حدیثیں بھی مدون کرکے اپنی امت کو دی ہوں گی۔ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تو ایسی کامل و مکمل کتاب ملی ہے جس کو تبیانا لکل شئ - دین کی ہر بات کا واضح بیان" ( ) کہا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے کہ ما فرطنا فی الکتٰب من شئ ( ) "ہم نے اس کتاب میں کوئی کمی نہیں چھوڑی ہے"! اس لئے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی کیا ضرورت تھی کہ آپ کتاب اللہ میں اپنی حدیثوں کا پیوند لگاتے۔ آپؐ نے تو صحابہؓ کو حدیثیں لکھنے سے منع فرمایا۔ جن

Marfat.com

لوگوں نے لکھ لکھ کر کچھ جمع کیا تھا آپ نے اس کے محو کر دینے مٹا دینے کا حکم دیا۔ آپ کا یہ فرض کیونکر ہو سکتا تھا کہ آپ اپنی حدیثیں خود مدوّن کر کے کتابی صورت میں اپنی امت کو دے جاتے ؟ یہ تو آپ کے لئے جائز بھی نہ تھا، آپ کا فرض کہاں تک ہوتا۔

سوال ۵ اور اس کا قرآنی جواب

(مولانا یوسف کا سوال) کیا یہ لازم ہے کہ ہر نبی صرف کتاب اللہ ہی کے احکام پیش کرے اور اس کے رموز و تفاسیر و مطالب و مغلق احکام خود بیان نہ کرے جن کو ہم آج اصطلاح میں حدیث رسول کہتے ہیں ؟

(جواب از قرآن مبین) اس کا جواب کچھ تو ۴ کی پیش کردہ آیتوں کے ضمن میں ہو چکا اور سنئے:

انا انزلنا التوریٰة فیها هدی ونورٌ یحکم
بها النبیون الذین اسلموا۔ ( )

ہم نے تورات اتاری جس میں ہدایت اور نور ہے جس کے مطابق اسلام پر چلنے والے نبی لوگوں کے جھگڑوں کا فیصلہ کرتے رہے۔

خود ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا کہ تم لوگوں سے

Marfat.com

کہدو کہ ان اتبع الا ما یوحی الی میں تو صرف اسی کا اتباع کرتا ہوں جو کچھ میری طرف وحی کیا گیا ہے اور وحی کون سی چیز کی گئی ہے؟ ہے میں آیت لکھی جا چکی کہ اوحی الیّ ھذا القرآن میری[1] طرف یہی قرآن وحی کیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا آیات سے پوری طرح واضح ہے کہ اگلے انبیاء و مرسلین علیہم السلام بھی صرف اپنی کتاب اللہ ہی کے تبع تھے اور اسی کے مطابق تبشیر تنذیر و تذکیر فرماتے تھے اور ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی دین کی ہر بات میں اور سارے مفوضہ خدمات میں صرف قرآن مبین ہی کے پابند تھے۔

اب میں مولانا یوسف کے اس سوال ۵ کا تجزیہ کرکے ہر جزء کا جواب جو آیات مذکورہ بالا سے مستنبط ہے عرض کرتا ہوں۔

(سوال ۵ کا پہلا ٹکڑا) "کیا یہ ضروری ہے کہ ہر نبی صرف کتاب اللہ ہی کے احکام پیش کرے؟"

---

[1] جس طرح ان اتبع الا الخ میں حصر ہے اسی طرح یہاں بھی ھذا القرآن میں حصر کا مفہوم ہے اگر حصر کا مفہوم نہ ہوتا تو فقط اوحی الیّ القرآن کہنا کافی تھا۔ الف لام عہد کا بھی موجود ہی تھا غرض ھذا یہاں مفہوم حصر ہی کے لئے ہے۔ ۱۲ منہ

Marfat.com

(جواب) ہاں۔ کتاب اللہ سے باہر احکام غیر اللہ ہی کے ہوں گے اور انبیاء علیہم السلام غیر اللہ کے احکام کی تبلیغ و تعلیم نہیں کر سکتے۔

(سوال ۷ کا دوسرا ٹکڑا) "اور اس (کتاب اللہ) کے رموز و تفاسیر و مطالب و مغلق احکام خود بیان نہ کرے؟"

(جواب) رموز و تفاسیر و مطالب تو قرآن سے باہر نہیں ہو سکتے۔ جو باتیں قرآن ہی سے مستنبط ہوں وہ قرآن سے باہر نہیں کہی جا سکتیں۔ مگر رموز و تفاسیر و مطالب بیان کرنے میں نئے نئے احکام اور نئے نئے حلال و حرام جن کو قرآن سے کوئی تعلق نہیں کہاں سے آجائیں گی؟"

باقی رہے" مغلق احکام" تو قرآن مبین کوئی حکم "مغلق" نہیں ہے۔ البتہ آپ جیسے علماء اور آپ کے اور ہمارے اسلاف نے پورے قرآن ہی کو مغلق بنا کر رکھ دیا ہے۔ اگر ہر آیت اور ہر حکم کے متعلق مختلف و متضاد تفسیری روایتیں سدی و کلبی جیسے وضاعین و کذابین سے ابن جریر جیسے شیعی مفسر روایت نہ کرتے جن کے بارے میں حافظ سلیمانی کا قول ہے کہ کان یضع للروافض یعنی ابن جریر رافضیوں کی حمایت میں حدیثیں

Marfat.com

گھڑا کرتے تھے تو احکام قرآنی میں کبھی اغلاق پیدا نہ ہوتا اور یہ معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں نہ سدی نہ کلبی اور ان کے ہم مشرب راویانِ تفسیر پیدا ہوتے تھے نہ ابن جریر وغیرہ تولد ہوتے تھے اور نہ یہ مختلف و متضاد تفسیری حدیثیں گھڑی گئی تھیں اسلئے اس وقت قرآنی احکام میں کوئی اغلاق تھا ہی نہیں جس کے دور کرنے کی ضرورت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آئی۔ قرآن اپنی معجزانہ وضاحت و بلاغت کے ساتھ بلسان عربی مبین اترا تھا اور رسولؐ و صحابہؓ کی مادری زبان میں اترا تھا جس کی ہر آیت کو ہر صحابی بطور خود بقدر ضرورت سمجھ لیتا تھا۔ بجاآوری احکام میں ہر صحابی سنتِ نبویؐ کا متبع تھا یعنی جس طریقے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس حکم کو انجام دیتے تھے تمام صحابہؓ بالکل اسی طرح انجام دیتے تھے اور اسی کا نام سنت ہے اسی کو قرآن مبین نے اسوۂ حسنۂ فرمایا ہے مگر اس کو حدیثوں نے عشاق کے دلِ گم کردہ کی طرح ایسا کھو دیا کہ نہ ان کا تعامل ہی امت میں ایک طریقے پر رہا، نہ روایتیں ہی ایک طرح کی ملتی ہیں۔ ہر سنت کے متعلق مختلف و متضاد حدیثیں اس قدر ہیں کہ سنت صحیحہ ثابتہ کا پتہ لگانا محال نہیں تو دشوار ضرور ہے۔

Marfat.com

اور یہ پتا لگانا بھی روایت پرستوں اور روایت پرستوں کا کام نہیں بلکہ جیسے قرآن مبین کے کامل اور مکمل ماننے والوں ہی سے ہوسکتا ہے۔

کون نہیں سمجھ سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخری نماز جماعت صحابہؓ کی امامت فرماتے ہوئے جس طرح پڑھی تھی اس جماعت کے ہر صحابی نے بھی بالکل اسی طرح پڑھی تھی جس طرح رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی تھی اور اس نماز باجماعت کے بعد جب آپ کے حکم سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جماعت صحابہؓ کی امامت کی تو بالکل اسی طرح نماز پڑھائی تھی جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی تھی اور پھر تازندگی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بالکل اسی طرح نماز پڑھتے رہے آپ کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی بالکل اسی طرح نمازیں پڑھیں اور پڑھائیں۔ پھر حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے بھی بالکل اسی طرح نمازیں پڑھیں اور پڑھائیں۔ پھر جب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی بالکل اسی طرح پڑھیں اور پڑھائیں۔ ان میں سے کسی ایک کی بھی مجال نہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس آخری نماز سے کسی بات میں

Marfat.com

ذرا سا بھی اختلاف کرتا، نہ کسی صحابی کی مجال تھی۔ اگر ایک شخص بھی کسی رکن، کسی بات میں ذرا سا بھی اختلاف رسول صلعم کی آخری نماز سے کرتا تو کوئی صحابی اس کے پیچھے کبھی نماز نہ پڑھتا اس لئے نماز کا طریقہ مسنونہ بلکہ مفروضہ تو وہی تھا جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری نماز کا طریقہ تھا اور جو خلفائے راشدین کا طریقہ مطابق طریقہ نبویہ رہا۔

اگر حدیثیں ابقائے سنت نبویہ کے لئے ہوتیں تو حدیثوں میں وہی ایک طریقہ نماز مذکور ہوتا اور ساری امت اسی ایک طریقہ سے نماز پڑھتی مگر کیا حدیثوں سے کوئی شخص بھی اس طریقہ مسنونہ کا پتا لگا سکتا ہے جو آخری طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا تھا؟ محدثین نے اتنی مختلف و متضاد حدیثیں اپنے دفاتر میں بھر دیں کہ بعد والوں نے حدیثوں کے مطابق مختلف نمازیں تصنیف کر ڈالیں۔ آج منکرینِ حدیث پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ قرآن سامنے رکھ کر اپنی اپنی سمجھ کے مطابق نیا دین تصنیف کر رہے ہیں مگر یہی کام محدثین اور ان کے متبع فقہا نے کیا تھا کہ مختلف و متضاد حدیثوں کو سامنے رکھ کر ہر فقیہ مجتہد نے ایک نیا دین تصنیف کر ڈالا اس

Marfat.com

کے بعد فاما الذین اورثوا الکتب من بعدھم لفی شک منہ مریب کے مطابق بعد والوں کو اس کا پتہ لگانا سخت دشوار ہوگیا کہ واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خلفائے راشدین کا طریقہ نماز وطریقہ ادائے زکوٰۃ وطریقہ صوم وطریقہ حج کیا تھا اور فصلِ خصومات وہ کس طرح فرماتے تھے ؟

تو جو متضاد و متخالف حدیثیں سنت صحیحہ ثابتہ کو ضائع اور برباد کرنے کے لئے گھڑی گئیں اور محدثین نے نادانستہ یا دانستہ ہر طرح کی رطب ویابس روایتوں کو جمع کر کے رکھ دیا۔ آج مسلمانوں سے کہا جا رہا ہے کہ ان کو بھی قرآن مجید ہی کی طرح واجب الاتباع سمجھو۔ جامعین احادیث کو انبیاء ورسل سمجھو اور راویوں کو جبرئیل امین ؎

گر ہمین مکتب است وایں مُلّا
کارِ ملت تمام خواہد شُد

رسوال ۵ کا آخر ٹکڑا) "جس کو ہم آج کی اصطلاح میں حدیث رسول کہتے ہیں"

رجواب) حدیث رسول ہی نہیں بلکہ اس کو قرآن کے ساتھ مثلہ معہٗ منزل من اللہ اور وحی غیر متلو مانتے ہیں۔ حالانکہ

Marfat.com

آپ جانتے ہیں کہ مثلہٗ معہٗ والی حدیث موضوع و مکذوب صحاح کی کسی کتاب میں نہیں ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ اگر یہ حدیثیں بھی وحی منزل من اللہ ہوتیں تو یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلعلك تارك بعض ما یوحی الیك ( ) "تو شاید تم بعض باتیں جو تمہاری طرف وحی کی گئی ہیں ان کو چھوڑ دینے والے ہو" کے نزول کے بعد کبھی ان حدیثوں کو بالکل چھوڑ نہ دیتے بلکہ جس طرح قرآن مجید لکھوا رہے تھے حدیثیں بھی لکھواتے۔ یہ سمجھنا کہ حدیثیں اسلئے نہیں لکھوائیں کہ قرآن کے ساتھ مخلوط نہ ہو جائیں اور وحی متلو و غیر متلو کا فرق باقی نہ رہے محض ایک فریب ہے۔ آپ لکھنے والوں کی دو جماعتیں الگ الگ متعین فرما دیتے ایک جماعت صرف قرآن لکھتی اور دوسری جماعت صرف حدیثیں۔ قرآن کے بارے میں آپ فرما دیتے کہ وحی متلو ہے نمازوں میں ان کی قرأت کا حکم ہے اور حدیثوں کے بارے میں آپ فرما دیتے یہ وحی غیر متلو ہیں ان کا پڑھنا نمازوں میں جائز نہیں۔ اسی طرح دونوں کے باہم مخلوط ہونے کا خطرہ مٹ جاتا۔ آخر مختلف و متعدد چھوٹی بڑی ایک سو چودہ سورتیں اتریں اور لکھنے والے ان کو لکھتے رہے۔ کیا ایک سورت کی آیتیں

Marfat.com

دوسری سورۃ کی آیتوں سے خلط ملط کبھی ہوتیں ؟ جب ایک ہی مجموعے کی آیتیں باہم خلط ملط نہ ہوتیں تو دو مجموعوں کی عبارتیں جن کے کاتبین بھی الگ الگ ہوتے کیوں باہم مخلوط ہو جاتیں۔

آپ لوگوں نے تو ہر قولِ منسوب برسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حدیث رسول وواجب الاتباع مثل قرآن مجید مان لیا ہے وما انزل اللہ بھا من سلطان۔ آپ لوگ یہ بھی نہیں دیکھتے کہ اس کا راوی عوف اعرابی جیسا شیطان خبیث ہے یا اسمٰعیل بن اویس جیسا کذّاب ووضاع۔ آپ صرف یہ دیکھتے ہیں کہ امام بخاری کی کتاب میں یہ حدیث ہے اور جب صحیح بخاری میں ہے تو آپ کے نزدیک اس کا قولِ رسول ہونا قطعی ویقینی ہے اور امام بخاری سے صحابی مروی عنہ تک کے درمیان جتنے نام آتے ہیں وہ سب فرشتے تھے ان میں ہر ایک بجائے خود ایک جبرئیل تھا۔ اس طرح کا ایمان روایت پرستوں ہی کو مبارک ہو۔ ہم لوگ تو ہر حدیث منسوب برسول کو فاعرضوہ علی کتاب اللہ حکم نبوی کے مطابق قرآن مبین کے سامنے پیش کرتے ہیں اور فما وافقہ فاقبلوہ وما خالفہ فردوہ ارشاد نبوی کے موافق جو حدیث قرآن مبین کے مطابق ہوتی ہے اس کو قبول کر لیتے ہیں جس کو قرآن مبین کے خلاف پاتے

Marfat.com

ہیں اس کو رَدّ کر دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ در اصل حدیث رسول ہی نہیں ہے جو بات حدیث رسول نہ ہو اس کو حدیث رسول کہنا درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بہتان باندھنا ہے اور من کذب علی متعمدا فلیتبوء مقعدہٗ من النار۔ (آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جو مجھ پر جھوٹ بات لگاتے جان بوجھ کے وہ اپنی جگہ دوزخ میں ٹھہرا رکھے) اس حدیث کا اپنے کو مصداق بنانا ہے اس لئے کہ جو بات قرآن مبین کے خلاف ہے وہ کبھی قول رسول نہیں ہو سکتی۔ یہ جانتے ہوتے بھی ایسی حدیثوں کو جو قرآن کے خلاف ہیں حدیثِ رسول کہے جانا اور ان کو قرآن کی طرح واجب الاتباع ماننا اور ان کو صحیح ثابت کرنے کے لئے قرآنی آیت کی تاویل یا تنسیخ کی کوشش کرنا، جان بوجھ کر مخالف قرآن جھوٹی بات کی تہمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لگانا ہے۔

چھٹا سوال اور اس کا قرآنی جواب

(مولانا یوسف کا سوال) "کیا قوم کی ہدایت صرف کتاب اللہ ہی سے ہوتی ہے؟ یا پیغمبر بغیر کتاب اللہ کے اور بھی خدائی وحی سے (جس کو الہام یا القاء یا وحی کہتے ہیں) ہدایت کرتا ہے؟"

(جواب از قرآن مبین) اس کا جواب ۷ و ۸ کے ضمن میں قرآنی

Marfat.com

آیات کے ساتھ مذکور ہو چکا۔

اولم یکفہم انا انزلنا الیک الکتٰب یتلٰی علیہم (   )

کیا ان کے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ ہم نے تمہاری طرف اسی کتاب

کو اتار دیا ہے جو برابر ان کے سامنے تلاوت کیجاتی ہے

کیا مولانا محمد یوسف صاحب بتا سکتے ہیں کہ کونسی وہ ہدایت ہے جس سے قرآن مبین خالی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو الہام یا القا یا غیر قرآنی وحی کے ذریعے حاصل ہوتی ؟ اگر کسی حدیث صحیح میں واقعی ہدایت کی کوئی بات ہے تو یقیناً اس کا ماخذ قرآن مبین ہی ہے۔ وہ ہدایت ہرگز قرآن سے باہر نہیں۔ اور اگر وہ بات قرآن مبین سے مستنبط نہیں تو وہ ہدایت کی بات ہی نہیں ہے۔ یقیناً گمراہی وضلالت ہے۔ جو تزئین شیطانی کی وجہ سے ہدایت معلوم ہوتی ہے اور وہ حدیث یقیناً موضوع اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء وبہتان ہے۔

جو قرآن تبیاناً لکل شئی اترا ہو یعنی دین کی ہر بات بیان کر دینے ہی کے لئے نازل کیا گیا ہو اس سے اگر کوئی ہدایت کی بات چھوٹ گئی تو وہ تبیاناً لکل شئی کہاں رہا؟ اور ما فرطنا فی الکتٰب من شئی ہم نے اس کتاب میں کوئی کمی نہیں

Marfat.com

چھوڑی ہے یہ دعویٰ کہاں صحیح ٹھہرا؟ اس لئے ناممکن ہے کہ الہام و القاء وغیرہ سے ہدایت کی کوئی ایسی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی گئی ہو جو قرآن سے بالکل باہر ہو اور اگر ایسی کوئی حدیث ہو تو وہ یقیناً کسی ملحد کی من گھڑت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کھلا ہوا بہتان اور افترا ہے اور جو بات اس حدیث میں بیان کی گئی ہے وہ ہرگز ہدایت کی بات نہیں۔

ساتواں سوال اور اس کا قرآنی جواب (مولانا یوسف کا سوال ہے)

"کیا اختلاف احادیث جو ظاہری طور پر کسی حدیث میں نظر آتا ہو، یہ مانع ہے قبول حدیث سے"؟

ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا ،

اگر یہ قرآن اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے بن کر آیا

ہوا ہوتا تو اس میں لوگ ضرور بہت اختلافات پاتے

اس لئے حدیثوں کے باہمی اختلافات بیشک اسکی دلیل ہیں کہ یہ منجانب اللہ وحی نہیں ہیں۔

حدیثوں کے اختلافات کا کیا پوچھنا ہے کونسا ایسا دینی مسئلہ ہے جس میں مختلف اور متضاد حدیثیں نہ ہوں۔ روایت پرستوں کو یہ سارے اختلافات محض ظاہری معلوم ہوتے ہیں اور وہ سمجھتے

Marfat.com

ہیں کہ بباطن سب متحد و متفق ہیں۔ حالانکہ اختلاف و اتحاد ایسی باتیں نہیں جن کا فرق معلوم نہ ہو۔ مگر عقیدتمندوں کو دونوں چیزیں ایک ہی معلوم ہوتی ہیں ؎

جو دستِ اہلِ تقویٰ میں گیا ساغر تو مَے ساقی
عقیدت کی نظر میں انگبیں معلوم ہوتی ہے

آپ کا یہ سوال یقیناً اس معارضے کی پیش بندی ہے جو آپ آئندہ پیش کریں گے کہ اگر اختلافات کی وجہ سے حدیثیں قابلِ رد ہیں تو قرآن میں بھی تو معنوی اختلافات بہت کافی ہیں جیسا کہ تفسیروں سے ظاہر ہے اور لفظی اختلافات بھی کم نہیں جیساکہ اختلاف قرآت سے نمایاں ہے اس لئے اختلافات کی وجہ سے قرآن کو بھی رد کردیجئے۔ تو یہ معارضہ صحیح نہیں۔ کیونکہ معنوی اختلافات جو مفسرین اور فقہا نے پیدا کئے ہیں ان اختلافات کا ذمہ دار قرآن مبین نہیں ہے بلکہ فرقہ بند مفسرین و فقہا، خود ہیں۔ ہر مفسر اور ہر فقیہ نے اپنے فرقہ کے مسلک کے مطابق کھینچ تان کی ہے۔ سارے معنوی اختلافات کی ذمہ داری مفسرین و فقہاء کی فرقہ بندی پر ہے۔ قرآن مبین میں کوئی اختلاف نہیں۔

اسی طرح اختلاف قرآت ایرانی و کوفی منافقین کا محض

Marfat.com

افترا ہے قرأت متواترہ کے خلاف ساری روایتیں دوسری قراءتوں کی موضوع و مکذوب ہیں۔ قرأت متواترہ جو ساری دنیا میں مروج ہے اس کے سوا جو اور چھ قراءتوں کو متواتر کہا جاتا ہے ان میں سے کسی ایک کو متواتر ثابت کر کے کوئی دکھاتے تو میں جانوں۔

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودها الناس والحجارۃ اعدت للکفرین ○ تو اگر تم نہ کر سکو اور کبھی نہ کر سکو گے تو بچو اس آگ سے جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے جو کافروں کے لئے مہیا کی گئی ہے۔

سوال ۷ اور اس کا قرآنی جواب

(مولانا یوسف کا سوال ۷)۔ "کیا بسبب رواۃ حدیث کہ فلاں صحیح[1]، فلاں ضعیف، فلاں مجروح ہے فلاں میں تشیع ہے، یا فلاں کاذب تھا یا فلاں کو نسیان تھا وغیرہ ذلک یہ احادیث کے رد کی وجہ ہے؟"

(سوال ۷ کا قرآنی جواب)

یاایھا الذین اٰمنوا اذا جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا ( )

---

[1] غالباً فلاں قوی فلاں ضعیف مولانا لکھنا چاہتے ہوں گے ورنہ راوی کہاں صحیح ہوگا؟ روایت البتہ صحیح ہوتی ہے۔ ۱۲

Marfat.com

اے ایمان والو جب تمہارے پاس کوئی بدکار کوئی خبر لاتے تو
اس کی تحقیق کرو۔

راویانِ احادیث میں اکثریت مشتبہ ہی لوگوں کی ہے جن کے بارہ میں ائمہ جرح وتعدیل کو کوئی بات قابل جرح معلوم ہو سکی تو انھوں نے رجال کی کتابوں میں لکھ دی، نہیں معلوم ہوئی تو پھر

ہر کہ را جامہ پارسا بینی
پارسا دان و نیک مرد انگار

پر عمل کر کے ثقہ اس کے متعلق لکھ دیا۔ اگر امام بخاری و امام مسلم و امام مالک نے اس سے روایت لی ہے تو پھر ان ائمہ محدثین کا بھرم رکھنے کے لئے ثقۃٌ کے ساتھ حُجّۃٌ اور ثبت بھی لگا دیا۔ جو حدیثیں ان راویوں سے مروی ہیں ان کی معنوی نوعیتوں پر کبھی غور نہیں کیا۔ بہرحال جن پر جرحیں مذکور ہیں اور اکثر محدثین کا یہ متفقہ اصول ہے اور عقل بھی یہی کہتی ہے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے تو پھر مجروحین کی روایتوں کی تو کرید کرنی چاہئے شیعوں کا حال شیعوں کی کتابیں ہی دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کم سے کم اصولِ کافی ہی کا بغور مطالعہ کر لیا جائے جس کے یہاں تقیہ و کتمانِ دین کا جزوِ اعظم ہو اُسکے ظاہری زہد و تقویٰ سے دھوکا

Marfat.com

کھانا کیسی مہلک غلطی ہے۔ تفسیری روایتوں کو سدی وکلبی نے جس طرح گھڑ گھڑ کر پھیلایا اور باوجود اس کے کہ سارے ائمہ رجال ان دونوں کو کذاب لکھ رہے ہیں مگر تمام مفسرین ان کی روایتوں پر آمنا وصدقنا کہے جاتے ہیں اور یہی حال تقریباً احادیث احکام کا ہے کہ ان کے راوی بھی کتنے سدی وکلبی کے ہمرنگ ہی ہیں۔

اور حقیقت تو یہ ہے کہ جتنے لوگ زیادہ حدیثیں روایت کرنے والے ہیں، جو ایسے متعدد لوگوں سے روایتیں بیان کرتے ہیں جن سے صرف وہی روایت کرتے ہیں دوسرا روایت نہیں کرتا، جو ایسی حدیثیں روایت کرتے ہیں جن کو ان کے سوا کوئی دوسرا روایت نہیں کرتا، یہ سب مشتبہ اور مخدوش لوگ ہیں۔ اگر آپ فرمائیں گے تو انشاء اللہ میں ایسے مفسدینِ احادیث کے اسماء گرامی لکھ کر پیش کر دوں گا۔ مولانا! اہلحدیث ہونا، حدیث کی کتابیں پڑھ لینا بلکہ پڑھاتے رہنا اور باتیں ہیں اور حدیث کے فن کا جاننا کچھ اور ہی چیز ہے۔

نویں سوال کا قرآنی جواب

(مولانا یوسف کا سوال ۹)

"کیا وہی اعتراض جو

Marfat.com

احادیث پر وارد ہوتے ہیں خواہ کوئی بھی اور کیسا بھی ہو، وہی اعتراض اگر قرآن مجید پر منکر قرآن پیش کرے یا آپ کا خصم بطور الزام پیش کرے تو قرآن پاک کو رد کیا جائے گا؟"

(سوال ۹ کا قرآنی جواب)

ان الذین یلحدون فی اٰیٰتنا لا یخفون علینا الآیہ

ان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا فاتوا

بسورۃ من مثلہ الآیہ

اگر تمہیں کچھ شک ہو اس کتاب کے بارے میں جسے ہم نے اپنے

بندے پر اتارا ہے تو اس کے مثل ایک سورہ ہی سہی بنا کر

پیش کرو۔

مولانا! جو اعتراضات حدیثوں پر ہوتے ہیں ان میں کا ایک اعتراض بھی قرآن مجید پر وارد نہیں ہوسکتا۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ جو لوگ حدیثوں پر آپ کے سامنے اعتراضات پیش کر رہے ہیں وہ ایماناً و دیانتاً پیش کر رہے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ جو کچھ بول رہے ہیں اسکے متعلق قیامت کے دن ان کو حساب دینا ہوگا مگر آپ قرآن مجید پر کوئی اعتراض بھی ایماناً و دیانتاً نہیں کر سکتے۔ اگر کر سکتے ہوں تو کیجئے مگر قیامت کی بازپرس کا خیال رکھتے ہوئے۔

Marfat.com

باقی رہے منکرین قرآن۔ یا شیعہ حضرات جو قرآن مجید میں تحریف ثابت کرتے رہتے ہیں چونکہ وہ اس قرآن کے محفوظ من اللہ ہونے پر ایمان نہیں رکھتے تو ان کے اعتراضات کی بنیاد آپ ہی کی حدیثوں پر ہوا کرتی ہے۔ ان کے جو اعتراضات ملاحدۂ عجم اور منافقین کوفہ وشام وعراق وغیرہ کی من گھڑت روایتوں کی بنیاد پر ہیں ان کا جواب تو روایت پرستوں ہی کو دینا چاہئے منکرین احادیث موضوعہ ان جھوٹی حدیثوں کو مانتے ہی کب ہیں وہ صاف کہہ دیں گے کہ یہ حدیثیں منافقین کی من گھڑت ہیں ہم انھیں نہیں مانتے۔

اور جو عقلی اعتراضات وہ اپنی بے عقلی کی وجہ سے کرینگے ان کے جوابات عقلی دلائل قاطعہ سے دیئے جائیں گے اور جب عقلی اعتراضات ہوتے ہیں تو ان کے عقلی جوابات ضرور دیئے گئے ہیں اور دندان شکن جوابات دیئے گئے ہیں۔

مختصر یہ ہے کہ جو اعتراضات حدیثوں پر ہیں ان میں کا ایک اعتراض بھی قرآن مجید پر ذرا کر کے دیکھئے، کیسا شافی جواب ملتا ہے مگر ذرا سوچ سمجھ کر میدان میں اتریئے گا۔

دسواں سوال اور اس کا قرآنی جواب | (مولانا یوسف کا سوال)

"کیا جس مجموعۂ مستند کا آپ نے ذکر کیا ہے کہ قرآن مجید کو کتابی شکل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا تھا یہ موجودہ قرآن وہی ہے؟"

(سوال ۱۰ کا قرآنی جواب)

ذٰلِکَ الکِتٰبُ لَا رَیبَ فِیہِ (۲/۲)

یہ کتاب، اس میں کسی قسم کا شک نہیں۔

قُلِ اللہُ شَہِیدٌ بَینِی وَبَینَکُم وَاُوحِیَ اِلَیَّ ھٰذَا

القرآن (ــ)

کہہ دو اے رسول کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے

اور میری طرف یہی قرآن وحی کیا گیا ہے

قرآن مجید کا معجزانہ تواتر جو عہد نبوی سے لے کر آج تک کتابتہً، تلاوتہً، قراءۃً، تعلیماً، تعلّماً، حفظاً ہر طرح سے غیر منقطع تسلسل کے ساتھ ساری دنیائے اسلام میں چلا آرہا ہے وہی اس سوال کا منہ توڑ جواب دینے کے لئے کافی ہے۔ مجھ کو کچھ لکھنے کی ضرورت ہی نہیں۔

گیارہواں سوال اور اس کا قرآنی جواب

(مولانا یوسف کا سوال ۱۱)

"کیا جو حضرت عثمان غنیؓ نے قرآن مجید کے تمام نسخے جلا دیئے تھے؟ صرف ایک رکھا تھا؟

Marfat.com

کیا یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مستند اور کتابی شکل میں صحابہ کو دیا تھا، یا جو جلا دیئے گئے تھے ان میں سے کوئی تھا، یا وہ کُل نسخے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف زبانوں اور مختلف لغات میں صحابہ کو دیتے تھے آخر وہ کیوں جلاتے گئے اور کیوں ایک نسخہ رکھا گیا اور وہ کونسی زبان ولغت صحیحہ کی بناء پر رائج الوقت قرار دیا گیا ہے؟"

رسوال ۱۱ کا قرآنی جواب)

لولا جاءوا علیہ باربعۃ شھداء فاذ لم
یأتوا بالشھداء فاولئک عند اللہ ھم
الکٰذبون ۝

کیوں نہیں اس بہتان پر چار گواہ لاتے؟ تو جب وہ گواہوں
کو نہ لاسکے تو وہی لوگ اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔

کسی پر تہمت لگانا کسی پر بہتان باندھنا کھیل نہیں ہے یہ زنا اور بدکاری کی تہمت سے زیادہ سخت اور سنگین تہمت ہے جو حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ پر لگائی گئی ہو۔ کیا مولانا یوسف کم سے کم چار صحابہؓ اور چار تابعی اور چار اتباع تابعین یعنی ہر دور کے چار گواہ اس روایت مکذوبہ پر لا سکتے ہیں؟

Marfat.com

میرے دوست مولانا یوسف صاحب نے اپنے اس گیارہویں سوال کے ضمن میں حسب ذیل سوالات کئے ہیں:

(۱) حضرت عثمان غنی نے قرآن مجید کے تمام نسخے جلا دیئے تھے؟ صرف ایک رکھا تھا؟

اس کا جواب ضرور ہمارے ذمے ہے، تو ہم کہتے ہیں کہ نہیں، ایسا کوئی واقعہ ہی نہیں ہوا تھا۔ نہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کوئی نسخہ جلایا تھا نہ صرف ایک نسخہ رکھا تھا۔ قرآن ہر صحابی کے گھر میں تھا سب کے سب قرآن دیکھ کر پڑھتے تھے اور زبانی بھی پڑھتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کیوں کسی نسخے کو جلانے لگے اور اگر ایسا کرتے تو کیا کوئی صحابی بھی اس کو برداشت کر سکتا تھا؟

(ب) کیا یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مستند اور کتابی شکل میں صحابہ کو دیا تھا؟

(ج) یا جو جلا دیئے گئے تھے ان میں سے کوئی تھا؟

(د) یا وہ کل نسخے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف زبانوں اور مختلف لغات میں صحابہ کو دیتے تھے؟

(ہ) آخر وہ کیوں جلا دیئے گئے؟

(و) اور کیوں ایک نسخہ رکھا گیا؟

Marfat.com

(ز) اور دونوں سی لغت وزبان صحیحہ کی بنا پر رائج الوقت قرار دیا گیا؟

یہ (ب) سے لیکر (ز) تک چھ سوالات ہم جیسوں سے پوچھنا تو بالکل غلط ہے جو لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعض نسخہائے قرآن کے واقعہ ہی کو محض جھوٹ بہتان اور افترا جانتے اور مانتے ہیں، نہ ان سے یہ چھ سوالات کئے جاسکتے نہ وہ ان کے جوابات کے ذمہ دار ہیں

البتہ مولانا یوسف صاحب کو لازم ہے کہ یہ چھ سوالات بلکہ ساتوں سوالات امام بخاریؒ سے کریں یا ابن شہاب زہری سے جو تنہا اس روایت مکذوبہ کے راوی ہیں۔

اگر کسی صوفی سے کشفِ قبور کا طریقہ سیکھ کر اور اس کی مشق بہم پہنچا کر میرے دوست مولانا محمد یوسف صاحب امام بخاری اور ابن شہاب زہری کی قبروں پر جاکر مراقب بیٹھ جائیں تو نہایت آسانی کے ساتھ دونوں سے یہ ساتوں سوالات کر سکتے ہیں بلکہ ایک آٹھواں سوال میری طرف سے بھی کر کے اس کا جواب بھی پوچھیں کہ

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ صرف ایک نسخہ قرآن رکھ کر باقی سب نسخوں کو جلانے لگے تھے اس وقت کسی صحابی کے دل میں بھی حمایتِ قرآن کا جذبہ پیدا نہ ہوا تھا؟

Marfat.com

کم سے کم حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تو ذوالفقار کھینچ کر کھڑے ہو جاتے کہ ہم کتاب اللہ کو کبھی جلانے نہ دیں گے؟ آخر تمام صحابہؓ کو کیا ہو گیا تھا کہ قرآن کے نسخے جلتے ہوتے چپ چاپ دیکھتے رہے اور حضرت عثمانؓ کو اس کارِ بد سے روکا تک نہیں؟

جب ان سوالوں کے جوابات امام بخاری وابن شہاب زہری کی روحوں سے مل جائیں تو ان کو ازراہِ کرم اس رسالہ طلوع اسلام میں بھی شائع فرما کر ہم لوگوں کو بھی مستفیض ہونے کا موقع دیں۔

ورنہ ایک جھوٹی روایت کی بنیاد پر جو گمراہ کن سوالات پیدا ہوں ان کے جوابات ان لوگوں سے کیوں پوچھے جائیں گے جو اس روایت ہی کو جھوٹی اور اس واقعہ ہی کو بالکل غلط اور ناشُدہ یقین کرتے ہیں۔

مولانا محمد یوسف صاحب کا بارہواں اور آخری سوال اور اس کا قرآنی جواب

(مولانا محمد یوسف کا سوال ۱۲) پھر اس کا کیا ثبوت کہ موجودہ قرآن پاک یہ وہی ہے اور ہو بہو وہی ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیلؑ کے سامنے بطور تلاوت پیش کیا تھا یا جبرئیلؑ نے حضورؐ پر اس کو پیش کیا تھا؟

Marfat.com

(سوال ۱۲ کا قرآنی جواب)

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون ( )

ہم نے اس قرآن کو اتارا ہے اور ہم بیشک ضرور اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ۔ تنزیل من حکیم حمید ( )

باطل نہ اسکے آگے سے آسکتا ہے نہ اس کے پیچھے سے یہ حکمت و حمد کے مالک کی طرف سے اتری ہوئی کتاب ہے

یہ مذکورہ بالا دو آیتیں اس ثبوت کے لئے کافی ہیں کہ موجودہ قرآن پاک جو معجزانہ تواتر کے ساتھ تقریباً پونے چودہ سو برس سے چلا آرہا ہے اور ساری دنیائے اسلام میں مروّج ہے، ہر مسلم گھر میں ہر زمانے میں عہد نبوی سے لے کر آج تک موجود ہے اور موجود رہا۔ یہ وہی قرآن ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا تھا، جس کو آپ تلاوت فرماتے تھے اور تمام صحابہ تلاوت کرتے تھے ہو بہو وہی ہے وکفی باللہ شہیدا اور مجھکو یقین ہے مولانا یوسف کا ایمان بھی اسی عقیدے پر ہے۔

میں نے بعونہٖ تعالیٰ و بفضلہ عزوجل اپنے دوست جناب محترم

Marfat.com

مولانا محمد یوسف صاحب صدر جمعیت اہلحدیث کراچی کے بارہ سوالات
کے جوابات قرآن مجید کی آیتوں سے دید یئے۔ امید ہے کہ مولانا
تعصب اور غلو سے کام نہ لیں گے اور ٹھنڈے دل سے ان جوابات
پر غور فرمائیں گے۔

آخر میں یہ بھی عرض کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ میں ان حدیثوں
کو جو قرآن مبین کے مطابق ہیں اور اسی وجہ سے ان کی نسبت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صحیح ہو سکتی ہے قرآن مجید
کی تفسیر سمجھتا ہوں اور ان کی دینی اہمیت پوری طرح جانتا اور
مانتا ہوں۔ میں خود قرآن کی تفسیر اپنی سمجھ کے مطابق کروں مجھ کو اس
کا حق ہو مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو قرآن مجید کی تبلیغ و تعلیم و
تبیین ہی کے لئے مبعوث ہوئے ان کو قرآنی آیات کی تفسیر
بیان فرمانے کا کوئی حق نہ تھا؟ کوئی صاحب عقلِ سلیم ایسا نہیں
سمجھ سکتا۔ مگر تفسیر کو متنِ قرآن کے سیاق و سباق کے مطابق
اصول ادب عربی کے مطابق ہونا چاہئے نہ کہ

"من چہ می سرایم و طنبورہ من چہ می سراید"

کی مصداق ہو، جب کوئی حدیث صحیح یعنی مطابق قرآن مجھے مل جاتی
ہے تو میں اس سے سرتابی کفر سمجھتا ہوں۔

Marfat.com

لیکن نہ رُواتِ حدیث کو جبریئل امین سمجھتا ہوں نہ محدثین کو پیغمبر۔ اس لئے میں صحاح ستّہ یا بخاری و مسلم کا پرستار نہیں ہوں۔ تدبر فی القرآن کی اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے اور نقدِ احادیث کی ایک حد تک صلاحیت بھی۔ فن رجال کی کوئی گھاٹی غالبًا مجھ سے چھوٹی نہیں ہے۔ اس فن میں میری خود متعدد تصنیفیں ہیں غرض احادیث کی متن و اسناد سب پر کافی غور کر کے ان کی صحت و عدم صحت کا فیصلہ کرتا ہوں اور دیانتہً فیصلہ کرتا ہوں۔ میں کسی فرقے کا آدمی نہیں۔ صرف مُسلم ہوں اور میرا دین صرف اسلام۔ اسّتر کے قریب پہنچ چکا ہوں مرنے کے دن قریب ہیں، قیامت کی بازپرس سے بہت ڈرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ایمان کے ساتھ دنیا سے اُٹھائے آمین ثم آمین۔ لیکن میں بھی انسان ہوں۔ مجھ سے بھی غلطی اور غلط فہمی ہو سکتی ہے اور باوجود اس تحدیث نعمت کے جو ابھی کی مجھ کو اپنے جہل کا اعتراف ہے اس لئے جو شخص مجھ کو میری غلطیوں سے مطلع کر دے میں اس کا شکر گذار ہی رہوں گا۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

تمنا عمادی مجیبی پھلواروی

Marfat.com

طلوعِ اسلام | ہم نے علامہ تمنا کی تمنا کے مطابق ان کے جوابات شائع کر دیتے ہیں۔ اگر ہم خود اس موضوع پر قلم اٹھاتے تو ہم علامہ یوسف صاحب سے صرف اتنی بات پوچھتے:

(الف) آپ یہ مانتے ہیں یا نہیں کہ جو قرآن اس وقت مسلمانوں کے پاس ہے وہ حرفاً حرفاً وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم پر وحی کیا اور جسے رسول اللہ صلعم نے محفوظ شکل میں اُمت کو دیا؟

(ب) کیا حدیث کی کوئی کتاب بھی ایسی ہے جسے رسول اللہ صلعم نے محفوظ شکل میں اُمت کو دیا تھا اور وہ حرفاً حرفاً اسی طرح آج تک محفوظ ہے؟

Marfat.com

حقیقتِ حدیث

قرآن میں ہے کہ جب منکرینِ قرآن نے دیکھا کہ ہم کسی صورت میں بھی قرآن کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ نہ دلائل سے، نہ اس کی تعلیم کے نتائج کے پیشِ نظر، تو انھوں نے سوچا کہ ان حالات میں کامیابی کی ایک ہی شکل ہے اور وہ یہ کہ لوگوں کو قرآن سننے سے روکا جائے اور جہاں کہیں قرآن پیش کیا جا رہا ہو وہاں اتنا شور مچا دیا جائے کہ کسی کے کان میں اس کا لفظ پڑنے نہ پائے۔

وقال الذین کفروا لا تسمعوا لھذا القرآن
والغوا فیہ لعلکم تغلبون (۴۱/۲۶)

منکرینِ قرآن کہتے ہیں کہ اس قرآن کو مت سنو اور اس
میں شور مچاؤ۔ شاید تم (اس طریق سے) غالب آجاؤ

یہ کیفیت نبی اکرمؐ کے زمانے کے منکرینِ قرآن کے ساتھ ہی مخصوص نہیں تھی۔ قرآن کے ساتھ آج تک یہی ہوتا چلا آرہا ہے اور یہی کچھ خود ہمارے سامنے ہو رہا ہے۔ ذرا سوچئے کہ آج ہماری حالت یہ ہے کہ

Marfat.com

ہم میں سے ہر ایک مسلمان اس حقیقت پر ایمان رکھنے کا مدعی ہے کہ قرآن ہمارے لئے قیامت تک مکمل اور واحد ضابطۂ حیات ہے۔ یہ زندگی کے ہر شعبے میں ہماری راہ نمائی کرتا ہے۔ اس کی تعلیم بے مثل و بے نظیر ہے۔ اس کی اطاعت سے ہم دنیا اور آخرت میں سرخروئی حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اگر تمہارا یہی ایمان ہے تو جن غیر قرآنی نظریات و معتقدات پر تم نے اپنی شریعت کو متشکل کر رکھا ہے، انھیں چھوڑ کر زندگی کا ضابطہ خالص قرآنی اصولوں پر استوار کرو تو چاروں طرف سے شور مچا دیا جاتا ہے کہ ایسا کہنے والے کا گلا گھونٹ دو۔ یہ تمہیں گمراہ کر رہا ہے۔ اگر تم نے اس کی آواز سن لی تو تمہاری عاقبت خراب ہو جائے گی۔ تم دین اور دنیا میں کہیں کے نہ رہو گے۔ اور حیرت بالائے حیرت کہ ان شور مچانے والوں میں پیش پیش وہ طبقہ ہوتا ہے جو اپنے آپ کو حاملینِ شرعِ متین اور محافظین دین مبین قرار دیتا ہے۔ ذرا غور کیجئے کہ زیرِ آسمان اس سے بڑھ کر عبرت و موعظت کا کوئی اور مقام بھی ہو سکتا ہے کہ جس روش کو اللہ تعالیٰ نے "الذین کفروا" (منکرینِ قرآن) کا مسلک بنایا تھا اسے "الذین آمنوا" (قرآن پر ایمان رکھنے کے مدعی) اختیار کئے ہوتے ہیں اور اس

شد و مد سے اس پر عمل پیرا ہیں کہ باید و شاید! سورج کی آنکھ نے اس سے بڑھ کر طرفہ تماشا شاید ہی کہیں اور دیکھا ہو!!

آپ طلوع اسلام کا مطالعہ ۱۹۳۸ء سے کرتے چلے آرہے ہیں۔ آپ اس کی قطع کردہ منزل پر ایک تیرتی ہوئی نگاہ ڈالئے اور نہایت محتسبانہ نظر سے دیکھئے کہ آپ کو کوئی مقام بھی ایسا ملتا ہے جہاں اس نے قرآن کا دامن چھوڑا ہو؟ اور اسکے ساتھ ہی یہ بھی دیکھئے کہ اس کی زندگی میں کوئی وقت بھی ایسا آیا ہے جب عصا بردارانِ شریعت اس کے پیچھے لٹھ لے کر نہ پھر رہے ہوں؟ اگر آپ کو اس سے پہلے اس طرف توجہ دینے کا موقع نہ ملا ہو تو آج اپنے سامنے دیکھئے کہ اس کی مخالفت میں کیا کچھ ہو رہا ہے؟ کوئی محراب و منبر بھی ایسا ہے (اِلّا ماشاء اللہ) جو اس کے خلاف دشنام طرازیوں کی نشرگاہ نہ بن رہا ہو اور عباؤں اور قباؤں پر مشتمل کوئی مجمع بھی ایسا ہے جہاں اس کے خلاف محاذ بنانے کی تدابیر خود ان کے لئے غارت گرِ سکون و اطمینان اور ان کے مقلدین و متبعین کے لئے وجۂ حصولِ جنت نہ قرار پا رہی ہوں؟ اور یہ سب کچھ کس جرم کی پاداش میں؟ صرف اس جرم کی کہ طلوع اسلام یہ کہتا ہے کہ

لا الٰہ الا اللہ ۔ محمد رسول اللہ

اطاعت خدا کے سوا کسی اور کی جائز نہیں۔ اور محمدؐ اُس کا پیغام پہنچانے والے ہیں۔

Marfat.com

اس مقصد کے لئے ان حضرات نے عوام کے جذبات کو مشتعل کرنے کی خاطر
چند لیبل تراش رکھے ہیں جن کے ساتھ وہ لیبل چپکا دیا جائے عوام اس
کے پیچھے پڑجاتے ہیں۔ ان کی یہ "لیبل تراشی" جنس تدبیر
کوئی نئی نہیں۔ بہت پرانی ہے۔ گذرے ہوئے زمانوں کی تاریخ کو
چھوڑیئے۔ ابھی چند سال پہلے مثلاً "وہابی" کا لیبل یہی کام دیا کرتا
تھا۔ آپ نے وہ قصہ تو سنا ہوگا کہ کسی گاؤں میں مسجد کا مُلّا کسی
بات پر ہندو بنیئے سے ناراض ہوگیا اور اس سے کہا کہ اب دیکھو
میں تمہارا حشر کیا کرتا ہوں۔ جمعہ کی نماز کے لئے لوگ جمع ہوئے تو
مولوی صاحب نے خطبہ میں فرمایا کہ مسلمانو! تمہیں کچھ علم بھی ہے
کہ تمہارے گاؤں میں کیا قیامت برپا ہوگئی ہے! تمہارے گاؤں کا
بنیا وہابی ہوگیا ہے بس پھر کیا تھا؟ مجمع اُٹھا اور بنیئے کی دکان
کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ عوام کی تو کیفیت ہی یہی ہوتی ہے۔
اسی قسم کا ایک لیبل ہے "منکرینِ حدیث" جو ان "مجاہدین" کی
طرف سے آج کل طلوعِ اسلام کے خلاف دھڑا دھڑ استعمال ہو
رہا ہے۔ ذرا ٹھنڈے دل سے سوچیئے کہ اس لیبل کے معنی کیا ہیں
اور طلوعِ اسلام کا فی الواقعہ کوئی جرم ایسا ہے جس کی بنا پر اُسے
حوالۂ دار و رسن کرنے کے منصوبے باندھے جاتے ہیں اور اسے

Marfat.com

چھونے والوں کو جہنم کا ایندھن قرار دیا جاتا ہے!

"منکرِ حدیث" کے لفظی معنی ہیں "حدیث کا انکار کرنے والا" ہم پوچھتے یہ ہیں کہ کیا دنیا میں کوئی شخص ایسا بھی ہے جو حدیث کے وجود کا انکار کرے؟ خود طلوع اسلام کے پاس حدیث کی کتابوں کی بڑی بڑی ضخیم جلدیں موجود ہیں جن کے اقتباسات اس میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہتے ہیں۔ کیا اس کے بعد کوئی سلیم العقل انسان ایسا کہہ سکتا ہے کہ طلوع اسلام حدیثوں کے وجود کا منکر ہے؟

اسی قسم کا دوسرا لیبل ہے (بلکہ اسے اسی لیبل کی "دوسری طرف" سمجھئے) "اہلِ قرآن"۔ اہلِ قرآن کے معنی ہوئے "قرآن والا"۔ ہم پوچھتے یہ ہیں کہ کیا کوئی مسلمان بھی ایسا ہے جو یہ کہے کہ وہ "قرآن والا" نہیں؟ اس میں شبہ نہیں کہ اس سے ذرا پہلے ایک مذہبی فرقہ ایسا پیدا ہوا تھا جسے "اہل قرآن" کے نام سے پکارا جاتا ہے (معلوم نہیں انہوں نے اپنا نام خود ایسا رکھا تھا یا اسے ان کے ساتھ بطور لیبل چپکا دیا گیا تھا) لیکن طلوع اسلام اصولاً اس حقیقت کا اظہار بار بار کر چکا ہے کہ اس کے نزدیک مذہبی فرقہ بندی (از روئے قرآن) شرک ہے اس لئے اسے کسی مذہبی فرقے سے کوئی تعلق نہیں۔ اور جہاں تک "اہل قرآن" (کے فرقے) کا تعلق ہے، طلوع اسلام

Marfat.com

ان کے مسلک پر کئی بار تنقید کر چکا ہے کہ ان کے سامنے بھی دین کی صحیح راہ نہیں آسکی۔

یہ تو ہوا ان لبیلوں کا ماجرا۔ اب یہ دیکھئے کہ طلوع اسلام کہتا کیا ہے؟ طلوع اسلام کی دعوت یہ ہے کہ

(i) دین اس ضابطے کا نام ہے جس کے مطابق تمام انسانوں کو ایک نظام کے ماتحت زندگی بسر کرنی چاہیئے۔

(ii) یہ دین صرف خدا کی طرف سے وحی کے ذریعے مل سکتا ہے۔

(iii) یہ دین آخری مرتبہ اپنی مکمل شکل میں نبی اکرمؐ کی وساطت سے ملا اور اب قرآن کے اندر محفوظ ہے جس کا حرف حرف وہی ہے جو خدا کی طرف سے نازل ہوا تھا۔ اس لئے کہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود خدا نے لے رکھا ہے۔

(iv) قرآن میں بالعموم دین (ضابطۂ حیات) کے اصول دیئے ہوئے ہیں جو قیامت تک غیر متبدل رہیں گے۔ نہ ان میں کسی ترمیم و تنسیخ کی گنجائش ہے نہ ردوبدل کا امکان۔

(v) ہر دور کے مسلمان اپنے اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق ان ابدی، محکم، غیر متبدل اصولوں کی روشنی میں جزئی احکام خود مرتب کریں گے۔ اس قسم کی ترتیب احکام انفرادی کام نہیں بلکہ یہ سب کچھ

Marfat.com

ملت کے اجتماعی نظام کی طرف سے ہوگا۔ چونکہ ہر دور میں زمانے کے تقاضے بدلتے رہتے ہیں اس لئے ان جزئی احکام میں بھی ردوبدل کا امکان ہے۔ جب ضرورت پڑے مسلمانوں کا اجتماعی نظام ان میں مناسب تغیر و تبدل یا ترمیم و تنسیخ کرسکتا ہے اور ان کی جگہ نئے احکام بھی مرتب کرسکتا ہے۔

(vi) سب سے پہلا قرآنی نظام خود رسول اللہؐ نے قائم کیا اور مندرجہ بالا اصول کے ماتحت آپؐ نے اپنے رفقائے کار (صحابہ کبارؓ) کے مشورے سے اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق قرآنی اصولوں کے جزئی احکام مرتب فرمائے۔

(vii) اگر اللہ تعالیٰ کا منشا یہ ہوتا کہ دین کے اصولوں کی طرح یہ جزئی احکام Bye-Laws بھی ابدی طور پر غیر متبدل رہنے چاہئیں تو وہ ان جزئی احکام کو بھی خود ہی متعین کرکے وحی کے ذریعے نازل کر دیتا اور انھیں قرآن کے اندر قیامت کیلئے محفوظ رکھ دیتا۔ اور اگر خود رسول اللہؐ کا یہ منشا ہوتا کہ حضورؐ کے متعین فرمودہ جزئی احکام قیامت تک کے لئے غیر متبدل اور واجب الاطاعت رہیں تو جس طرح آپ نے قرآن کریم کو لفظاً لفظاً لکھوا کر، زبانی یاد کرا کر محفوظ شکل میں چھوڑا تھا، اسی طرح اپنے ان احکام کا ایک مجموعہ

Marfat.com

خود مرتب فرما کر امت کو دیکر جاتے۔

لیکن نہ تو خدا نے ان احکام کو خود متعین کر کے انھیں قرآن کے اندر محفوظ رکھا اور نہ ہی رسول اللہؐ نے اپنے احکام (اقوال و افعال) کا کوئی مجموعہ مرتب فرما کر مستند شکل میں امت کو دیا۔

خدا نے بھی صرف قرآن نازل کیا اور رسول اللہؐ نے بھی اُمت کو قرآن ہی دیا اور اسی قرآن کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا۔

اس لئے دین کا ضابطہ جو ابدی طور پر واجب الاطاعت اور غیر متبدل ہے خدا اور اس کے رسول کے محولہ بالا فیصلے کے مطابق قرآن ہے اسکے سوا اور کچھ نہیں۔

(viii) رسول اللہؐ کے بعد خلفائے راشدین نے بھی قرآن کی حفاظت اور نشر و اشاعت کا کافی انتظام کیا۔ لیکن رسول اللہؐ کے احکام (احادیث) کا کوئی مجموعہ مرتب نہ کیا بلکہ کئی ایک معاملات میں رسول اللہؐ کے فیصلوں کو بدل بھی دیا کیونکہ اُس وقت وہ حالات بدل چکے تھے جن کے پیشِ نظر رسول اللہؐ نے وہ فیصلے صادر فرمائے تھے اور اس نئے دور کے تقاضے کچھ اور چاہتے تھے۔

(ix) رسول اللہؐ کی وفات کے قریب سوا سو سال بعد (۱۴۰ھ)

Marfat.com

ہیں امام مالکؒ نے ان روایات کو جمع کیا جو رسول اللہؐ کے اقوال و افعال سے متعلق لوگوں میں مشہور تھیں۔ اس مجموعہ کا نام موطا ہے جس میں تین سو سے پانچ سو تک روایات ہیں۔

رسول اللہؐ کی وفات کے قریب اڑھائی سو سال بعد امام بخاریؒ نے اسی قسم کی روایات کو جمع کرنا شروع کیا اور قریب چھ لاکھ روایات اکٹھی کیں۔ ان میں سے انھوں نے اپنی صوابدید کے مطابق قریب چھ ہزار روایات کو منتخب کر لیا۔ باقی پانچ لاکھ چورانوے ہزار کو چھوڑ دیا۔ (اور اگر مکررات کو الگ کر دیا جائے تو صرف دو ہزار کو منتخب کیا اور باقی پانچ لاکھ اٹھانوے ہزار کو چھوڑ دیا)۔ اس کا نام ہے صحیح بخاری۔

ان کے بعد بہت سے اور حضرات نے بھی اسی قسم کی روایات جمع کیں۔ ان تمام روایات کے مجموعوں کا نام ہے احادیث (حدیث کے معنی ہیں بات۔ احادیث کے معنی ہوئے رسول اللہؐ کی باتیں۔ روایت کے معنی ہیں کسی سے سنی ہوئی۔ لہٰذا صحیح بخاری سے مراد ہیں رسول اللہؐ کی وہ باتیں جو امام بخاریؒ نے رسول اللہؐ کی وفات کے قریب اڑھائی سو سال بعد لوگوں سے سُنکر جمع کیں)۔

(۲) ان احادیث کے متعلق اب یہ کہا جاتا ہے کہ یہ خدا کی

Marfat.com

طرف سے اسی طرح سے وحی ہوئی تھیں جس طرح قرآن کریم وحی ہوا تھا اور یہ "قرآن کے ساتھ قرآن کے ہم پایہ" قیامت تک کے لئے واجب الاطاعت اور غیر متبدل ہیں۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ روایات قرآن کے ساتھ قرآن کے ہم پایہ وحی ہوئی تھیں اور قیامت تک کے لئے غیر متبدل رہنی تھیں تو اللہ تعالیٰ کو چاہیئے تھا کہ انھیں قرآن کے ساتھ نازل کرتا اور رسول اللہؐ کو چاہیئے تھا کہ قرآن کی طرح ان کا محفوظ اور مستند مجموعہ امت کو دے کر جاتے۔ نہ اللہ نے ایسا کیا نہ اسکے رسولؐ نے۔ اڑھائی سو سال بعد امام بخاریؒ نے ان روایات کو جمع کیا اور چھ لاکھ چورانوے (بلکہ اٹھانوے) ہزار کو اٹھا کر پھینک دیا اور صرف چھ ہزار (یا دو ہزار) کو اپنے مجموعے میں لکھ لیا۔ (معلوم نہیں کہ خود امام بخاری نے کس وحی کی بنا پر یہ فیصلہ کیا کہ وہ پانچ لاکھ چورانوے ہزار تو وحی شدہ روایات نہیں ہیں اور صرف یہ چھ (یا دو) ہزار روایات وحی شدہ قرآن کے ساتھ قرآن کی ہم پایہ ہیں جن میں اب قیامت تک کوئی ردوبدل نہیں ہوسکتا)

ہم یہ کہتے ہیں کہ خدا اور رسول تو ایک طرف، خود ان احادیث کے جمع کرنے والوں کے پیشِ نظر بھی یہ بات نہ تھی کہ ان کا مجموعۂ روایات وحیٔ منزل ہے۔ دین کا جزو ہے۔ قیامت تک کے لئے

Marfat.com

غیر متبدل ہے۔ اس زمانے میں جب رسول اللہؐ اور حضورؐ کے عہدِ ہمایوں کی تاریخ لکھنے کا خیال پیدا ہوا تو ان حضرات (جامعینِ احادیث) نے اسی تاریخ کو اس انداز سے لکھا کہ اس زمانے سے متعلق جو بات سنی اور اسے اپنی دانست میں اپنے مقرر کئے ہوئے معیاروں کے مطابق قابلِ قبول سمجھا، اسے اسی طرح درج کتاب کر لیا۔ چنانچہ خود امام بخاریؒ نے اپنے مجموعے کا نام "رسول اللہؐ اور آپ کے زمانے کی تاریخ" رکھا تھا۔ اس بات میں ایک بہت بڑے حامیٔ حدیث محترم مناظر احسن گیلانی صاحب یہ کہنے کے بعد کہ احادیث کے مجموعے درصل اس دور کی اہم تاریخی تعبیرات ہیں، لکھتے ہیں:۔

"ماسوا اس کے سچ یہ ہے کہ بالکلیہ یہ میری تعبیر ہے بھی نہیں فنِ حدیث کے سب سے بڑے امام۔ امام الائمہ۔ حضرت امام بخاریؒ نے اپنی کتاب کا جو نام رکھا ہے اگر اسی پر غور کر لیا جائے تو بآسانی سمجھا جا سکتا ہے کہ میں نے جو کچھ کہا ہے وہ کوئی نئی بات نہیں۔ بلکہ سمجھنے والوں نے ہمیشہ اس فن کو اسی نگاہ سے دیکھا ہے امام بخاریؒ کی کتاب آج تو صرف "بخاری شریف" کے نام سے مشہور ہے لیکن یہ اس کتاب کا اصلی نام نہیں ہے بلکہ خود امام بخاریؒ نے اپنی کتاب کا نام "الجامع الصحیح المسند المختصر من امور

Marfat.com

رسول اللہ وایامہ" رکھا ہے۔ اس میں امور اور ایام کے الفاظ
قابل غور ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کی صحیح تعریف
امام بخاری کے نزدیک ان تمام امور کو حاوی ہے جن کا کسی نہ کسی
حیثیت سے آنحضرتؐ سے تعلق ہو۔ آگے ایام کے لفظ نے تو اسکی
تعریف کو اور بھی وسیع کر دیا یعنی وہی بات جو میں نے عرض کی تھی کہ
فن حدیث دراصل اس عہد اور زمانے کی تاریخ ہے جس میں محمد رسول اللہ
جیسی ہمہ گیر، عالم پر اثر انداز ہونے والی ہستی انسانیت کو قدرت
کی جانب سے عطا ہوئی۔ (ترجمان القرآن بابت جون اگست ۱۹۴۱ء)

بالکل یہی بات ہم کہتے ہیں یعنی یہ کہ مجموعۂ احادیث نبی اکرمؐ اور آپ کے
صحابہؓ کے زمانے کی تاریخ ہے جو روایات کی شکل میں لکھی گئی ہے۔ اس
تاریخ کے مجموعے میں جہاں بہت سا حصّہ ایسا ہے جس سے حضور نبی اکرمؐ
کی سیرت طیبہ کے بڑے بڑے درخشندہ گوشوں پر روشنی پڑتی ہے
اور جس روشنی سے ہماری زندگی کے راستے کے پیچ وخم منور ہو سکتے ہیں
وہاں اس میں ایسی ایسی باتیں بھی مل گئی ہیں (یا معاندین نے دانستہ
ملا دی ہیں) جنہیں کسی صورت میں بھی حضورؐ کی ذاتِ گرامی کی طرف
منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ اس تاریخی مواد سے اس قسم
کی تمام بیہودہ باتوں کو الگ کر دیا جائے تاکہ حضورؐ کی سیرت مقدسہ

Marfat.com

اپنی خالص اور نورانی شکل میں نکھر کر سامنے آجائے۔ سوال یہ پیدا ہوگا کہ اس چھان بین (یا کانٹ چھانٹ) کا معیار کیا ہوگا؟ اس کا جواب بالکل صاف اور واضح ہے۔ ہمارے پاس خدا کی کتاب اپنی اصلی اور مکمل صورت میں موجود ہے اس کتاب میں جس طرح دین کے غیر متبدّل اصول دیئے گئے ہیں اسی طرح نبی اکرمؐ کی سیرتِ مقدسہ کے اہم گوشے بھی درج ہیں۔ اس کے علاوہ نبی اکرمؐ خود قرآن کی اتّباع کرتے تھے اس لئے یہ ناممکن ہے کہ آپ کی حیاتِ طیبہ کا کوئی جزو بھی قرآن کے خلاف جائے۔ لہٰذا اس تاریخی مسالہ کو پرکھنے کے لئے ہمارے پاس نہایت صحیح اور محکم معیار خود کتاب اللہ ہے۔ اس میں جو بات بھی قرآن کے خلاف نظر آئے یا ایسی ہو جس سے حضورؐ کی شان میں طعن پایا جاتا ہو، اسے بلا ادنیٰ تامّل الگ کر دیا جائے اور باقی حصّہ کو نکھار کر ایک جگہ جمع کر لیا جائے تاکہ اس سے تاریخی کام لیا جا سکے۔ یہ ہماری تاریخ کا گراں بہا سرمایہ ہوگا جس پر ہم بجا طور پر ناز کر سکیں گے۔

یہ ہے حدیث کے متعلق ہمارا مسلک اور اسی مسلک کی طرف طلوعِ اسلام مسلسل دعوت دیتا چلا آ رہا ہے۔ لیکن مولوی صاحبان کا فتویٰ ہے کہ یہ انکارِ حدیث ہے لہٰذا الحاد ہے، بے دینی ہے، ارتداد ہے

Marfat.com

بنا بریں طلوعِ اسلام گردن زدنی ہے، کُشتنی ہے اور نہ معلوم کیا کیا ہے؛ ان حضرات کا ارشاد یہ ہے کہ بخاری شریف اور اسی قسم کی روایات کے دوسرے مجموعے (جنھیں صحاح ستہ کہا جاتا ہے) خدا کی طرف سے وحی شُدہ ہیں اور ان کا پایہ بالکل قرآن کے برابر ہے۔ (مثلہٗ معہٗ) جو کچھ ان میں لکھا ہے وہ قرآن ہی کی طرح غیر متبدل دین ہے۔ اسے اسی طرح سے ماننا ہوگا جو ایسا ایمان نہیں رکھتا، وہ منکر حدیث ہے۔ اس کا خدا اور اس کے رسول کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں۔

حدیث کی حیثیت کے متعلق ہم نے جو کچھ اوپر لکھا ہے مولوی صاحبان اس کا جواب تو دیتے نہیں لیکن گالیوں کی بوچھار ضرور شروع کر دیتے ہیں۔ ان گالیوں میں بھی ان کا انداز یہ ہوتا ہے کہ طلوع اسلام سے اُلجھتے اُلجھتے خود خدا اور اس کی کتاب کے خلاف زہر افشانی شروع کر دیتے ہیں، جس زمانے میں مسلمانوں کے ساتھ آریوں اور عیسائیوں کے مناظرے ہوا کرتے تھے، ان میں انداز یہ ہوتا تھا کہ جونہی مسلمان مناظر نے ویدکے متعلق کچھ کہا تو آریہ پنڈت نے کھٹ سے اسی قسم کا اعتراض قرآن کے خلاف جڑ دیا۔ یہی انداز میرزائیوں کے خلاف مناظرہ میں ہوتا تھا۔ جونہی کسی نے میرزا صاحب کی کسی

Marfat.com

بات پر اعتراض کیا انھوں نے جھٹ سے جواب دے دیا کہ (معاذ اللہ معاذ اللہ) یہ بات تو خود رسول اللہؐ میں موجود تھی۔ اور اس سے خوش ہو گئے کہ ہم نے میدان مار لیا۔ بعینہٖ یہی حالت آج طلوعِ اسلام کے خلاف مولوی صاحبان کی ہو رہی ہے مثلاً ان سے کہا جاتا ہے کہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ جو کچھ کتب روایات میں اس وقت موجود ہے وہ حرفاً حرفاً رسول اللہؐ کے ارشادات ہیں تو وہ اس کے جواب میں تڑ سے کہہ دیتے ہیں کہ طلوع اسلام کے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ قرآن کریم وہی ہے جو رسول اللہؐ نے اُمت کو دیا تھا۔ یعنی ان کے نزدیک قرآن صرف طلوعِ اسلام والوں کا ہے اس لئے قرآن کے محفوظ ہونے کا بارِ ثبوت طلوعِ اسلام کے ذمّے ہے، مولوی صاحبان کا قرآن سے کچھ واسطہ نہیں۔ یہ کہہ کر یہ حضرات خوش ہو لیتے ہیں کہ ہم نے میدان جیت لیا اور نہیں سمجھتے کہ

تو بے نشتر کی زد شریانِ قیسِ ناتواں تک ہے

ہم ان حضرات سے صرف اتنا پوچھتے ہیں کہ کیا آپ کا یہ ایمان ہے یا نہیں کہ قرآن حرفاً حرفاً وہی ہے جو رسول اللہ نے اُمت کو دیا تھا اگر اس پر آپ کا ایمان ہے تو اس کا ثبوت طلوع اسلام سے کیوں مانگا جا رہا ہے۔ جو بات آپ کے ایمان کا جزو ہے اسکے لئے ثبوت طلبی

Marfat.com

کے کیا معنی؟ اور اگر آپ کا اس پر ایمان نہیں تو پھر آپ کی حیثیت مسلمان کی رہتی ہی نہیں۔ اس لئے کہ مسلمان ہونے کے لئے تو اس ایمان کی ضرورت لاینفک ہے کہ قرآن خدا کا کلام ہے اور یکسر غیر متبدل اور غیر محرف ہے۔

یہیں تک ہی نہیں بلکہ ان میں سے بعض حضرات نے تو یہاں تک "ثابت کرنے" کی بھی کوشش فرمائی ہے کہ اس امر کا ثبوت ہی نہیں مل سکتا کہ رسول اللہؐ نے اُمت کو قرآن کریم کبھی مدون شکل میں دیا تھا۔ اور اگر دیا تھا تو وہ بہ تمام وکمال یہی قرآن ہے جو اس وقت ہمارے پاس ہے۔ غور کیجئے کہ انسان ضد اور تعصب میں کس حد تک اندھا ہو جاتا ہے۔ ان کا مقصد طلوعِ اسلام والوں کو شکست دینا ہے، خواہ اس میں خود خدا کی کتاب بھی ظنی اور غیر یقینی کیوں نہ قرار پا جائے۔ میدانِ مناظرہ میں ان کی بات رہ جانی چاہیئے خواہ اس میں خدا کی بات کیوں نہ بگڑ جائے۔

یہ حقیقت کہ قرآن حرفاً حرفاً وہی ہے جو خدا کی طرف سے نازل ہوا تھا ایک مسلمان کے لئے محتاج دلیل نہیں۔ اس لئے کہ خود قرآن میں اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ "ہم نے قرآن نازل کیا ہے اور ہم اسکے محافظ ہیں"۔ لہٰذا قرآن کا محفوظ ہونا ہمارے ایمان کا

Marfat.com

جزو ہے۔ باقی رہا یہ کہ کسی غیر مسلم کی طرف سے یہ سوال ہو تو اس کا کیا جواب ہے۔ سو غیر مسلم تو سرے سے قرآن کے منزل من اللہ ہونے ہی کا انکار کرتا ہے۔ حفاظت کا سوال تو اسکے بعد آتا ہے۔

ان حضرات کا دعویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو قسم کی وحی نازل کی تھی۔ ایک تو قرآن میں جمع کر دی گئی اور دوسری ان روایات کے اندر ہے (جن کی جمع و تدوین کی کہانی آپ اوپر سن چکے ہیں) جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو وحی کے دو حصے کر دینے کی کیا ضرورت تھی تو اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اگر تمام وحی ایک ہی جگہ جمع کر دی جاتی تو قرآن کی ضخامت بہت بڑھ جاتی۔ (شاید آپ کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ یہ بات ہم نے یونہی مزا حًا لکھ دی ہے۔ حاشا و کلا۔ ایسا نہیں۔ ان حضرات کی طرف سے فی الواقعہ یہ جواب دیا جاتا ہے)

جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ اگر یہ دونوں چیزیں خدا کی طرف سے وحی تھیں اور دین کا غیر متبدّل حصّہ تو رسول اللہؐ نے قرآن کی طرح وحی کے اس دوسرے حصّے کو بھی محفوظ طریق پر مرتب کر کے اُمّت کو کیوں نہ دے دیا تو اس کا جواب کچھ نہیں دیا جاتا، بجز گالیوں کے۔ ایک سال ہوا جب طلوع اسلام میں یہ سوال

Marfat.com

شائع ہوا تھا۔ اس کے بعد ہم نے ان حضرات میں سے بعض کو تاکیدی خطوط بھی لکھے کہ اس سوال کا جواب مرحمت فرمائیں لیکن آجتک کسی نے کچھ جواب نہیں دیا۔ البتہ اس کے جواب میں، اب منصوبے یہ باندھے جا رہے ہیں کہ طلوعِ اسلام کے خلاف ایک محاذ قائم کیا جائے کیونکہ یہ قرآن کو خدا کی مکمل کتاب کہنے کی گستاخی کرتا ہے۔

اس مقام پر اتنا اور عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ ان حضرات کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ قرآن نامکمل کتاب ہے اور اس کی تکمیل ان روایات کے ذریعے ہوتی ہے جن کا ذکر آپ اوپر سن چکے ہیں۔ (یعنی رسول اللہ کی وفات کے قریب اڑھائی سو برس تک تو دین نامکمل رہا۔ کیونکہ اس زمانے میں مسلمانوں کے پاس صرف قرآن ہی مدون شکل میں تھا۔ اس کے بعد بھلا ہو امام بخاریؒ اور دیگر جامعین احادیث کا جن کی کوششوں سے دین کی تکمیل ہوگئی ورنہ مسلمانوں کے پاس دین کا آدھا حصہ ہی رہتا) دین کا جو حصہ رسول اللہ کی وفات کے اتنا عرصہ بعد اس طرح مرتب ہوا ان حضرات کے دعوے کے مطابق اسکی پوزیشن اب یہ ہے کہ وہ نہ صرف قرآن کے ہم پایہ ہے بلکہ قرآنی احکام کو منسوخ بھی کرتا ہے۔ یعنی اگر آپ دیکھیں کہ قرآن میں ایک حکم ہے اور حدیث

Marfat.com

میں اس حکم کے خلاف دوسرا حکم، تو آپ کو ماننا ہوگا کہ قرآن کا حکم منسوخ ہو چکا ہے اور اب حدیث کا حکم ہی واجب العمل ہے۔ چنانچہ ہماری موجودہ شریعت میں اس قسم کے کئی احکام ہیں جو قرآن کے خلاف ہیں ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان احکام کو حدیث نے منسوخ کر دیا ہے۔

یہ ہیں وہ دعاوی جنھیں یہ حضرات طلوع اسلام سے منوانا چاہتے ہیں۔ آپ خود ہی خیال فرمائیے کہ جس شخص کے دل میں خدا کی کچھ بھی عظمت، اس کے رسول کی کچھ بھی حرمت اور اس کے دین کی کچھ بھی عزت ہو، وہ کبھی اس قسم کی باتوں کو صحیح تسلیم کر سکتا ہے؟ ہم آپ سے یہ نہیں کہتے کہ آپ بلا سوچے سمجھے ہماری بات مان لیجئے ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ آپ (زیادہ نہیں تو کم از کم حدیث کی کسی ایک کتاب مثلاً) بخاری شریف کا اردو ترجمہ لے کر ایک دفعہ اسے خود پڑھ جائیے اور اس کے بعد آپ جس نتیجے پر پہنچیں اسے اختیار کر لیجئے۔ آپ دیکھیں گے کہ حدیث کے ان مجموعوں میں ایسی ایسی باتیں درج ہیں جنھیں آپ کی غیرت کبھی گوارا ہی نہیں کرے گی کہ انھیں ذاتِ رسالت مآبؐ کی طرف منسوب کر دیا جائے۔ ان چیزوں سے آپ صاف صاف اس نتیجے پر پہنچ جائیں گے کہ اسلام کے دشمنوں

Marfat.com

نے ان باتوں کو وضع کر کے ان کتابوں میں شامل کر دیا ہے اور یہی کتابیں اب ہمارا دین بن چکی ہیں۔ قرآن بتا رہے ہیں کہ یہ سب کچھ ایک خاص سازش کے ماتحت کیا گیا تھا اور ہمارا سادہ لوح ملا اس سازش کا شکار چلا آ رہا ہے۔ طلوع اسلام کا مقصد فقط اس قدر ہے کہ اس گہری سازش کا پردہ چاک کر دیا جائے جس کی وجہ سے مسلمان دنیا میں ذلیل اور اس کا دین رسوا ہو رہا ہے۔

اگر یہ جرم ہے تو طلوع اسلام نہ صرف اس جرم کا اقبالی ہے بلکہ اس پر فخر اور ناز بھی کرتا ہے۔ لیکن اس جرم کی تفصیل ایک مرتبہ پھر سن لیجئے یعنی طلوع اسلام کی دعوت یہ ہے کہ:-

(ا) "اللہ کا آخری دین اسلام ہے جو اس کے آخری رسول نبی اکرمؐ کی وساطت سے تمام نوعِ انسانی کے لئے قیامت تک کے لئے بطور ضابطۂ حیات ملا اور یہ دین قرآن کریم کے اندر محفوظ ہے۔

(ب) قرآن خدا کی مکمل کتاب ہے اور حرفاً حرفاً وہی ہے جو اللہ کی طرف سے نازل ہوئی تھی۔ اس میں قیامت تک کوئی رد و بدل نہیں ہو سکتا۔

(ج) قرآن کریم میں بجز چند تفصیلی احکام کے دین کے

Marfat.com

اصول بیان ہوئے ہیں۔ ان اصولوں کی روشنی میں ہر زمانے کے مسلمانوں کا اجتماعی نظام، اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق جزئی احکام Bye laws خود مرتب کرے گا۔ ان احکام کا نام شریعت ہے۔ لہٰذا قرآن کے اصول تو غیر متبدل ہیں لیکن ان کی روشنی میں متعین کردہ جزئی احکام زمانے کے تقاضوں کے ساتھ ساتھ بدلتے رہیں گے۔ اس طرح یہ دین قیامت تک کے لئے انسانوں کے بڑھتے ہوئے تقاضوں کا ساتھ دیتا چلا جائے گا۔

(د) قرآن کے علاوہ ہمارے پاس جس قدر اور مذہبی لٹریچر (مثلاً کتب روایات وغیرہ) ہے وہ عہد محمد رسول اللہ والذین معہٗ کی تاریخ ہے جو حضورؐ کے زمانے کے بہت عرصہ بعد مرتب ہوئی۔ اس میں صحیح باتیں بھی ہیں اور غلط بھی۔ ہمیں چاہیئے کہ قرآن کی روشنی میں اس پورے لٹریچر کو پرکھیں اور جو جو باتیں قرآن کریم یا رسول اللہؐ کی ذاتِ اقدس کے خلاف دکھائی دیں انھیں الگ کر کے باقی حصے سے تاریخی فوائد حاصل کریں۔ اس "تاریخ" سے سیرت نبی اکرمؐ کے بڑے بڑے اہم گوشے اُبھر کر ہمارے سامنے آسکتے ہیں۔ جو ہمارے

Marfat.com

لئے اس دَور کے تقاضوں کا حل دریافت کرنے میں دلیلِ راہ بن سکتے ہیں۔"

یہ ہے ہمارے جرم کی تفصیل۔ اگر کوئی شخص اس سے الگ یا اس سے زیادہ کوئی بات ہماری طرف منسوب کرتا ہے تو وہ بہتانِ عظیم ہے۔

کیا طلوعِ اسلام کے اس "جرم" کو آپ بھی فی الواقعہ جرم سمجھتے ہیں؟ کبھی تنہائی میں اپنے دل سے پوچھئے

Marfat.com

رسولؐ اللہ حنفی تھے یا شافعی؟

مولوی صاحبان کی طرف سے کہا یہ جاتا ہے کہ دین" کتاب اور سنت" کے مجموعہ کا نام ہے اور سنت سے مراد ہیں رسولؐ اللہ کے وہ اقوال و اعمال جو احادیث کے مروجہ مجموعوں میں منقول ہیں (جنہیں نہ رسولؐ اللہ نے امت کو دیا اور نہ ہی صحابہؓ نے مرتب فرمایا۔ یہ مجموعے کن رجحانات کے ماتحت مرتب کئے گئے تھے (اور کئے جاتے ہیں) اس کا اندازہ اس تبصرہ سے لگایئے جو احادیث کے تازہ مجموعہ " زجاجۃ المصابیح " پر صدق (لکھنو) کی ۹ر اکتوبر ۱۹۵۳ء کی اشاعت میں شائع ہوا ہے، اس میں لکھا ہے:

> خطیب تبریزیؒ کی مشکوٰۃ المصابیح سے دیندار وں میں ہر پڑھا لکھا واقف ہے حدیث نبوی کا یہ مستند کارآمد اور نسبتہً مختصر ہونے کے باوجود بڑی حد تک جامع مجموعہ صدیوں سے ہندوستان میں چلا آرہا ہے اور عوام و خواص سب کے حق میں شمع ہدایت کا کام دے رہا ہے۔ لیکن صاحب مشکوٰۃ باوجود اپنی جلالۃ القدر کے بہر حال حنفی المذہب نہ تھے۔ شافعی تھے۔ اس لئے شافعی مذہب کی

Marfat.com

رعایت کا ان کی کتاب میں جا بجا آجانا بالکل قدرتی تھا اور اس لئے علمار حنفیہ ایک اسی قسم کے دوسرے مجموعۂ احادیث کی ضرورت محسوس کر رہے تھے جس میں رعایت ان کے مسلک و مشرب کی ہو. صدیوں کے بعد اس ضرورت کے عملاً پورا کرنے کی سعادت اس حیدر آبادی فاضل کے حصہ میں آئی ہے۔

یعنی مشکوٰۃ المصابیح اس مقصد کے ماتحت مرتب کی گئی تھی کہ یہ ثابت ہو جائے کہ امام شافعیؒ کا مسلک عین مطابق سنت ہے یہ بات حنفیہ کو بہت کھلتی تھی۔ اب یہ نیا مجموعہ یہ ثابت کرنے کے لئے مرتب کیا گیا ہے کہ حنفی مذہب سنت رسول اللہ کے مطابق ہے۔ بالفاظِ دیگر مشکوٰۃ المصابیح یہ ثابت کرنے کے لئے مدوّن کی گئی تھی کہ رسول اللہ شافعی المذہب تھے اور اب زجاجۃ المصابیح یہ ثابت کرنے کے لئے مرتب کی گئی ہے کہ حضورؐ حنفی المسلک تھے اس سے ہمیں ایک دل چسپ لطیفہ یاد آگیا۔ ایک مقلد سے کسی نے کہا کہ امام ابو حنیفہؒ رسول اللہ کی وفات کے بہت عرصہ بعد پیدا ہوئے تھے تو وہ سٹ پٹا سا گیا۔ اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا اور بے ساختہ پکار اٹھا کہ تو نے کیا کہا؟ کیا رسول اللہ غیر مقلد ہی فوت ہو گئے؟ اس لطیفہ پر ہنسیے نہیں خون کے آنسو رویئے۔ ہمارے روایات ان مجموعوں کو دین قرار دیا جاتا ہے اور ان مجموعوں کی کیفیت یہ ہے کہ سنیوں کے مجموعے یہ ثابت کرتے ہیں کہ رسول اللہ سنی تھے اور شیعوں کے یہ ثابت کرتے ہیں کہ حضور شیعہ تھے۔ پھر سنیوں میں ایک مجموعہ یہ ثابت کرنے کے لئے مرتب کیا گیا تھا کہ رسول اللہ شافعی المسلک تھے اور دوسرا

Marfat.com

یہ ثابت کرنے کے لئے مرتب کیا گیا ہے کہ آپ حنفی المذہب تھے! انا للّٰہ وانا الیہ راجعون
یاد رکھیے! جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کے متعلق کہا ہے کہ آپ نہ یہودی تھے
نہ نصرانی۔ اسی طرح رسول اللہؐ نہ شیعہ تھے نہ سُنّی۔ نہ مقلد تھے نہ غیر مقلد۔ نہ شافعی تھے
نہ حنفی۔ حضورؐ صرف مسلمان تھے اور آپ کا مسلک قرآن کا مسلک تھا۔ باقی سب
نسبتیں انسانوں کی پیدا کردہ ہیں اور خدا اور اس کا رسول ان نسبتوں سے بری الذمہ ہیں۔ هُوَ
سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ، خدا کا ارشاد ہے اور اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ، رسول اللہؐ کا اعلان
باقی بتانِ آذری۔

Marfat.com

مودودی صاحب منکرِ حدیث ہیں

مولانا ظفر احمد عثمانی صدر جمعیۃ علمائے اسلام کا فتویٰ

گذشتہ صفحات میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ حدیث کو دین قرار دینے اور طلوع اسلام کو منکر حدیث بتلانے میں، جماعت اسلامی کے امیر، سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی سب سے پیش پیش ہیں۔ لیکن حدیث کے متعلق خود مودودی صاحب کے خیالات کیا ہیں، اس کا اندازہ ذیل کی سطور سے لگ سکے گا۔ ہوا یہ کہ کراچی سے ایک صاحب نے حسب ذیل فتویٰ مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی صدر جمعیۃ علمائے اسلام پاکستان کے پاس بھیجا یہ بتائے بغیر کہ یہ عبارات کس کی ہیں؟

استفتاء کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے عقائد خود اس کے الفاظ میں حسب ذیل ہیں۔

(۱) یہ حقیقت یقیناً ناقابلِ انکار ہے کہ شارع نے غایت درجہ کی حکمت اور کمال درجہ کے علم سے کام لیکر اپنے احکام کی بجا آوری کے لئے زیادہ تر ایسی ہی صورتیں تجویز

Marfat.com

کی ہیں جو تمام زمانوں اور تمام مقامات اور تمام حالات میں اس کے مقاصد کو پورا کرتی ہیں لیکن اس کے باوجود بکثرت جزئیات ایسے بھی ہیں جن میں تغیر حالات کے لحاظ سے احکام میں تغیر ہونا ضروری ہے۔ جو حالات عہد رسالت اور عہد صحابہ میں عرب اور دنیائے اسلام کے تھے لازم نہیں کہ بعینہٖ وہی حالات ہر زمانے اور ہر ملک کے ہوں۔ لہٰذا احکام اسلامی پر عمل کرنے کی جو صورتیں ان حالات میں اختیار کرلی گئی تھیں ان کو ہو بہو تمام زمانوں اور تمام حالات میں قائم رکھنا اور مصالح و حکم کے لحاظ سے اُن کے جزئیات میں کسی قسم کا رد و بدل نہ کرنا ایک طرح کی رسم پرستی ہے جس کو روح اسلامی سے کوئی علاقہ نہیں۔

پس معلوم ہوا کہ جزئیات میں دلالۃ النص اور اشارۃ النص تو در کنار صراحۃ النص کی پیروی بھی تفقہ کے بغیر درست نہیں ہوتی اور تفقہ کا اقتضاء یہ ہے کہ انسان ہر مسئلہ میں شارع کے مقاصد و مصالح پر نظر رکھے اور انہی کے لحاظ سے جزئیات میں تغیر احوال کے ساتھ ایسا تغیر کرتا رہے جو شارع کے اصول تشریع پر مبنی اور اس کے طرز عمل سے اقرب ہو۔

(۲) اہل روایت نے جو خدمت اپنے ذمہ لی تھی وہ در اصل یہ تھی کہ قابل اعتماد ذرائع سے نبی صلعم کے عہد سے متعلق جتنا مواد ان کو بہم پہنچے اسے جمع کردیں۔ چنانچہ یہ خدمت انہوں نے انجام دی، اس کے بعد یہ کام اہل درایت کا ہے کہ وہ نفس مضامین پر غور کرکے ان روایات سے کام کی باتیں اخذ کرے ...... اس لئے یہ دعویٰ کرنا صحیح نہیں ہے کہ بخاری میں جتنی احادیث درج ہیں ان کے مضامین کو جوں کا توں بلا تنقید قبول کرلینا

Marfat.com

چاہیئے۔ اس سلسلہ میں یہ بات بھی جان لینے کی ہے کہ کسی روایت کے سنداً صحیح ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا نفس مضمون بھی ہر لحاظ سے صحیح اور جوں کا توں قابلِ قبول ہے۔

(۳) سنت کے متعلق عموماً لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ نبی صلعم نے جو کچھ اپنی زندگی میں کیا ہے وہ سب سنت ہے۔ لیکن یہ بات ایک بڑی حد تک درست ہونے کے باوجود ایک حد تک غلط بھی ہے۔ درصل سنت اس طریق عمل کو کہتے ہیں جس کے سکھانے اور جاری رکھنے کے لئے اللہ نے اپنے نبی کو مبعوث کیا تھا۔ اس سے شخصی زندگی کے وہ طریقے خارج ہیں جو نبی نے بحیثیت ایک انسان ہونے کے یا بحیثیت ایک ایسا شخص ہونے کے جو انسانی تاریخ کے خاص دور میں پیدا ہوا تھا اختیار کئے......... جو امور آپ نے عادۃً کئے ہیں انہیں سنت بنا دینا اور تمام دنیا کے انسانوں سے یہ مطالبہ کرنا کہ وہ سب ان عادات کو اختیار کریں اللہ کا اور اس کے رسول کا ہرگز یہ منشا نہ تھا۔ یہ تحریف ہے جو دین میں کی جا رہی ہے۔

(۴) ان امور (یعنی دجال کی تفاصیل) کے متعلق جو مختلف باتیں حضورؐ سے منقول ہیں وہ درصل آپ کے قیاسات ہیں جن کے بارہ میں آپ خود شک میں تھے۔

سوال یہ ہے کہ مذکورہ بالا اعتقاد رکھنے والا شخص

(۱) صحیح معنی میں مسلمان اور متبع سنت کہلائے گا یا منکرِ حدیث۔

(۲) اگر منکرِ حدیث کہلائے گا تو اسلام میں اس کا کیا مقام ہے۔ اور

(۳) ایسا شخص دائرۂ اسلام سے خارج اور ملحد و بد دین ہے یا نہیں؟

Marfat.com

الجواب مولانا عثمانی صاحب نے اس فتوے کا حسب ذیل جواب دیا۔

(۱) بظاہر یہ شخص منکر حدیث ہے۔

(۲) دائرہ اسلام سے تو خارج نہیں مگر گمراہ اور مبتدع ہے۔ ایسے شخص سے مسلمانوں کو دور رہنا چاہیے اور اس کی باتوں پر ہرگز اعتماد نہ کرنا چاہیے۔ اس کو جاہل اجہل سمجھنا چاہیے۔

(نقل دستخط) ظفر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ۔ از ڈھاکہ

۲۱ رجب ۱۳۷۲ھ ۶/۴/۵۳

یہ عبارات سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی امیر جماعت اسلامی کی ہیں اور ان کا حوالہ حسب ذیل ہے۔

(۱) تفہیمات حصہ دوم صفہ ۳۲۷ - ۳۲۸

(۲) ترجمان القرآن بابت اکتوبر، نومبر ۱۹۵۲ء صفہ ۱۱۳ و ۱۱۷

(۳) رسائل و مسائل صفہ ۳۰ و ۳۱

(۴) رسائل و مسائل صفہ ۵۵

مولانا عثمانی صاحب نے اپنے جواب کے علاوہ ان اقتباسات پر نوٹ بھی لکھے ہیں جن میں سے بعض بہت دلچسپ ہیں۔ مثلاً اقتباس ۳ میں جہاں مودودی صاحب نے لکھا ہے کہ یہ تحریف ہے جو دین میں کی جا رہی ہے اس پر مولانا صاحب نے لکھا ہے " اس کو تحریف

Marfat.com

کتنا پاگل پن ہے"

اقتباس ۲۲ میں جہاں مودودی صاحب نے لکھا ہے کہ ان امور کے بارہ میں رسول اللہ صلعم تو خود شک میں تھے۔ اس کی بابت مولانا عثمانی صاحب لکھتے ہیں" جو شخص رسول کی شان میں ایسی باتیں کہتا ہے وہ جاہل ہے۔ وہ خود شک میں ہے، رسول کی شان اس سے پاک ہے۔

بہرحال آپ نے یہ دیکھ لیا کہ صدر جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے نزدیک مودودی صاحب منکر حدیث ہیں، گمراہ اور مبتدع ہیں، جاہل اجہل ہیں اور ان کا فتویٰ یہ ہے کہ ایسے شخص سے مسلمانوں کو دور رہنا چاہیئے اور اس کی باتوں پر ہرگز اعتماد نہیں کرنا چاہیئے۔

اب رہا یہ کہ منکرِ حدیث کے متعلق جماعت اسلامی کا کیا فیصلہ ہے۔ سو جماعت اسلامی کے جنرل سیکرٹری میاں طفیل احمد نے پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں حسب ذیل بیان دیا۔

عدالت کے سوال کے جواب میں گواہ نے بتایا کہ اسے اہل قرآن کے مذہبی نظریات کا پتہ نہیں لیکن اگر ایسی صورت ہو کہ وہ حدیث وسنت میں یقین نہ رکھتے ہوں تو پھر ان کو مسلمان نہیں کہا جائے گا۔

(امروز۔ لاہور۔ بابت ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۳ء)

اس سے آپ خود فیصلہ فرمالیجئے کہ جماعت اسلامی کے اپنے عقیدہ کی رو سے مودودی صاحب کی کیا پوزیشن ہے۔ اس کے ساتھ ہی اسے بھی سمجھ لیجئے کہ مودودی صاحب کا فیصلہ یہ ہے کہ جو مسلمان، مسلمان نہ رہے، یعنی مرتد ہو جائے تو اس کی سزا قتل ہے۔ یعنی اس پورے

Marfat.com

معاملے کا صغریٰ کبریٰ یوں قائم ہوا

(۱) مولانا عثمانی کے فتوے کی رو سے مودودی صاحب منکر حدیث ہیں

(۲) میاں طفیل احمد صاحب کے بیان کے مطابق منکر حدیث مسلمان نہیں رہتا۔

(۳) اور مودودی صاحب کے فیصلے کے مطابق جو مسلمان نہ رہے اس کی سزا قتل ہے۔

جماعت اسلامی والے اس کے جواب میں حسب عادت یہ کہیں گے کہ فتوے میں مودودی صاحب کی عبارت کو توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا ہے۔ ہم نے ان عبارات کو اصل کتابوں سے ملا کر خود دیکھ لیا ہے اور ان کے حوالے بھی دیدیئے ہیں۔ جس شخص کو اپنا اطمینان کرنا ہو وہ ان عبارات کو خود دیکھ لے اور سیاق و سباق سے پوری عبارات ملا کر اپنا اطمینان کر لے کہ انہیں کہیں توڑ مروڑ کر پیش نہیں کیا گیا ہے۔

Marfat.com

تِنکوں کے پُل

دورِ حاضر کے تقاضوں نے جس مصیبت میں ہمارے مولوی صاحبان کو گرفتار کر رکھا ہے اس کا اندازہ بہت کم لگایا جاتا ہے۔ عصرِ حاضر کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ہر دعوے کیلئے دلیل مانگتا ہے۔ مولوی صاحبان بیچارے اس اندازِ گفتگو کے کبھی عادی ہی نہ تھے۔ انہیں ساری عمر یہ پڑھایا جاتا رہا کہ یہ بات اس لئے صحیح ہے کہ علامہ تفتازانی نے ایسا کہا ہے اور اسی "دلیل" کے زور پر وہ جہلاء سے اپنی باتیں منواتے رہے۔ لیکن اب ان سے کہا جاتا ہے کہ خود علامہ تفتازانی کے پاس اس کی کیا دلیل تھی؟ تو یہ بیچارے بُری طرح سے زچ آتے ہیں ان کی یہی مشکل ہے جس کی وجہ سے ان کی حالت یہ ہو رہی ہے کہ اگر انہیں اپنے کسی دعوے کی تائید میں کوئی کمزور سے کمزور دلیل بھی مل جاتی ہے تو اس کا ڈھول پیٹنے لگ جاتے ہیں اور اس جوشِ مسرت میں انہیں اتنا بھی یاد نہیں رہتا کہ یہ تو دیکھ لیا جائے کہ جن تنکوں سے یہ اتنا بڑا پل بنا رہے ہیں ان میں اتنی سکت ہے کہ ان پر سے ہاتھی گزر جائیں؟ ان تنکوں کے پل کی ایک تازہ مثال ملاحظہ فرمائیے۔ صدق جدید کے مدیر، دریاباد کے مشہور مولوی عبدالماجد صاحب ایک کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں

صحیفہ ہمام ابن منبہ (عربی) مرتب ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔ ۶۲ صفحے۔ قیمت درج نہیں
پتہ :۔ حبیب اینڈ کو۔ اسٹیشن روڈ۔ کٹل منڈی۔ حیدر آباد (دکن)

جمعیت حدیث کے منکرین کی طرف سے شد و مد سے کہا جاتا ہے کہ حدیثوں کا اغلبا

Marfat.com

ہی کیا۔ وفات رسول کے ڈھائی تین سو سال بعد تو کہیں ان کی کتابت شروع ہوئی ہے۔ اس بے اصل الزام کا جواب اگرچہ بار بار دیا جا چکا ہے اور بتایا جا چکا ہے کہ حدیثوں کے مجموعے تیسری صدی میں نہیں بلکہ اس سے بہت قبل دوسری ہی صدی میں وجود میں آنے لگے تھے۔ تاہم اب تک کوئی ایسا مجموعۂ احادیث دنیا کے سامنے نہ تھا جو پہلی ہی صدی میں مرتب ہو چکا ہو۔ حیدر آباد دکن کے ڈاکٹر محمد حمید اللہ جو پولیس ایکشن کے بعد سے مہجور وطن ہو کر اب پاکستانی ہی نہیں بلکہ فرانساوی ہیں۔ علم دین کی بیش بہا خدمات میں مسلسل مصروف ہیں۔ اور اب اللہ نے انہیں اس بے نظیر سعادت سے نوازا ہے کہ انہوں نے ہمام بن منبہ یمانی تابعی (متوفی سنہ ۱۳۱ھ) کا جمع کیا ہوا "صحیفہ" احادیث کے دو قلمی نسخے برلن اور دمشق سے ڈھونڈ نکالے ہیں اور مقابلۂ تصحیح کے بعد اسے دمشق میں چھپوا کر شائع بھی کر دیا ہے۔ ذلک فضل اللہ الخ

یہ ہمام تابعی شاگرد رشید ابو ہریرہؓ یمانی صحابی کے تھے جن کا سال وفات ۵۸ھ ہے اور ہمام نے یہ احادیث ان کی زندگی ہی میں ان سے سن کر مدون کر لی تھیں۔ اس لئے قدرۃً ان کا زمانۂ تالیف ۵۸ھ سے قبل ہی یعنی پہلی صدی ہجری کے وسط کا ہے اتنی قدیم کتاب حدیث کی آج تک شائع نہیں ہوئی تھی (اگر فرامین و مکاتیب نبویؐ وغیرہ کو مستثنیٰ کر دیا جائے) اور اللہ نے یہ سعادت بڑے بڑے عالموں فاضلوں کے موجود ہوتے ہوئے ایک انگریزی خواں ڈاکٹر کے حصہ میں ڈال دی!

ایں سعادت بزور بازو نیست

کتاب کا اصل نام الصحیفۃ الصحیحۃ تھا (جس طرح عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے مجموعہ کا الصحیفۃ الصادقۃ تھا) احادیث تعداد میں کل ۱۳۸ ہیں عموماً مختصر ہیں اور جیسا کہ مرتب نے اپنے مقدمہ میں لکھ دیا ہے سب کی سب ایسی ہیں جو مسند احمد بن حنبل اور صحیح بخاری وغیرہ میں آ چکی ہیں۔ اصل کتاب کل ۲۲ صفحے میں صفحہ ۴۳ سے صفحہ ۶۴ تک آ گئی ہے۔

(صدق جدید۔ لکھنؤ۔ ۱۸ ستمبر سنہ ۱۹۵۳ء)

آپ نے غور فرمایا ہے کہ ان مولوی صاحب کو وہ کونسا ایٹم بم مل گیا ہے جس کے زور پر انہوں نے سمجھ لیا ہے کہ منکرین حدیث کے تمام قلعے مسمار ہو گئے ہیں؟ انہیں حدیث کی ایک کتاب مل گئی ہے جو پہلی صدی ہجری کی تدوین ہے اور جس میں ایک دو نہیں اکٹھی ایک سو اڑتیس احادیث ہیں اور وہ کتاب کے دو چار صفحات میں نہیں آ گئیں پورے بائیس صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں؟ فرمائیے! اس کے بعد منکرین حدیث کی کوئی دلیل باقی رہ جاتی ہے جس کا جواب نہ مل جاتا ہو!

معلوم نہیں اسے ابلہ فریبی کہا جائے یا خود فریبی، جو یہ لوگ اس قسم کے بچوں کی سی باتیں کرتے رہتے ہیں اور اتنا بھی نہیں سوچ سکتے کہ جو بات اس شد و مد سے پیش کی جا رہی ہے وہ خود ان کے اپنے ہی خلاف تو نہیں جاتی؟ ذرا غور کیجئے کہ ایک شخص پہلی صدی ہجری میں، بلکہ ۵۸ھ سے پہلے، مدینہ میں بیٹھ کر

Marfat.com

احادیث ملتی ہیں لیکن حضرت ابوہریرہؓ کی شاگردی میں احادیث کا مجموعہ مرتب کرتا ہے اور اسے کل ۱۳۸ احادیث ملتی ہیں لیکن رہے کہ یہ وہ زمانہ ہے جب رسول اللہ کی وفات کو ابھی قریب چالیس برس ہوئے ہیں مدینہ میں بیشتر صحابی موجود ہیں۔ ان میں سے احادیث کے بہت بڑے راوی حضرت ابوہریرہؓ کے زیر تلمذ مجموعہ احادیث مرتب ہوتا ہے اور اس میں کل ایک سو اڑتیس حدیثیں درج ہوتی ہیں) اس کے دو سو سال بعد ایک صاحب بخارا سے آتے ہیں اور انہیں چھ لاکھ حدیثیں مل جاتی ہیں جن میں سے وہ قریب سات ہزار کو اپنے مجموعہ میں داخل کر لیتے ہیں۔ ان کے اساتذہ میں سے امام احمد بن حنبلؒ دس لاکھ اور امام یحییٰ ابن معینؒ بارہ لاکھ حدیثوں کے مالک تھے۔ حدیث کی صرف ایک کتاب مسند امام احمد بن حنبلؒ ہی کو اگر لیا جائے تو صرف وہ حدیثیں جو حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہیں بڑے سائز کے باریک مصری ٹائپ میں تین سو تیرہ صفحات تک پھیلی ہوئی ہیں۔ آپ ان حقائق کو کسی ایسے شخص کے سامنے رکھئے جو گروہ مندانہ عقیدتمندی سے بلند ہو کر ان پر غور کرے اور پھر اس سے پوچھئے کہ وہ کس نتیجے پر پہنچتا ہے؟ کیا وہ اس نتیجے پر نہیں پہنچے گا کہ جب ۵۸ھ میں ایک شخص کو مدینے میں حضرت ابوہریرہؓ کے زیر تلمذ بیٹھ کر صرف ۱۳۸ احادیث مل سکیں اور دو سو سال بعد ان احادیث کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی تو اس سے ظاہر ہے کہ اس تمام عرصے میں لوگوں نے حدیثوں کو وضع کیا اور خوب پھیلایا۔

یہ ہے اس ایٹم بم کی حقیقت جسے حضرت مولانا عبدالماجد صاحب، منکرین حدیث کے قلعوں کو منہدم کرنے کے لئے بڑی دور سے تلاش کر کے لائے ہیں۔

ہمیں منکرین حدیث کی بابت تو معلوم نہیں کہ وہ کون لوگ ہیں اور ان کا کہنا کیا ہے۔ البتہ طلوع اسلام اس باب میں جو کچھ کہتا ہے وہ فقط یہ ہے کہ اگر احادیث دین کا جزو لاینفک تھیں اور ان کے بغیر نہ قرآن سمجھا جا سکتا تھا اور نہ دین کی تکمیل ہو سکتی تھی، تو کیا یہ چیز رسول اللہ کے فریضۂ رسالت میں داخل نہ تھی کہ آپ دین کے اس حصے کو خود مدون و مرتب کر کے اسی طرح امت کو دے کر جاتے جس طرح آپ نے دین کے دوسرے حصے (یعنی قرآن) کو دیا تھا؟ یا تو آپ یہ بتائیے کہ فلاں

Marfat.com

مجموعۂ احادیث وہ ہے جسے رسول اللہ نے مرتب کر کے مصدقہ طور پر امت کو دیا تھا۔ اور
یہ نہیں بتا سکتے (اور آپ قیامت تک نہیں بتا سکتے کیونکہ رسول اللہ نے کوئی مجموعۂ احادیث
کر کے امت کو نہیں دیا تھا۔ آپ نے صرف قرآن امت کو دیا تھا) تو پھر آپ کے اس دعوے کی
میں کہ احادیث دین کا جزو ہیں اور ان کے بغیر دین نامکمل رہ جاتا ہے، اسے تسلیم کرنا پڑے گا
رسول اللہ نے اپنے فریضہ رسالت کو ادھورا چھوڑ دیا اور اسے بعد میں مختلف لوگوں نے اپنی
انفرادی کوششوں سے پورا کیا!

یہ ہے وہ سوال جسے طلوع اسلام برسوں سے اپنے صفحات پر دہرا رہا ہے لیکن
جواب آج تک کسی نے نہیں دیا (ایک صاحب ۔ مولانا محمد یوسف کلکتوی) نے اس کا جواب
ہی دیا تو یہ کہا کہ رسول اللہ قرآن کو بھی اسی طرح نامرتب شکل میں چھوڑ گئے تھے اور امت نے
بعد میں اسے مرتب کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ، اپنے رسولؐ کو ایسے امتیوں کی "عقیدت" سے محفوظ رکھے۔
ہم جناب عبد الماجد اور ان کے دیگر ہم نوا مولوی صاحبان سے گزارش کریں گے کہ اگر ان کے پاس
اس سوال کا کوئی جواب ہے تو وہ اسے پیش کریں تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ احادیث کو دین
کا جزو قرار دینے کے لئے ان کے پاس کیا دلیل ہے اور اگر اس سوال کا جواب نہیں دیا جا سکتا تو
پھر ۵۸ھ چھوڑ، ۱۰ھ کا کوئی مجموعۂ احادیث، حضرت ابو ہریرہؓ کے شاگرد نہیں بلکہ حضرت
ابو ہریرہؓ کا بھی مل جائے تو بھی وہ دین نہیں بن سکتا۔ دین وہی ہے جسے اللہ نے اپنے رسول
کو دیا اور رسولؐ نے اسے امت کو دیا۔ اور یہ خصوصیت صرف قرآن کو حاصل ہے۔

Marfat.com

کی خاطر ایک نئی ترتیب دے دی ہے جس کا ملخص پہلے درج کیا جاتا ہے۔

(خط کا ملخص)

جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں آپ کے بنیادی مسلمات یہ ہیں:

۱۔ اسلام کے تمام اصول قرآن اور صرف قرآن سے اخذ کئے جاتیں۔

۲۔ قرآن کی کسی آیت کو منسوخ نہیں قرار دیا جا سکتا۔

۳۔ صحاح ستہ کی حدیثوں میں بہت سی حدیثیں موضوع ہیں، اس لئے حدیثوں اور روایتوں پر بحیثیت مجموعی کوئی اعتماد نہیں کیا جا سکتا اور ان سے اصولِ دین بنانے کا کام نہیں لیا جا سکتا۔

۴۔ جو حدیثیں قرآن کے مطابق ہوں انھیں صحیح سمجھا جا سکتا ہے اور جو قرآن کے خلاف ہوں وہ یقیناً موضوع ہیں۔

مجھے نمبر ۲ اور ۴ سے بالکلیہ اتفاق ہے۔ نمبر ۱، اور ۳ سے متعلق عرض ہے کہ ہم تسلیم کرتے ہیں حضرت رسالت مآب خاتم النبیین ہیں اور آئندہ کوئی پیغمبر نہیں آئے گا۔ تو کیا چھٹی صدی عیسوی سے لے کر قیامت تک جتنی ضروریات نوعِ انسانی کی مدنی، سیاسی، اقتصادی، عمرانی زندگی میں درپیش ہوں گی، ان سب کے اصول قرآن میں درج ہیں؟

Marfat.com

فَبِاَیِّ حَدِیثٍ بَعْدَہٗ یُؤْمِنُوْنَ

مقامِ حدیث

(جلد دوم)

حدیث کی دینی حیثیت کیا ہے؟ حدیثیں کس طرح بنیں اور کس طرح ہم تک پہنچیں؟ حدیثوں کے سامنے قرآن کی پوزیشن کیا رہ گئی ہے؟

ان تمام مباحث پر تفصیلی گفتگو اور جامع معلومات۔ دو جلدوں میں۔

قیمت مجلد ــــــــــ چار روپے

شائع کردہ

ادارہ طلوعِ اسلام

کراچی

Printed at Adabi Press, Karachi.
Permit No.1538 dated 21.11.53.
500 copies

Marfat.com